UNIVERSAL LIBRARY
OU_222231
UNIVERSAL LIBRARY

**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No. ۸۹۱٫۴۳۹۳۳ Accession No. ۱۴۱۸۴

Author ح - فضل

Title حوروں کا کلب

This book should be returned on or before the date last marked below.

# حوروں کا کلب

## حصہ دوم

تحیر آمیز واقعات اور رازہائے سربستہ کا البم گل فام و نازک اندام حسینان گجرات کے حیرت انگیز کارنامے قابل سراغرسانوں کی عجیب و غریب جاسوسیان جنت الہند کے نزہت پاش مناظر، پہاڑی دشوارگزار راہوں کی سرگذشت نیکی و بدی کی جنگ، حق ناحق کا فیصلہ کمال حسن و فصاحت سے دکھایا گیا ہے

مصنفہ
مرزا فدا علی خنجر لکھنوی

حسب فرمائش حاجی فقیر محمد حاجی بکڈپو مولوی گنج لکھنؤ

اشاعۃ العلوم پریس لکھنؤ میں چھپا

# دیباچہ

ناظرین نے "حورون کا کلب حصہ اول" مصنفہ آغا بہار
پڑھ کر اندازہ کر لیا ہوگا کہ حصہ دوم مین کسقدر دلچسپی کے سا
مصنف نے جمع کیئے ہون گے مگر افسوس کہ مصنف موصوف
عین عنفوان شباب مین داعی اجل کو لبیک کہا اور حصہ دوم نا
حصہ اول کا پہلا اڈیشن ختم ہوگیا اور حصہ دوم کے نہ شایع ہو
عوام کو گونہ مایوسی ہوئی مگر خدا بھلا کرے حضرت خنجر صاحب لکھ
کا کہ انھون نے نہایت جانفشانی سے حصہ دوم کو لکھنا شروع
اور نہایت عرق ریزی کے ساتھ اس کو اختتام تک پہونچایا خنجر
کا تعارف اس لیے غیر ضروری ہے کہ ادبی دُنیا مین اُن کا نام
آفتاب کی طرح روشن ہے اور بحیثیت ایک ناولسٹ
پبلک سے کافی تحسین خراج حاصل کر چکے ہین اسلیئے حورون کے
کا دوسرا حصہ جیسا کچھ دلچسپ ارباب ذوق سلیم پائین گے اس
تعریف تحصیل حاصل ہے۔ ناظرین اس کو پڑھین اور خوش طبعی
ساتھ مصنف کے حسن محنت کی داد دین۔

ہر دو حصون کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے یعنی صرف ایک روپیہ

ملنے کا پتہ

حاجی فقیر محمد مالک حاجی بکڈپو لکھنؤ محلہ مولوی گ

صحیح ۵۵ ف

# باب (۱) اوّل

## گارڈن پارٹی

میرے دوست مسٹر جعفری نے نقش کا حل معلوم کر لیا تھا لیکن اُن کا چالاک حریف عجیب دلربا عنوان سے اس حل کی نقل اُڑا لے گیا۔ کوئی شبہ نہیں کہ قریشہ چالاک تھی، ہوشیار تھی اور معاملہ فہم، وہ اُڑتی چڑیا کے پر گن سکتی تھی۔ وہ اپنی فطری قابلیت سے دلوں کا بھید معلوم کر لیتی تھی۔ اس نے اکثر موقعوں پر مسٹر جعفری جیسے قابل سراغرسان کو دھوکا دیا۔

باوجود اس ذہانت خداداد کے وہ حسین و رعنا خاتون تھی اُس کے شاداب چہرے پر نسوانی بھولے پن کی ادائیں کھیلا کرتی تھیں۔ آنکھ

آواز باریک اور شیرین تھی جب باتین کرتی تو فضا سے موسیقی پیدا ہوجاتی اُس کی آنکھون مین کہربائی کشش موجود تھی۔ نظرین چار ہوتے ہی خود بخود دل کھچنے لگتا۔

میرا تو گمان ہے کہ اس کی سحر طرازی نے میرے قدیم عنایت فرما مسٹر جعفری کو متواتر زک پہونچانے پر بھی اپنی ریشم جیسی نرم و سیاہ اور خم در خم زلفون مین الجھا لیا تھا۔ اور وہ جب دن بھر کے تھکے ماندے دماغ کو آرام دینے کی نیت سے نرم و گداز بستر پر استراحت کرتے تو ان کے دل کے مندر سے ایک حسین و نازنین مجسمہ باہر نکل کر آنکھون کے سامنے کھڑا ہوجاتا۔ وہ حریف تصور کرتے ہوئے بھی کسی جذبہ کے ماتحت سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوجاتے۔

یہی سبب تھا کہ وہ کوئی ایسی کارروائی نہ کرتے جس سے قریشہ کے دشمنون پر کسی طرح کی آنچ آسکتی۔ اگرچہ ابھی تک اُنھون نے اس راز کی نقاب کشائی کرتے ہوئے ایک جملہ بھی اپنی زبان سے ادا نہین کیا تھا۔ لیکن یہ میرے خیالات ہین جو اختصار کے ساتھ پیشکش کر رہا ہون۔

یہ تو پہلے بتا چکا ہون کہ اب ہم لوگ احمد آباد چھوڑنے پر تیار ہوچکے تھے۔ اور حورون کے کلب کی کشش بے طرح اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اگرچہ اس کے متعلق کوئی پیشین گوئی کرنا آسان نہین۔ نہ معلوم آگے چل کر واقعات کیا صورت اختیار کرین اور کلب مین داخل ہونے سے کیسے کیسے موانعات پیش آئین؟ حریفون کی تعداد کثیر ہے پھر حریف بھی چست و چالاک، چاق و چوبند، جوڑ توڑ مین دبی نہ کھانے والے

تاہم حتی المقدور حق دار کو حق دلانے کی کوشش پر کمر ہمت کس چکے تھے اور اگر درمیان مین مسز قدوائی اور مس زائرہ گارڈن پارٹی کا انتظام نہ کرتین تو شاید ہم لوگ دوسرے روز احمد آباد سے یہ شعر پڑھتے ہوئے رخصت ہو جاتے ؎

سیر کی، خوب پھرے، پھول چنے شاد رہے
باغبان! جاتے ہین گلشن ترا آباد رہے

حسب معمول شام کو جب ہم لوگ مسٹر قدوائی کے کمرے مین چائے پینے کی نیت سے داخل ہوے تو مس زائرہ بھی معہ اپنی خداساز رعنائی و زیبائی کے رونق افروز تھین۔ واقعی یہ خاتون بھی حسن گجرات کا نمونہ فائقہ ہے وہ جس درجہ حسین و جمیل ہے اُسی حد کی پاکباز و بے ریا بھی ہے خوش نصیب ہوگا وہ مرد جس کی شبستان عیش اُس کے نور حسن سے منور ہو گی۔

ہم لوگ کمرے مین داخل ہو کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ مسٹر قدوائی نے فقرہ گرم کرتے ہوئے کہا۔

**مسٹر قیصری!** آپ کو کچھ خبر ہے؟ ہم لوگون نے ایک نئی اسکیم پاس کی ہے۔

**مین۔** خوب! کیون نہ ہو، جب دماغ خالی ہوتا ہے تو وقت گذاری کو نئی تجاویز سوچنے لگتا ہے۔

**جعفری۔** آغا! تم بھی عجیب آدمی ہو۔ مسٹر قدوائی کی پوری بات بھی نہ سُنی کہ درمیان ہی سے کاٹ دی۔

**مسٹر قدوائی** (چائے کی پیالی بڑھاتے ہوے) ان باتون مین

تو ہمارے قصری صاحب کو پورا پورا کمال حاصل ہے۔
زائرہ۔ پھر بھی ہم لوگ خاموش رہنے والے نہین، جو سوچتی ہین
اُسے ہر ممکن کوشش سے عمل کا جامہ پہنا ہی کر دم لیتے ہین۔
مین۔ کیون نہ ہو۔ آخر مین مشہور ہٹون مین سے ایک ہٹ
یہ بھی ہے۔
جعفری۔ یعنے تریاہٹ۔
اس مذاق پر شایستہ قہقہہ پڑا۔ زائرہ کے پری جمال چہرے
پر ندامت کی لہر دوڑ گئی اس نے شرما کر نظرین جھکاتے ہوئے کہا۔
خیر! آپ جو کچھ بھی تصور کیجئے لیکن ہماری تجویز قبول کیے بغیر
بچ نہین سکتے۔
مین۔ اگر یہی زبردستی ہے تو بغیر سُنے ہی منظور ہے۔
مسز قدوائی۔ مسٹر قصری! آپ بڑے ستم ظریف ہین۔
غریب زائرہ کو بولنے ہی نہین دیتے۔ سُنیئے تو سہی وہ کیا کہتی ہین۔
مین۔ بہت خوب۔ آپ کی سفارش اس شکریہ مین قبول
کی جاتی ہے کہ آپ نے مجھے ایک دلچسپ لقب سے موسوم فرمایا ہی
(زائرہ سے) ہان بانو صاحبہ! ارشاد کیجئے وہ کیا تجویز ہے۔
زائرہ۔ مجھے اپنی تجویز بیان کرنے سے پہلے کچھ گذشتہ
واقعات یاد دلانا ہون گے۔
مین۔ تو بہتر ہے، مین آج کا دستور العمل منسوخ کیئے دیتا ہون
زائرہ۔ پھر آپ نے مذاق شروع کیا۔
مین۔ ابھی بیگم قدوائی ستم ظریف فرما چکی ہین۔ اگر اب بھی

خاموش رہوں تو ان کے خیال کی کھلی ہوئی مخالفت ہو گی۔

**مسز قدوائی**۔ زائرہ! مسٹر قصری کی باتوں کا خیال نہ کرو۔ انکی زبان تو یوں ہی قینچی کی طرح چلا کرے گی۔ مطلب کی بات پر آؤ۔

**مین**۔ دیکھئے بیگم صاحبہ۔ اب آپ نے حق بات کہی۔

**زائرہ**۔ اب اسے دور۔ جب آپ کے دشمنوں کا چالیسواں ہوا اور جس تھیٹر پر آپ گولی کا نشانہ بن کر دریا برد ہوئے تھے وہاں یادگار کے طور پر ایک کتبہ نصب کیا گیا تھا.........

**مین**۔ مجھے وہ جگہ بہت عزیز ہے، اُف! اختری بیگم صاحبہ کی وہ نظم کسقدر رقت خیز تھی؟ مین تو بے اختیار رو دیا تھا۔ خصوصًا پہلا اور آخری بند تو ذہن سے نہین نکلتا۔

**مسز قدوائی**۔ بس بس، تعریفین موقوف کیجیے اتنا بنانا بھی زیب نہین۔

**مین**۔ بخدا بناتا نہین ہوں بالکل امر حق گذارش کرتا ہوں — ہاں مس زائرہ آپ کیا فرما رہی تھین؟

**زائرہ**۔ چونکہ آپ لوگ عنقریب احمد آباد سے تشریف لیجانے والے ہین اس لیے جی چاہتا ہے کہ سابرمتی کے ساحل پر اسی جگہ جہاں زندہ پیر (مسکرا کر) کی یادگار قائم ہے ایک پارٹی دی جائے اور تمام اُن سوگواروں کو مدعو کیا جائے جو یادگار قائم کرتے وقت وہاں موجود تھے۔

**مین**۔ شکریہ! مس زائرہ! دوہرا دوہرا شکریہ اوّل تو اس گران قدر ہمدردی اور عزت افزائی کا جو اس خیال کے

اندر نیہان ہے دوسرے اس عطائے خطاب پر جو "زندہ پیر" کے پُر کرامات قالب مین ڈھل کر تیار ہوا ہے۔

**جعفری**- مس زائرہ! مجھے احمد آباد حاضر ہوئے بہت قلیل زمانہ ہوا وہ بھی ایسی شدید مصروفیتون مین گذرا کہ آپ صاحبان کی حسین و دلچسپ صحبت کا پورا پورا لطف نہ اُٹھ سکا۔ تاہم اتنے ہی عرصہ اور عدم فرصتی مین بھی۔ آپ کے اخلاق۔ ایثار، خلوص اور حقیقی ہمدردی نے بندۂ بے دام بنا لیا۔ اور احسانون کا اتنا بار لاد دیا کہ شاید زندگی بھر سبکباری نصیب نہو سکے اس لیے کیا اچھا ہو اگر مزید بوجھ لادنے سے چشم پوشی کی جائے۔ آپ جانتی ہین کہ ہم لوگ کیسے اہم کام مین مصروف ہین۔ حریف بھی موم کے بنے نہین جو آسانی سے قابو مین آسکین۔ قریشہ حوردن کے کلب کا پتہ معلوم کر گئی ہے چلتے وقت اس نے بتا دیا کہ وہ اصلی پری اور کنور رنبیر سنگھ جی کو ساتھ لے جائے گی اور ہم لوگ آپ کی عزیز ترین سہیلی مس مالینی بی اے ایم۔ اے۔ کو لے جانا چاہتے ہین ایک ایک منٹ ناگزیر ہے۔ اگر ان دعوتون اور جلسون مین پڑے رہین گے تو یقیناً چالاک حریف اپنے منصوبون مین کامیابی حاصل کر لین گے۔ اُس وقت اُن کی طعن و تشنیع کا کوئی جواب نہ ہوگا اور ہم لوگون کو منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی۔ اگر میری صلاح سُنی جائے تو عرض کرون کہ ان کامون کو فرصت کے اوقات پر اٹھا رکھا جائے جب پیش پا افتادہ مہم سے فراغت ہو جائے تو جی کھول کر پارٹیان دیجئے، دعوتین کیجئے، رنگ رلیان منائیے۔ ہم لوگ سر آنکھون سے شرکت کرنے کو حاضر ہین لیکن

بالفعل معافی چاہتے ہین۔

چونکہ گفتگو نے سنجیدگی اختیار کر لی تھی مسٹر جعفری نے مختصر تقریر کے ذریعہ سے نہایت معقول عذر پیش کیا تھا جس سے اختلاف ممکن ہی نہ تھا نیز مجھے اس یادگار کا مٹانا گوارا نہ تھا جو حسینان گجرات کے پرخلوص ہاتھون اور بے لوث محبت کے ذریعہ قائم کی گئی تھی۔ اسلئے مسٹر جعفری کی تائید کرتے ہوے کہا۔

مسٹر جعفری نے بہت معقول عذر پیش کیا ہے۔ ہمین چاہیے کہ دنیا کے سارے کام بھول کر محض ایک طرف مخاطب ہو جائین۔ کسی کام کو ہاتھ مین لینے کے بعد ادھورا چھوڑ دینا انسانیت سے بعید ہے علاوہ ازین ابھی آغا گلستانہ قصری صفت مرحومین سے نکلکر ہستی کی کشمکش مین گرفتار ہونا بھی پسند نہین کرتا جس تمنا کے لیے ایک شاعر مرا جاتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ ؎

غرض خنجر ہمین اس اضطراب شوق نے مارا
کسی نامہربان کو دیکھ لیتے سو گوارا تھا

وہ خدا کے افضال سے مجھے نصیب ہے مین نے اپنی نظر دیکھی موتی جو آنکھون سے ڈراشک کا باران برستے ملاحظہ کیا ہے۔ خوش نصیب ہے قصری کہ اس کے غم مین حسینان گجرات سوگ نشین ہین۔ وہ نہین چاہتا کہ جامۂ ہستی در بر کر کے اس یادگار کو سرنگون کر دے جو نازک نازک ہاتھون سے لب جو قائم کی گئی۔ اس کا جی چاہتا ہے وہ نقش کالحجر بنکر ہمیشہ برقرار رہے بقول شاعر ؎

یارب پڑی رہے مری میت اسی طرح

بیٹھے رہیں وہ بال پریشان کیے ہوئے

**مسٹر قدوائی۔** آپ لوگوں کا عذر قابل پذیرائی ہے میں آپ کی تائید کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی یہ عذر کرنا چاہتا ہوں کہ اگر دستور العمل میں صرف ایک دن کی ترمیم ممکن ہو تو مس زائرہ کا دل نہ دکھائیے۔ آج ہفتہ تھا کل اتوار کو چار بجے پارٹی میں شریک ہو جیئے اور بارہ بجے شب کی ٹرین سے روانہ ہو جائیے۔ دعوت کے کارڈ تقسیم نہ ہوئے ہوتے تو میں اصرار نہ کرتا۔ لیکن اب جملہ انتظامی کارروائی مکمل ہو چکی ہے۔ اس صورت میں آپ کا شریک نہ ہونا ہم لوگوں کی سبکی کا موجب ہوگا مس پالنی دیوی کی بھی یہی رائے ہے۔

**جعفری** کیا دعوتی کارڈ تقسیم ہو چکے؟

**مسٹر قدوائی۔** جی ہاں، شاید دس بیس کارڈ باقی ہوں گے وہ کل صبح بھیج دیے جائیں گے۔

جعفری کسی سوچ میں پڑ گیا۔ دیر تک سر جھکائے غور کرتا رہا۔ بہت دیر کے بعد بحر فکر سے نکلا اور مس زائرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "مس زائرہ! اگرچہ اس ایک دن کی تاخیر کی تلافی میں مجھے شدید ترین محنت برداشت کرنا پڑے گی لیکن آپ کو رنجیدہ کرنا گوارا نہیں کر سکتا مجھے آپ کی دعوت منظور ہے۔

**زائرہ۔** بہت بہت شکریہ، اس وقت آپ نے میری درخواست قبول فرما کے وہ احسان کیا ہے جو کبھی فراموش نہ ہوگا (مجھ سے) مسٹر نصری! آپ کا کیا خیال ہے آپ بھی سابقہ رائے پر قائم ہیں یا اس میں کوئی ترمیم کر دی ہے۔

میں مجھے نہ پہلے انکار تھا نہ اب اقرار ہے میں تو بچون کی سی اپنے پر چلنے کا عادی ہون اگر چہ کہین تلی تو تلی ہی سہی، لیکن اتنا سمجھ لیجئے کہ مجھے دوبارہ خلعت حیات بخش کر آپ پھر اسی دنیا مین کھینچ رہی ہین جسے ایک دفعہ ناکارہ سمجھ کر ترک کر چکا تھا۔

اتوار کے دن سابرمتی کے ساحل پر بغایت دحسب سامان کیا گیا سبزہ زار مین خوبصورت وخوشنما خیمے نصب کیئے گئے ضیافت کا انتظام ہوا۔ تمبرے تانے گئے نفیس کیک، خوش ذائقہ بسکٹ، شاداب پھل اور بہترین قسم کی مٹھائیان فراہم ہوئین۔ خوشبودار چائے بنی ٹوسٹ، مکھن کا معقول انتظام ہوا۔ شہر کے معزز و مقتدر جنٹلمین اور حور تمثال وپری جمال خاتونین شرکت کے لیئے تشریف لائین۔ اکابر شہر مین کوئی متنفس ایسا نہ تھا جو اس پارٹی مین بہ ذوق وشوق نہ آیا ہو۔ حکام نے بھی دعوت قبول کی تھی کیا ہندو کیا مسلمان سبھی اس مرنے والے کو جو دفعتہً چادر عدم پھاڑ کر عالم شہود مین جلوہ گر ہو گیا تھا دیکھنے و راز عدم دریافت کرنے جمع ہو گئے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اس عجیب وغریب مقدمہ کے متعلق مزید معلومات فراہم کرنا چاہتے تھے، عورون کا کلب اور مہارانی ہارا بائی کا خزانہ اپنے اندر ایک نامعلوم کشش رکھتا تھا جسنے احمد آباد کی صائب الرائے آبادی کو اپنی طرف کھینچ بلایا تھا۔

ٹھیک اس وقت جبکہ آفتاب خط غروب پر کھڑا تھرا رہا تھا اس کے پرشوکت چہرے پر اضمحلال کی زردی پھیل کر قرص طلائی کا ماثل بنا رہی تھی اور شروع تاریخون کے نکلنے والے چاند کی فرحناک کرنین چمکتی ہوئی سابرمتی ندی کی متحرک سطح پر مچھلی کی طرح لوٹ رہی تھین۔ ہوا کے خوش آیند جھونکے

گلفام و نازک اندام نازنینان گجرات کی مختلف اللون ساریون کے آنچلون سے چھیڑ چھاڑ مین مشغول تھے۔ شرکائے دعوت اُس سنگی لاٹ کے سامنے جو آغا قصری کے واقعۂ قتل کی یادگار مین قائم کی گئی تھی پالش کی ہوئی ولایتی ساخت کی کرسیون پر بیٹھے ہوئے خوش گپیون مین مصروف تھے۔ اُن کے سامنے چوبی ٹیبلون پر دعوت کا سامان چُنا ہوا تھا۔ اور واقعات حاضرہ پر رائے زنی ہو رہی تھی۔ ایک جانب مسٹر جعفری۔ آغا گلستانہ قصری۔ مس زائرہ مس پالنی دیوی، بیگم قدوائی اور مسٹر قدوائی بیٹھے تھے۔ ان کے گرد حسینون کا مجمع تھا۔ ہر نازنین اپنی چلبلی اداؤن کے جادو سے انھین اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی۔

مس زائرہ نے یادگار کے قریب کھڑے ہو کر آغا گلستانہ قصری کی حیات کا خوش کن مژدہ سناتے ہوئے شرکائے پارٹی کو اختصار کے ساتھ ان واقعات سے مطلع کیا جو چند ہفتون سے یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوتے تھے۔ اس کے بعد بتایا کہ عنقریب یہ پُرجوش سراغرسان حوروں کے کلب اور مہارانی تارابائی کے خزانے کا راز منکشف کرنے کی کوششون مین کامیابی حاصل کر لیتے گے اور راجکمار کے قاتلون کو گرفتار کر کے مس پالنی دیوی کے دامن سے وہ بدنما داغ دھووین گے جو پولیس کی غلط فہمی اور واقعات کے الٹ پھیر سے آگیا ہے۔

اہل دعوت نے دلچسپی سے مس زائرہ کی دلآویز تقریر کی ایک ایک لفظ سنی۔ ان لوگون کو مس پالنی دیوی سے دلی ہمدردی تھی، وہ راجکمار کے خون سے اس کا دامن آلودہ ہونے کے قائل نہ تھے۔ تاہم قانون سے لڑنے اور بغیر کوئی مضبوط ثبوت بہم پہونچائے ہوئے پالنی دیوی

کو بے گناہ ثابت کرنے کی قدرت نہین رکھتے تھے۔ انھون نے بالاتفاق رخصتی ایڈریس پیش کرتے ہوئے خواہش کی کہ اس معاملہ مین کامل تحقیق و تدقیق سے کام لے کر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کر دکھایا جائے اگر اس کام مین پبلک امداد کی ضرورت محسوس ہو تو وہ لوگ ہمتن خدمت کے لیئے دل وجان سے حاضر ہین۔

**جعفری** نے ایڈریس کے جواب مین اپنے قدر افزاؤن کی شکر گذاری کرتے ہوئے بتایا کہ مین نے اس معاملے کو آخری حد تک پہنچانے کا مصمم قصد کر لیا ہے۔ اگرچہ کام اہم اور خطرناک ہے لیکن مین اصلی مجرمون کا پتہ لگانے اور سراغ نکالنے مین کسی قسم کے خطرے کی پروا نہ کرون گا۔

اس کا بیان ختم ہوتے ہی نعرہائے مسرت نے بلند ہو کر ساکن فضا کو پرشور کر دیا۔ شاباش، شاباش اور آفرین آفرین کی صداؤن سے سبزہ زار گونج اٹھا۔ اسی مجمع سے ایک گجراتی لیڈی سامنے آئی۔ اس کے جسم مین نازنین ساری اور کارچوبی چولی تھی۔ ہاتھون مین تین تین الماس کی چوڑیان ضوفشان تھین کانون مین زمردین آویزے لٹک رہے تھے اور گلے مین مروارید سفید کا دولڑا تھا اور ان سب سے بڑھا چڑھا اسکا حسن عالم سوز تھا جس نے اس خطہ سرسبز کو اپنے نور سے منور کر دیا تھا۔ نازنین نے جعفری سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

مسٹر جعفری! واقعی آپ ہندوستان کے لیئے عموماً اور صوبہ بمبئی کے لیئے خصوصاً مایۂ ناز ہین۔ آپ کے کارہائے نمایان آفتاب عالمتاب کی طرح اظہر ہین۔ خصوصاً اس معاملہ مین آپ نے جس دانائی اور کاروائی

کا لے علاقے ثبوت پیش کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے اور اس باب مین جتنی بھی مدح سرائی کی جائے کم ہے۔ تاہم مین ایک سچے ہمدرد کی حیثیت سے عرض کرنے پر مجبور ہون کہ اب اس سے زیادہ کی ہوس نہ کیجیئے جسقدر کامیابی حاصل ہو چکی ہے اسی کو تمغۂ امتیاز سمجھ کر تفتیش مزید سے کنارہ کش ہو جائیے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ ایک عورت جسے فرقۂ ذکور ناقص العقل تصور کیئے ہوئے ہے آپ کے غرور سراغرسانی کو خاک مین ملا دے گی میرا یہ کہنا مبالغہ پر مبنی نہین۔ غالباً آپ کو ان تجربات سے اس کی قوت کا اندازہ ہو گیا ہو گا جو مبلئی پارک سے اب تک حاصل ہو چکے ہین مین آپ کی عزت کرتی ہون آپ کے کامون کو محبت اور احترام کی نگاہون سے دیکھنے کی عادی ہون۔ آج ہی صبح مجھے ایک رقعہ ملا ہے اور اس مین تاکیداً تحریر کیا گیا ہے کہ مین آپ کے کانون تک ان خیالات کو پہونچا دون۔

نازنین نے جملہ تمام کر کے ایک پرچہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ آپ کے نام کا بھی ایک پرچہ ہے۔ لیکن مین نے ابھی تک اس کا مضمون نہین پڑھا ہے جعفری نے دھڑکتے ہوئے دل سے لرزتا ہوا ہاتھ بڑھا کر نازنین کے ہاتھ سے پرچہ لے لیا۔ کاغذ بالکل معمولی تھا۔ گجراتی حرفون مین چند سطرین تحریر تھین۔

مسٹر جعفری! تنہا خوری اچھی نہین ہوتی۔ نیاز مندون کے نام بھی دعوتی کارڈ بھجوانا آپ کا اخلاقی فرض تھا۔ لیکن آپ کی خودپسندی نے گوارا نہ کیا کہ مدح سرائی مین کوئی دوسرا حصہ دار بھی پیدا کیا جائے ناچار کوئی ذریعہ پیدا کر کے حاضر ہو گئی۔ کیا کرون دل سے مجبور ہون

پہلو سے جو فرمان صادر ہوتا ہے اس کی تعمیل کرنا پڑتی ہے سہ

ساتھ چھوڑیں گے نہ سائے کی طرح
ہم بھی جائیں گے جدھر جائیے گا

آپ کی قریشیہ"

جعفری نے رقعہ تمام کرکے نظر اُٹھائی۔ لیکن وہ پارہ نازنین غائب تھی بیگم قدوائی اس راز سے کسی قدر مطلع تھی جعفری کی صورت پر پریشانی کی علامات دیکھ کر فوراً مجمع مین دو چار ہمجولیون کے ساتھ نازنین کو تلاش کرنا شروع کیا اُس جگہ کا کونا کونا ڈھونڈھ ڈالا لیکن اس کا نشان تک نہ پایا نہ معلوم زمین کے اندر دھنس گئی یا طائرین کر فضائے آسمان مین اُڑ گئی۔

انجام کار سب تجو کرنے والے تھک کر واپس آ گئے اور غم گین عنوان سے اپنی ناکامی کا اظہار کرتے ہوئے بولے۔

وہ عورت نہین، کوئی جن یا بھوت ہے کہ جب اور جہان چاہتی ہے یکا یک سامنے آ جاتی ہے اور جب ارادہ کرتی ہے تو سیکڑون کے مجمع سے اس طرح غائب ہو جاتی ہے جیسے کبھی ظاہر ہی نہین ہوئی تھی!

جعفری۔ میرا خیال تھا کہ وہ چورون کے کلب کی طرف روانہ ہو گئی ہوگی، لیکن اس وقت یقین ہو گیا کہ وہ سائے کی طرح میرے ساتھ لگی ہوئی میری تمام نقل و حرکت پر گہری نگاہ رکھتی ہے اب اس کی جستجو لاحاصل ہوگی کیونکہ اتنی دیر مین اُسنے کوئی دوسرا روپ اختیار کر لیا ہوگا۔ ہیئت و صورت تبدیل کرنے مین اُس کو

حیرت انگیز کمال حاصل ہے۔ بڑے بڑے نظربازون کو دھوکا دیدینا اس کے بائین ہاتھ کا کام ہے۔

مین۔ مگر یہ تو بڑا غضب ہے کہ وہ ہمارے مجمع مین اس طرح بے دھڑک چلی آتی ہے اور ہم لوگ کوئی انتظام نہین کر سکتے۔ یہی حال رہا تو بہت جلد وہ ہم لوگون کو انگلیون پر نچانا شروع کر دیگی۔

جعفری۔ مسٹر قصری! غضبناک ہونے کی ضرورت نہین ابھی اس کا وقت ہے جی بھر کے کرتب دکھا لینے دیجئے۔ وہ وقت دور نہین کہ اس کی شوخیون کا معقول جواب دیا جا سکے۔

یہی ذکر تھا کہ زائرہ ایک گجراتی عورت کا ہاتھ پکڑے سامنے آئی اور مسٹر جعفری کو متوجہ کرتی ہوئی بولی۔

مسٹر جعفری! مین ابھی اس گجراتی لیڈی کو تلاش کرتی ہوئی انگلی کے اشارے سے بائین اُدھر جا نکلی۔ وہان یہ عورت ایک نقاب پوش لیڈی سے سرگوشی کر رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی نقاب پوش تو ایک طرف چلدی لیکن یہ اپنی جگہ بدستور کھڑی رہی۔ مین نے قریب ہو کر اس لیڈی کی نسبت سوال کیا تو یہ بہکی بہکی باتین کرنے لگی۔ اور زیادہ دریافت کرنے پر ایک کاغذ دیا جس پر مسٹر قصری کا نام لکھا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے وہ نقاب پوش وہی گجراتی لیڈی تھی جس کی ہم لوگون کو تلاش ہے۔ اب آپ اس سے دریافت کیجئے۔ (مجھے وہ کاغذ دیتے ہوئے) لیجئے مسٹر قصری! اسے پڑھئے شاید کچھ حال معلوم ہو سکے۔

مین نے کاغذ لے کر دیکھا۔ گجراتی مین میرا نام تحریر تھا۔ عبارت

پنسل سے لکھی گئی تھی۔ حرفون کی کشش سے معلوم ہوتا تھا بہت عجلت مین عبارت لکھی گئی ہے۔ مضمون حسب ذیل تھا۔

مسٹر قصری! معاف کیجیئے گا بغیر تعارف کے آپ کو یہ تحریر لکھ رہی ہون چونکہ میرے مقابل صحیح مسٹر جعفری ہین۔ انھین میری مخالفت کرنے کا حق حاصل ہے۔ البتہ آپ کا جوش و خروش کوئی معنی نہین رکھتا نہ مین آپ کو مقابلے کے لیئے طلب کرنا چاہتی ہون اس لیے ممنون ہون گی اگر آپ آیندہ میری مخالفت یا موافقت مین کوئی جملہ استعمال نہ فرمائین گے"

"قریشہ"

جعفری۔ لیجیئے، آپ نے تو چھٹی پائی (زائرہ سے) مس زائرہ! اس غریب عورت کو چھوڑ دیجیئے۔ اس سے کچھ پوچھنا تحصیل حاصل ہے۔ جس طرح قریشہ نے ہم لوگون کی آنکھون مین دھول جھونک کر اپنا کرتب دکھایا ہے اسی طرح اس خاتون کو بھی مغالطہ دیا ہے۔ یہ اُسکے باب مین کوئی جدید معلومات فراہم نہین کر سکتی۔

# باب (۲) دوسرا

## پالنی دیوی غائب

ہم لوگ شب دوشنبہ کو ٹھیک بارہ بجے روانہ ہو گئے۔ رخصت کرنے کیلئے دیگر مہربانان گجرات کے علاوہ مخصوصین مین مسٹر سردار احمد خان قدوائی۔ مسز قدوائی۔ مس زائرہ بھی پلیٹ فارم پر موجود تھے۔

آج مس پالنی نسبتہً بہت بشاش نظر آتی تھی۔ وہ ایسے راستے مین گامزن ہونے والی تھی جو اس کی فطرت کے عین مطابق تھا۔ سچ تو یہ ہے اپنے ضمیر کی سرزنش سے بیحد پریشان ہو چکی تھی۔ اب اس نے مصمم قصد کر لیا تھا کہ مقدور بھر حق دار کو حق پہونچانے کی سعی کرے گی۔ وہ دولت وثروت کی حریص نہ تھی۔ اسے چوروں کے کلب کی صدارت کا شوق تھا۔ زمانے نے اپنی نیرنگیوں سے ثابت کر دیا تھا کہ دولت مندی ہی ہر قسم کی بداعمالیوں، زبوں کاریوں اور معصیت کی جڑ ہے دولت کی طمع مین پھنس کر انسان ایسے ایسے فعل کر گذرتا ہے جن کے نام سے انسانیت کانون مین انگلیاں دیتی ہے۔ یہی غرور دولت مندی تو تھا جس نے راجکمار کو سیدھے راستے سے بہکا کر گمراہ کر دیا۔ اسی دولت کی چاہ نے مسٹر دیا شنکر سے صائب الرائے شخص کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر حق سے منحرف کرا دیا

یہی روپیہ تھا جس نے مالتی کے ہاتھ شوہر کے بے گناہ خون سے رنگین کیے۔ انھین نقرئی و طلائی ٹکڑون کی چمک نے نظیر کو آقاے ولی نعمت کے قتل پر آمادہ کیا۔ اسی دولت کی دھن مین پنڈت شیونا تھ ساتجربہ کار حق نمک بھول کر اپنی مالکہ کے ساتھ دغا بازی کرنے پر مجبور ہو گیا حالانکہ ان مین کوئی بھی ایسا نہین جو حقیقی طور سے اپنی مراد کو پہونچا ہو۔

پھر ایسی بے وفا اور بے ثبات چیز سے محبت کر کے عاقبت خراب کرنا۔ دنیا مین ذلیل اور عاقبت مین روسیاہ ہونا کون سی دانائی ہے اوائل مین جو گناہ سرزد ہو چکے ہین فرد و زخ مین گرانے کو تھا کیا کم ہین جو اور مصیبتین فراہم کی جائین.........“

یہ خیالات تھے جو اس کے بے ریا دل مین گذرتے رہتے تھے وہ ہمہ تن تلافی مافات پر متوجہ ہو چکی تھی لیکن واقعات کچھ ایسے عنوان سے واقع ہو رہے تھے کہ وہ اپنے مقصد مین کامیابی حاصل کرنے سے معذور تھی۔ لیکن اب آغا گلستانہ قصری اور مسٹر جعفری کی امداد سے کامیابی کی صورت نظر آنے لگی تھی یہی سبب تھا کہ اس وقت خلاف معمول اس کے حسین چہرے پر پھر وہی رونق و دل فریبی پیدا ہوئی تھی جو رازہاے سربستہ کے انکشاف اور احساس حق کے پہلے نظر آیا کرتی تھی۔

ہم لوگ ذرا قبل سے اسٹیشن پہونچ گئے تھے ٹرین آنے مین کم و بیش چالیس منٹ کا عرصہ باقی تھا اور پانی دیوی سخت علالت جھیل کر اٹھی تھی اگرچہ ڈاکٹر کے کامل غور و توجہ سے اس کا عارضہ جاتا رہا تھا لیکن کمزوری مین بین فرق نہ ہوا تھا اور چلنے پھرنے سے بہت جلد

اُس کی سانس پھولنے لگتی تھی ہمین سب سے زیادہ اُس کا خیال تھا اس لیے پلیٹ فارم پر چہل قدمی کرنے کے بدلے سکنڈ کلاس وٹینگ روم مین بیٹھ کر باتین کرنے کو ٹہل ٹہل کر تفریح حاصل کرنے پر ترجیح دی۔

وٹینگ روم اغیار کی موجودگی سے خالی تھا بجز ہم لوگون کے کوئی موجود نہ تھا۔ اگر بھولا بھٹکا کوئی بھی آنکلا تو کمرے کو بھرا ہوا دیکھ کر چلا گیا۔

زائرہ نے پالنی دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

مس پالنی دیوی! اگرچہ ہم لوگون کو آپ کی جدائی شاق ہے مگر مجبوراً گوارا کرتے ہوئے بادل ناخواستہ رخصت کرتے ہین۔

مسز قدوائی۔ سچ تو یہ ہے کہ مس پالنی ہماری انجمن کی گُل سرسبد ہین ان کی غیر موجودگی مین ہماری صحبتین بے لطف اور پھیکی معلوم ہون گی تاہم ان کی ناخوشی اور مصلحت وقت پر نظر کرتے ہوئے دل مسوس کر رہ جاتے ہین۔

پالنی۔ بہنو! آپ کی محبت کا بہت بہت شکریہ! مجھے بھی آپ لوگون کا فراق گران ہے اور اگر حق کا خیال نہ ہوتا تو ساری عمر اس صحبت سے کنارہ کش نہ ہوتی۔ کیا کرون کہ مکافات عمل کا شوق کشان کشان لیئے جاتا ہے۔ ایشور کو منظور ہوا تو ان ضروری کامون سے فارغ ہو کر پھر شرف نیاز حاصل کرون گی۔ آپ لوگون سے باادب التجا کرتی ہون کہ میری کامیابی کی دعا فرمایئے بہت ممکن ہے بھگوان آپ کی پرارتھنا سنین اور اس کی وجہ سے مین مکتی حاصل کر سکون۔

اپنا عندیہ ظاہر کرتے وقت پالنی دیوی کی آواز بھرا رہی تھی

جس لحن سے ہمیشہ دلکش نغمہ پیدا ہوا کرتا تھا اس وقت رقت خیز موسیقی سے مملو تھا۔ ایک ایک لفظ سے دلی تاثرات ٹپکے پڑتے تھے۔ مسز قدوائی اور مس نائرہ تو فطرتاً رقیق القلب واقع ہوئی تھیں اگر ان کی چشم ہائے سے گون سے بادۂ سرشک نہ نکلا تو تعجب نہ کرنا چاہیئے میرا گمان تو یہ ہے کہ اگر کوئی سنگ دل بھی اس گفتگو کو اسی لب ولہجہ اور اسی انداز کے ساتھ سن لیتا تو کلیجہ تھام کر رہ جاتا۔

مسٹر جعفری اپنی تجویزوں پر غور کرنے میں مصروف تھے ان باتوں کی طرف ان کی توجہ نہ تھی لیکن گفتگو کا الم ناک رخ دیکھ کر ان سے بھی چپ نہ رہا گیا اور بول اٹھے۔

**جعفری**۔ خاتون! یہ وقت رنج وافسوس کے لیے وقف نہ ہونا چاہیئے بلکہ مسرت وشادمانی میں گذرنا چاہیئے۔ ہم لوگ ایسے کام کو جا رہے ہیں جو باوجود خطرناک ہونے کے حق ہے۔ خدا ہمیشہ حق کا طرفدار ہوتا ہے اس لیئے اگرچہ ہمیں مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑے گا لیکن انجام کار فتح وظفر ہماری ہی ہے۔ آج ہم لوگ دلی اندوہ وملال کے ساتھ ایک دوسرے کو وداع کر رہے ہیں۔ خدا نے چاہا تو کل اسی طرح احباب شاد شاد ہمارے استقبال کو تشریف لائیں گے۔ حالات سفر دریافت کریں گے اور ہم لوگ وہ عجیب وغریب اور محیّر العقول واقعات بیان کر کے ان کی حیرتوں میں اضافہ کریں گے جو حوروں کے کلب اور اسکے راستے میں واقع ہوئے تھے

**مسٹر قدوائی**۔ بہت ٹھیک خیال ہے مسٹر جعفری! لیکن جنس لطیف قدرتی طور پر رحیم النفس ورقیق القلب واقع ہوئی ہے۔ ان موقعوں پر صبر وسکون ظاہر کرنا اس کی فطرت سے بعید ہے۔ بہرنوع میں دعا کرتا ہوں

کہ خدائے قادر و توانا آپ لوگون کو اس مہم مین مظفر و منصور کرے اور جس طرح آپ پیٹھ دکھا کے جا رہے ہین اسی طرح صورت بھی دکھائین۔

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

**مسز قدوائی۔**(آنسو پاک کرتے ہوئے) مسٹر قیصری نے اپنے سنجیدہ مذاق سے ہماری صحبتون کو زعفران زار بنا رکھا تھا۔ ان کی غیر حاضری سے ہماری زندہ دلی فنا ہو جائے گی۔ ہنسی مذاق مین جی نہ لگے گا۔

**مین۔** بیگم صاحبہ! آپ لوگون کی مہمان نوازی اور مسافر پروری ایسی نہین جو آغا گلستانہ قیصری کے دل سے محو ہو سکے۔ وہ جب تک زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے سانس لینے کے قابل رہے گا اُس وقت تک اِن باتون کو یاد کرتا رہے گا۔ چونکہ مجھے ابتدائے عمر سے آثار قدیمہ کی زیارت کا شوق ہے اور اسی شوق کی بدولت شہر بشہر دیار بدیار خاک چھانتا پھرتا ہون، حسن اتفاق سے حوردن کے کلب کی سی عجیب و غریب عمارت دیکھنے اور اس کے رازہائے سربستہ کا علم حاصل کرنے کا سنہری موقعہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ جی چاہتا ہے اس اتفاق سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کرون تاہم آپ ایسے مہربانون کی مفارقت کلیجہ خون کیئے دیتی ہے بار بار دل مین آتا ہے کہ اس جنون خیز شوق کو آگ لگا کے لطف صحبت حاصل کرتا رہون۔ مگر پھر خیال آتا ہے کہ پالنی دیوی کی جو خدمت انجام دینے کا فرض اپنے ذمّہ

لیا ہے اُسے بیچ ادھڑ مین چھوڑ دینا اول درجے کی کم ظرفی اور بودا پن ہے جو ارادہ کر لیا اُسے پورا کرنے ہی مین انسانیت ہے ؎

زہر کیا چیز ہے؟ اک تلخ دوا ہے ناصح
مین نے جس بات کو بس ٹھان لیا ٹھان لیا

مین سچے دل سے وعدہ کرتے ہوئے آپ کو یقین دلاتا ہون کہ پہلی فرصت مین حاضر خدمت ہو کر آستان بوس ہون گا اور عجب نہین کہ میرے ساتھ مس پالنی دیوی اور مسٹر جعفری بھی تشریف ارزانی فرمائین۔

اتنے مین ٹرین آنے کی گھنٹی ہوئی دیکھتے ہی دیکھتے سنسان پلیٹ فارم مسافرون، قلیون اور سودے والون سے کھچا کھچ بھر گیا۔ چیخ پکار سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ مسافر گھبرائے گھبرائے ہر طرف دوڑتے پھرتے تھے۔ سودے والے اپنے اپنے سودے کا نام پکار پکار کر خریدارون کی توجہ مبذول کر رہے تھے۔

یکایک انجن کی سیٹی سنائی دی۔ مسافرون نے سوار ہونے کی تیاریان کین۔ قلیون نے جلد جلد اسباب سنبھالا۔ سامنے سے بق بق کرتا دھوین کے بقے اڑاتا ہوا انجن نمودار ہوا اور آناً فاناً مین قریب سے گذر گیا۔ اس کے مسافرون کی گاڑیون کا طویل سلسلہ تھا لمحہ بہ لمحہ گاڑیون کی رفتار گھٹ رہی تھی۔ چند سکنڈ مین ٹرین رک گئی اور ساتھ ہی ایک ہنگامہ رستخیز شروع ہو گیا۔ جن مسافرون کا سفر ختم ہو چکا تھا وہ ڈبون کے پٹ کھول کھول کر اترنا شروع ہوئے جنھین جانا تھا وہ سوار ہونے کے ارادے سے بڑھے نہایت پر لطف چپقلش کا

آغاز ہوا۔

پالنی دیوی کو آرام ملنے کی امید مین لیڈیز کمپارٹمنٹ مین بٹھا دیا گیا۔ اس درجے مین صرف دو سیٹون پر دو یوروپین لیڈیان آرام کر رہی تھین۔ نیچے کی ایک سیٹ بالکل خالی تھی۔ وہی پالنی دیوی کے تصرف مین آئی۔ چھوٹے پر ان کا مختصر سفری سوٹ کیس رکھ دیا گیا۔

ہم لوگون کو بڑی چپقلش مین بیٹھنا پڑا۔ سکنڈ کلاس پر مسافرون کی کثرت ہونے کی وجہ سے تیسرے درجے کا شبہہ گذرتا تھا۔ لیٹنا تو لیٹنا سنبھل کر بیٹھنے تک کی جگہ نہ تھی۔ کوئی شبہہ نہین کہ کام اہم نہ ہوتا تو مین اپنے ساتھیون کو سفر ملتوی کر دینے پر مجبور کرتا لیکن فرائض کا خیال اور کام کی اہمیت نے صبر و سکوت کی ہدایت کرتے ہوئے آگے قدم بڑھانے کا مشورہ دیا۔

جب تک پلیٹ فارم پر گاڑی کھڑی رہی ہم لوگ بھی اپنے رخصت کرنے والون سے باتین کرنے مین مصروف رہے۔ جب گارڈ نے لالٹین دکھاتے ہوئے گاڑی چھوٹنے کی سیٹی دی تو ہم لوگون نے میزبانون سے پُرتپاک مصافحہ کیا اور اپنے ڈبے مین آبیٹھے۔ گاڑی آگے کی طرف چل کھڑی ہوئی جب تک نظر کام کرتی رہی ہم لوگ ریشمی رومال ہلاتے رہے۔ ہمارے میزبان بھی پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے جوابی اشارہ کرتے رہے۔ چونکہ لیڈیز کمپارٹمنٹ ہماری گاڑی سے بہت قریب تھا۔ اس لئے مین پالنی دیوی کے سرخ ریشمی رومال کو ہوا مین متحرک دیکھ رہا تھا۔

چشم زدن میں ٹرین پلیٹ فارم کو چھوڑ کر گنجان جنگل میں داخل ہو گئی اور اُس کی روشنی دور کے چراغ کے مانند جھلملاتی سی دکھائی دینے لگی یہ منظر بھی آن واحد میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب جنگل اور آسمان پر چمکنے والے تاروں کے سوا کوئی چیز جاذب توجہ نہ تھی جب احمد آباد میں پانچ چھ مہینے گل رخان گجرات کی حسین صحبت میں گذارے تھے وہ دم بدم پیچھے چھوٹتا جاتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی دلچسپ خواب دیکھا تھا جو آنکھیں کھلتے ہی غائب ہو گیا ؏

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

دس بجے ہماری ٹرین روانہ ہوئی تھی دو بجتے بجتے نہ معلوم کتنے چھوٹے بڑے اسٹیشن چھوڑتی ہوئی فرسخوں دور نکل آئی تھی۔ ہر ایک ڈبے میں مسافر ضرورت سے کہیں زیادہ بھرے پڑے تھے ایسی بھیڑ اور کشمکش میں سونے کا خیال کرنا بھی قرین قیاس نہ تھا لیکن کسی نے بالکل سچ کہا ہے کہ سولی پر بھی نیند آتی ہے۔ تمام مسافروں نے اونگھنا اور نیند کے جھونکے لینا شروع کر دیے تھے۔ آہا! عجب مزیدار سماں تھا کوئی آڑا، کوئی ترچھا، کوئی ٹیڑھا، کوئی بکھرا، غرض جو جس حالت میں تھا اُسی طرح نیند کے نشہ میں اونگھتا نظر آتا تھا۔ چند نیند کے ماتے لوگ تو خواب شیریں میں سارے جسم کی طاقت صرف کر رہے تھے ٹرین کے آہنی پہیوں کی گڑگڑاہٹ پر ان کے خراٹوں کی آواز غالب آ چکی تھی۔

مسٹر جعفری نہ معلوم کیا سوچ رہے تھے وہ غور و فکر کی وجہ سے آنکھیں کسی طرف لگی ہوئی تھیں ہم تین ایسے ہی مسئلے حل کرنے میں

مصروف تھے۔ وہ کھڑکی سے لگے بیٹھے تھے جنگل کی طرف منہ تھا اور اگر کوئی ناواقف شخص انھیں اس حال میں دیکھتا تو سمجھ لیتا کہ وہ جگہ کی قلت سے برداشتہ خاطر ہو کر خیالات پریشان کو راستے کی فضا سے لطف اندوز ہو کر مجتمع کرنے کی سعی میں مشغول ہیں۔

میں اُن سے ذرا فاصلے پر تھا اس لیے کوئی بات چھیڑ کر انھیں اپنی طرف متوجہ کرنے سے قاصر رہا۔ وہ بھی میری جانب مخاطب ہوئے اسی طرح بدستور بیٹھنے لگا۔ ریل اپنے راستے پر سرپٹ منزل کی طرف دوڑی چلی جاتی تھی۔ ٹھیک دو بجے شب کو ٹرین ایک اسٹیشن پر رکی میں نے اتر کر مس پالسی داوی کی خبر لینا چاہی مگر اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے تک جانا اور اسے کھولنا ممکن نہ تھا۔ مسافروں کا اسباب بڑی بے ترتیبی سے دروازے کے پاس ڈھیر تھا۔ کئی آدمی بڑی بڑی پیٹیوں پر ڈیڑھ خمے حصے پڑے تھے۔ ناچار اپنے ارادے سے باز رہا۔

تھوڑی دیر میں گاڑی پھر منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔ اب مجھ پر بھی نیند کا غلبہ ہوا۔ ہر چند آنکھیں کھولنے اور بیدار رہنے کی سعی کی مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ میں نے دونوں آنکھیں مل کر نیند کو بھگانا چاہا۔ یہ سعی بھی نامشکور رہی۔ سامنے بیٹھے ہوئے مسٹر جعفری بھی متوالوں کی طرح جھونکے لے رہے تھے۔ میری آنکھیں بھی بند ہونا شروع ہوئیں اور تھوڑی دیر میں دنیا و مافیہا سے غافل ہو گیا۔

مجھے نہیں معلوم کتنی دیر سویا۔ مگر ایک عجیب پرلطف حادثے سے میری نیند اچٹ گئی۔ میرے برابر ایک گجراتی ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ غریب کو اتنا بھی موقع حاصل نہ ہوا کہ کھڑکی سے سر ٹکا کر کچھ

دیر آرام کر سکتا۔ اُس کے برابر ایک نوجوان شخص بیٹھا تھا۔ اُس کی وضع قطع گجراتیون سے مختلف اور بنگالیون سے ملتی جلتی تھی۔ شاید تجارتی ضرورت سے سفر کر رہا تھا۔ جوانی کی نیند تو مشہور ہے۔ جب بوڑھے بوڑھے بادۂ خواب سے سرشار ہو رہے تھے تو اس کا بدرجہ اولےٰ است ہو جانا قرین قیاس ہے۔ نہ معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ وہ بنگالی نوجوان جھونکا لے کر ادھیڑ گجراتی سے ٹکرا گیا۔ اُن کے سرون کا باہمی تصادم ایسا تھا جیسے مینڈھے ٹکر لڑتے ہین :

گجراتی غریب بالکل کنارے پر بیٹھا تھا ٹکر پڑتے ہی لڑکھڑا کر پائوندان مین گرا۔ گرتے وقت غیرارادی طور پر اس کے دونون ہاتھ اضطراری کیفیت سے پھیلے اور ایک ہاتھ نے میرے رخسار کو مس کیا ہر چند چوٹ تو بہت آئی لیکن اتفاقی واقعہ تھا۔ کوئی جواب نہ دے سکا بلکہ گجراتی صاحب کی مدد کو جھک گیا۔ وہ حضرت چادر مین گٹھری بنے پائون دان مین پڑے تھے اور اُٹھنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے بنگالی بھی اس واقعہ کے بعد ہوشیار ہو چکا تھا۔ ہم دونون نے بمشکل گجراتی صاحب کو پائون دان سے نکالا۔

جب وہ سنبھل کر بیٹھ چکے تو بنگالی نے معذرت شروع کی اس پر گجراتی صاحب کی خفت دیکھنے کے قابل تھی۔ موٹے موٹے ہاتھ پائون اور طویل قامت پر اُن کا شرمندگی و ندامت سے سمٹنا ایسا دلفریب سین تھا جسے ساری عمر فراموش نہین کیا جا سکتا۔ میرا تو خیال ہے اس وقت گجراتی کا جو موشن تھا اسے سینما کے ایکٹرون کے سوا شاید کوئی ادا نہین کر سکتا۔

بہرنوع اس واقعہ نے میری نیند کو غائب کر دیا ابھی تھوڑی رات باقی تھی لیکن مشرقی آسمان کی حالت بدل چکی تھی۔ رات کی سیاہی جلد جلد چھنٹ رہی تھی اور صبح کا دھندلکا پھیلنے لگا تھا۔ ہنوز تارون کا باغ کھلا ہوا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ ایک ایک دو دو تارے غائب ہونے لگے تھے۔

ہماری ٹرین آٹھ بجے بمبئی کے مشہور و معروف اسٹیشن پر جو عرف عام مین بوری بندر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے پہونچنے والی تھی لیکن ابھی اُسمے کم سے کم تین گھنٹے باقی تھے۔

احمد آباد مین ہی تحقیق ہو گیا تھا کہ ٹرین بجز خاص اسٹیشنون کے کہین قیام نہ کرے گی اس لیے مطمئن تھے کہ بمبئی کے سوا کہین اُترنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔

دیکھتے ہی دیکھتے سفیدۂ صبح نمودار ہو گیا۔ سراپردۂ مشرق سے شاہ خاور نے اپنی پُر جلال نگاہین ساکنان زمین کے ایوانون اور چراگاہون پر ڈالنا شروع کر دی تھین صحرائی درختون کی چوٹیان طلاکار معلوم ہونے لگی تھین۔ پہاڑیون کی چوٹیون پر قدرت نے چادر نور تان دی تھی۔ جو آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی اس کی نورانیت سے ریگ بیابان آفتاب ضو کرکے چمکنے لگی تھی۔ ٹرین کے مسافر بے چین نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہو کر حوائج ضروری سے فارغ ہو رہے تھے۔ جن لوگون کے ساتھ پانی تھا۔ انھون نے کھڑکیون سے سر نکال نکال کر دانت مانجنا اور کلیان کرنا شروع کر دی تھین۔ مسٹر جعفری بھی سنبھل بیٹھے تھے۔ نیند کم آنے کی وجہ سے اُن کی دونون آنکھین خون کبوتر کی طرح سرخ ہو رہی تھین میرے

سر پریشان تھے لیکن وہ چہرے کی شکستگی دور کرکے اپنے آپ کو ہشاش بشاش بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس مین کلام نہین کہ انھین اپنی طبیعت پر اچھا خاصہ قابو حاصل تھا۔ منتہائے تکلیف مین بھی اُن کی صورت پر ایک قسم کی رونق ہی نظر آتی تھی۔ پریشانیون کے موقعہ پر وہ ایسا مطمئن دکھائی دیتے کہ اگر کوئی اُن کی اس عادت سے بے خبر ہو تو وہ کبھی اُن کی تکلیفون کا یقین نہین کر سکتا تھا۔

چونکہ مین نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت مین گذارا انھا صعوبات سفر برداشت کرتے کرتے تکلیفین ضبط کرنے کی عادت سی ہو گئی تھی اس لیئے مجھے ایک رات کی ایذا نے کچھ زیادہ پریشان نہ کیا تھا۔

مسافرون کی اُٹھ بیٹھ سے اتنی جگہ ہو گئی تھی کہ مین اور مسٹر جعفری برابر برابر بیٹھ سکے۔ انھون نے جیب سے سگار کیس نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

**مسٹر قصری!** گذشتہ رات بھی ہماری سوانحعمری مین یادگار ہے۔ جہان تک غور کرتا ہون اس سے پہلے کبھی ایسے شدائد کا سامنا نہین کرنا پڑا تھا۔

**مین** (سگار سلگاتے ہوئے) بیشک! آپ کو بہت زیادہ زحمت ہوئی ہوگی۔

**جعفری**۔ اور آپ کو؟

**مین**۔ مین نے اس سے زیادہ کشمکش دیکھی ہے۔ اس لیئے

کچھ زیادہ تکلیف محسوس نہین ہوئی۔

جعفری۔ نہ معلوم مس پالنی دیوی کا کیا حال رہا۔

مین۔ اُنھون نے ساری رات سوکر گذاری ہوگی۔ اس ٹرین کے مسافرون مین مردون کی تعداد زیادہ تھی زنانے ڈبے مین دو یوروپین لیڈیون اور مس پالنی دیوی کے سوا کوئی سواری نہ تھی۔

جعفری۔ کیا آپ نے شب مین کسی وقت جاکر دیکھا تھا؟

مین۔ نہین۔ ایک دفعہ مین نے قصد کیا تھا۔ لیکن اسباب کی بے ترتیبی اور سونے والون کی بے ڈھنگی سے ناکام رہا۔

جعفری۔ (گھڑی دیکھ کر) بمبئی پہنچنے مین ایک گھنٹہ کی دیر ہے (کھڑکی سے جھانک کر) شاید مس پالنی دیوی ابھی تک استراحت کر رہی ہین بیدار ہوئی ہوتین تو کھڑکی کے قریب ہونے کی وجہ سے خود یا ہاتھ یا ساڑی کا آنچل وغیرہ ضرور نظر آتا۔

مین۔ ضعف و ناتوانی مین نیند زیادہ آتی ہے اور طبی اصول سے یہ نیند مفید بھی خیال کی جاتی ہے بہت ممکن ہے آپ کا خیال درست ہو۔

جعفری۔ مجھے یکایک ایک متوحش خیال نے پریشان کر دیا ہے؟

مین۔ خیر تو ہے؟

جعفری۔ قریشہ بڑی چالاک عورت ہے۔ ساتھ ہی ہم لوگون کی نگرانی مین ہمہ تن مصروف ہے اُس نے کسی مصلحت سے ایک دفعہ مس پالنی دیوی کو اپنی محافظت مین لے رکھا تھا۔ لیکن

میں ایک انوکھی چال کھیل کر اُدھر سے نکال لایا۔ کیا اس سفر میں اُس نے
کوئی کوشش نہ کی ؟

میں۔ قریشہ کی سی فطرتی عورت سے کوئی کام بعید نہیں۔ تاہم دو یوروپین لیڈیوں کی موجودگی میں کوئی حریفانہ کارروائی اتنی آسان نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ پالنی دیوی بچہ نہیں جسے منہ بند کرکے گود میں اٹھا کے جایا جا سکے یا باتوں میں بہلا پھسلا کر رام کر لیا جائے۔

جعفری (بےصبری سے): اس وقت آپ ایسی ناتجربہ کاری کی باتیں کر رہے ہیں کہ مجھے حیرت ہوتی ہے۔ اول تو یہی کون کہہ سکتا ہے کہ دونوں لیڈیاں حقیقت میں یوروپین خاتونیں ہیں؟ بالفرض اُنھیں یوروپین لیڈیاں مان بھی لیا جائے تو قریشہ کی کارروائیوں کو کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟

میں۔ (نادم ہو کر) ہاں یہ خیال بالکل درست ہے جو عورت سیکڑوں کے مجمع میں آکر صاف نکل جانے پر قادر ہو اُس کے لیئے دو عورتیں کیا چیز ہیں؟

جعفری۔ میں نے بڑی غلطی کی کہ پالنی دیوی کو لیڈیز کمپارٹمنٹ میں تنہا بٹھا دیا۔ تکلیف تھی یا راحت اُسے ساتھ ہی رکھنا چاہیئے تھا لیکن اب غلطی کا کوئی علاج نہیں۔ وہی مثل ہے کہ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلۂ خود باید زد

ٹرین جلد جلد بمبئی کے چھوٹے اسٹیشنوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی جنکشن کی طرف بڑھ رہی تھی۔ شہر کی پرشکوہ وفلک بوس عمارتیں سامنے سے آتی اور جھلک دکھاتی ہوئی پیچھے چھوٹ جاتی تھیں۔

ہم دونوں مس پالنی دیوی کے خیال میں سر بہ گریباں تھے۔

مسٹر جعفری کی باتوں نے خطرے کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ واقعی! ہم لوگوں نے ایسی فاش غلطی کی تھی جو فن سراغرسانی کا طفل مکتب بھی نہیں کر سکتا تھا۔ قریشہ سی چالاک حریف کا علم رکھتے ہوئے بھی پالنی دیوی کو تنہا چھوڑ دینا اور ساری رات خبر نہ لینا معمولی بات نہ تھی۔ مگر جو ہونا تھا ہو چکا۔

ٹرین بمبئی کے مشہور اسٹیشن پر جا ٹھہری۔ مسافر اتر اتر کر گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ بڑے اسٹیشنوں پر جو مناظر دکھائی دیتے ہیں وہی تماشہ یہاں بھی تھا۔ اگر فکروں میں آلودہ نہ ہوتے تو ہم لوگوں کو یہاں کی سیر میں اچھی تفریح حاصل ہو سکتی تھی لیکن ع

دل گیا اور اداس ہو کہ زمانہ اداس ہے

ڈبے سے باہر نکلتے ہی ہم دونوں مس پالنی دیوی کے کمپارٹمنٹ کی طرف لپکے۔ مجھ سے پہلے مسٹر جعفری دروازہ کھول اندر داخل ہوئے سارا کمپارٹمنٹ۔ عاشق مہجور کی آغوش کے مانند خالی پڑا تھا۔ دونوں لیڈیوں کا پتہ تھا۔ نہ پالنی دیوی نظر آتی تھی۔ اسباب بھی موجود نہ تھا۔ البتہ جس سیٹ پر مس پالنی دیوی آرام کر رہی تھی اس پر ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا تھا۔ مسٹر جعفری نے چیل کی طرح جھپٹا مار کر اس ٹکڑے کو اٹھایا اس پر گجراتی زبان میں حسب ذیل عبارت تحریر تھی۔

مسٹر جعفری! بہت بہت شکریہ۔ آپ جس صورت سے میری امانت لے گئے تھے اسیطرح واپس کر گئے۔ کوشش و تلاش فضول اور غم و غصہ بے کار ہے۔ ہمت کیجئے۔ "آپ کی ممنون قریشہ"

# باب (۳) تیسرا

## "اسیری"

مسٹر جعفری کو پرچہ پڑھتے ہی سکتا سا ہو گیا۔ اُف! جنس لطیف کی عیاریان! خدا پناہ مین لکھے مسٹر جعفری جسکے عدیم النظیر کارنامون سے صرف بمبئی ہی نہین بلکہ ممالک یورپ کے کاردان لوگ بھی بیخبر نہین تھے۔ اس کا نام گرامی شہرت کے پر پیدا کر کے سات سمندر پار جا پہونچا تھا۔ نہ معلوم کتنے ارادت مندون کا عقیدہ تھا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ مین بھی اس کا جواب دینے والا مشکل سے نکل سکے گا۔ لیکن صنف نازک کی ایک فرد نے اس کی عمر بھر کی نیک نامی پہ پردہ ڈال دیا۔

جعفری کو بالکل ہوش نہ تھا۔ اس کی حالت سقیم ہو رہی تھی۔ کھلا ہوا پرچہ ہاتھ مین، نگاہین تحریر پر لیکن طائر ہوش و حواس نہ جانے کس عالم مین پرواز کنان تھا؟

مین نے قریب جا کر اس کے شانے کو حرکت دیتے ہوے تسلی آمیز عنوان سے کہا:۔

مسٹر جعفری! اب رنج و غم سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ چالاک حریف اپنا وار کر گیا۔ یہان ہکا بکا کھڑے رہنے سے دیکھنے والے مضحکہ کرینگے

بہتر ہوگا اگر اِس گمشدگی کے معاملہ مین سکوت اختیار کرتے ہوئے مکان چلین اور اطمینان سے بیٹھ کر صلاح مشورہ سے کوئی تجویز سوچین۔

جعفری، میری آواز سن کر اس طرح چونک پڑا جیسے کسی خوفناک خواب دیکھنے کے بعد آنکھ کھلی ہو۔ اُس نے غم و ندامت کے مخلوط انداز سے کہا۔

جعفری۔ مسٹر قصری! کیا آپ نہین سمجھ سکتے کہ اس خوبصورت چھوکری نے اپنی عیاری سے مجھے کسقدر نقصان پہونچایا ہے؟ کاش یہ زک مین کسی نامی گرامی بدمعاش کے ہاتھون پہونچتی تو اتنی شرمندگی نہ ہوتی۔ اب تو مجھے ڈوب مرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہین آتا۔ مین نے بیشمار خطرات جھیل کر اور جان ہتیلی پر رکھ کر جو ناموری و شہرت حاصل کی تھی وہ ایک ناچیز عورت نے خاک مین ملا دی اب مین کیا صورت لے کر اپنے افسران بالا کے سامنے جاؤن گا؟ ان کے شرمندہ کُن سوالات کا کیا جواب دون گا۔ بار بار دل مین آتا ہے منھ کالا کر کے کسی ایسے مقام پر جا کے بیٹھ رہون جہان کسی کو میری اطلاع نہ ہو سکے۔

مین نے تسلی آمیز گفتگو سے تا مقدور اس کے خیالات مین تبدیلی پیدا کرنے کی سعی کی جس سے یہ دعوے تو نہین کر سکتا کہ اس کا رنج ناکامی مٹا دیا البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس کے زخم خوردہ دل کو بہت کچھ ڈھارس ہو گئی اور وہ اس قابل ہو گیا کہ کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر واقعات پر غور و خوض کر سکے۔

ہم دونون نے اپنا مختصر اسباب قلی پر لدوایا اور گیٹ کیپر کو ٹکٹ دے کر پلیٹ فارم سے باہر نکلے۔ ایک ٹیکسی کرایہ کی اور اب یہ سوال

آپڑا کہ کہاں جانا چاہیئے؟
جعفری تھانے جانا اور اپنی ناکامی کی داستان سنانا پسند نہ کرتا تھا اس باب مین، مجھے بھی اس کی رائے سے اتفاق کلّی تھا۔ مصلحت وقت یہی تھی کہ ہم لوگ اپنے ظاہر کیئے بغیر قریشہ کے حالات معلوم کرنے کی سعی کرین۔ چنانچہ تھوڑی ردّ و قدح کے بعد یہ قرار پایا کہ ہم لوگ بجائے تھانے یا مکان جانے کے تاج محل ہوٹل مین قیام کرین اور باہمی مشورت کے بعد جو تجویز مناسب و موزون معلوم ہو اس کے مطابق کام شروع کر دین۔
شوفر کو تاج محل ہوٹل چلنے کا حکم دیا گیا۔ تھوڑی دیر مین ہماری موٹر کالی بمبئی کی بارونق بازارون سے گذرتی ہوئی اپالو بندر پر ہوٹل کی برساتی مین جا کھڑی ہوئی۔ ہم لوگ موٹر سے اُتر پڑے۔ چپراسی نے بڑھ کے اسباب اُتار لیا۔ کرایہ دیکر انکوائری آفس مین آئے۔ اور ابتدائی مراحل طے کرنیکے بعد تیسری منزل کے ایک کمرے مین پہونچا دیئے گئے جہان ضرورت کے موافق آرام کا جملہ سامان مہیا تھا۔ سب سے پہلے ہم لوگون نے غسل کر کے راہ کی کثافت دور کی پھر کپڑے تبدیل کر کے اس جھروکے کے پاس جا بیٹھے جہان سے سمندر کا فرح ناک نظارہ پیش نگاہ ہو جاتا ہے۔
جعفری کی طبیعت نسبتہً بحال تھی غسل کے بعد سے چہرے پر سابقہ شادابی اور فطری اطمینان نظر آنے لگا اس کی نگاہین سمندر کی اُن موجون پر لگی ہوئی تھین جو سفید برف کے پہاڑ کی طرح دور سے چلتین اور ساحل تک آتے آتے مختصر ہو جاتین۔ کنارے سے ٹکراتین اور جھاگ اُڑا کہ پشتے پر کھڑے ہونے والون کے کپڑے نم کر جاتین۔

کم و بیش نصف گھنٹے تک وہ اسی سیر میں منہمک رہا۔ اس درمیان
مین اُس نے میری جانب ذرا بھی التفات نہ کی۔ مین نے بھی اُس کی
تفریح مین دخل دینا مناسب نہ سمجھا۔ آرام کرسی پر پاؤن پھیلائے سگار
نوشی مین مصروف رہا تیس منٹ گذرنے کے بعد اُس نے دریا کی جانب
سے نگاہین ہٹاتے ہوئے مجھ سے کہا۔

**مسٹر قصری!** مین خیال کرتا ہون کہ قریشیہ اپنے محبوس کو لیئے ہوئے
بمبئی آئے گی اور میرے حالات دریافت کرنے کے بعد کوئی نئی چال چلنے
کی کوشش کرے گی۔

**مین۔** یقیناً ایسا ہی ہوگا۔

**جعفری** یہ ظاہر ہے کہ اپنی تجویز پوری کرنے کے لیے اُسے
ایک ٹرین مس کرنا پڑی ہے۔ لہذا شام کی ٹرین سے اُسے بمبئی پہونچنا
چاہیئے۔

**مین** بیشک۔ بشرطیکہ وہ کسی اور طرف کا رُخ نہ کرے بمبئی
ہی آنا چاہے (رک کر) لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کسی اور اسٹیشن
پر اُترے گی۔

**جعفری** (غور کرتے ہوئے) ایک طرح آپ کا خیال صحیح بھی
ہوسکتا ہے مگر......... مگر

جملہ ناتمام چھوڑ کر اس نے دونون ہاتھون کی ہتیلیون پر سر رکھ کر
اس طرح غور کرنا شروع کیا جیسے کوئی فطری شاعر کسی پیچیدہ مضمون کو
الفاظ کے شکنجے مین مقید کرنے کی دماغی کوشش کر رہا ہے اس کا
چہرہ جلد جلد رنگ بدلنے لگا چند منٹ کے بعد اس کی متوحش حالت

روبہ اصلاح ہو گئی اور اُس نے میری آنکھوں مین آنکھین ڈال کر کہا۔

ہمارا یہ خیال سر سے پانون تک مہمل ہے۔ قریشہ کی عقل و ذہانت ہرگز اس کی مقتضی نہین کہ وہ ریل پر سفر کرے۔

مین (مسکرا کر) تو کیا ہوائی جہاز (طیارہ) کے ذریعہ بمبئی آنے کی سعی کرے گی؟

جعفری (سنجیدگی سے) نہین، بلکہ وہ موٹر کار پر یہ مسافت طے کرے گی۔

عجب نہین جو اب تک بمبئی پہنچ گئی ہو۔ ہمین یہان پہونچے تقریبًا دو گھنٹے ہو گئے اتنا وقت موٹر کار اور ریلوے رفتار کو برابر کر دینے کے لیے بہت کافی ہے۔

اب میری سمجھ مین بھی آ گیا کہ جعفری جو کچھ کہتا ہے بالکل صحیح ہے قریشہ یقینًا ایسا ہی کرے گی۔ اگر ہم لوگ اتنا وقت ضایع کرنے کے بدلے ابتدا ہی مین یہ قیاس کر لیتے تو شاید اب تک کوئی مفید تدبیر بھی ذہن نشین ہو سکتی تھی۔ تاہم اب بھی کوشش سے روگردانی خوب نہین یہ سوچکر مین نے کہا۔

مین۔ پھر آپ کی کیا راے ہے؟

جعفری۔ اگر آپ تھوڑی تکلیف گوارا کرین تو ایک انتظام ہو سکتا ہے۔

مین۔ جناب؛ مجھے اس مقدمہ مین اس درجہ دلچسپی پیدا ہو چکی ہے کہ کئی موقعون پر اپنی جان کی بھی پروا نہین کی ہے آپ ذرا سی تکلیف کو سے کہتے ہین۔

جعفری۔ احسان کو تو آپ پہچانتے ہی ہین۔ مہربانی کر کے میرے مکان چلے جائیے۔ اور اُسے میرا نام لے کر یہان بلا لائیے۔

مین نے بغیر کچھ کہے ہوئے باہر جانے کے کپڑے پہنے اور ہوٹل سے نکل کر جعفری کے مکان روانہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر مین وہان پہونچ گیا حسن اتفاق سے احسان بھی اُسی وقت کہین جانے کے لیئے گھر سے نکل رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا اور جھپٹ کر قریب آیا۔ رسمی صاحب سلامت اور مزاج پرسی کے بعد میرے بمبئی آنے کے متعلق سوالات کرتے ہوئے اپنے آقائے مہربان کی خیریت دریافت کی۔

مین۔ وہ بخیریت ہین، آج ہی صبح ہم لوگ بمبئی پہونچے ہین۔ کسی خاص سبب سے اپنی آمد کی خبر مخفی رکھنا چاہتے ہین۔ مجھے مسٹر جعفری نے اس لیے بھیجا ہے کہ مین تمھین فی الفور اپنے ساتھ ان کی خدمت مین لے چلون۔

احسان نے غور سے میری طرف دیکھا۔ دل ہی دل مین کچھ سوچا اس کے بعد بلا پس و پیش ہمراہ ہو لیا۔ مین اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے اُلٹے پاؤن ہوٹل واپس ہوا اور پورے تیس منٹ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ احسان کو ساتھ لیئے اپنے کمرے مین داخل ہو گیا۔

جعفری۔ کہو احسان! کیا حالات ہین؟

احسان۔ کوئی جدید بات قابل ذکر نہین ہے۔ کنور صاحب کے متعلق جو معلومات فراہم کی تھی وہ بذریعہ ٹیلیگرام ارسال خدمت کر دی تھی۔

جعفری۔ کیا تمھین اس خوبصورت لڑکی کے متعلق بھی کچھ

دریافت ہوا جو اپنے آپ کو قریشیہ کے نام سے مشہور کر رہی ہے۔

احسان۔ بالکل نہین، مین نے آج تک کسی ایسی قریشیہ کا نام بھی نہین سنا جو ہمارے کامون کی مدعی ہو۔

جعفری۔ اگر نام نہین سنا ہے تو اب بہت جلد سُن لوگے (تمام واقعات بیان کر کے) میرا خیال ہے کہ وہ موٹر کار پر بیٹھکر عنقریب بمبئی آنے والی ہے۔

احسان۔ مجھے جو حکم ہو اُس کی تعمیل کرون۔

جعفری۔ تم ہوشیار آدمی ہو۔ پندرہ سولہ برس سے میرے ساتھ ہو اور فن سراغرسانی کو سمجھنے لگے ہو۔ اس لیے کسی خاص ہدایت کی ضرورت نہین۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم بہ تبدیل ہیئت ناکے پر موجود رہو اور جب اس موٹر کو دیکھو تو تعاقب کر کے مزید حالات معلوم کرو۔ اُس کی سواریان جہان مقیم ہون اُسے خوب یاد کر کے مجھے مطلع کرو۔ پھر جو کچھ مناسب وقت ہوگا اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

احسان نے خادمانہ انداز سے سر تسلیم خم کیا اور رخصت ہو کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہم لوگ آرام لینے اور ایک رات کی تکان مٹانے مین مصروف ہو گئے۔

سارا دن خواب استراحت مین گذرا تھوڑے دن رہے آنکھ کھلی تو طبیعت چاق تھی۔ آفتاب کی سنہری کرنین سمندر کی بے چین موجون سے گلے مل مل کے رخصت ہو رہی تھین۔ ہم لوگ ہاتھ منھ دھو کر کھڑکی کے قریب آ بیٹھے۔ سگار سلگائے، اور اس سے شغل کرتے ہوے احسان کے انتظار مین غرق ہو گئے۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ دروازے پر

کسی کی دستک سنائی دی۔ ہم لوگوں کو احسان کا خیال لگا تھا۔ فوراً دریافت کیا۔

کون ہے؟

مین انکوائری آفس سے آیا ہون۔ مسٹر جعفری کو کوئی ٹیلی فون پر بلا رہا ہے۔

ہم لوگ فوراً کمرے سے نکل کر ہوٹل کے انکوائری آفس پہونچے ایک طرف ٹیلی فون لگا ہوا تھا۔ مسٹر جعفری نے رسیور اُٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

کون؟

مین ہون احسان۔

اچھا کہو کیا خبر ہے؟

موٹر کار کا پتہ مل گیا۔

ہان یہ تو بہت اچھا ہوا۔ سواریان پوری ہین یا کمی و زیادتی ہو گئی ہے؟

کمی و بیشی نہین ہوئی۔

تم کہان سے بول رہے ہو؟

بائی کلہ اسٹیشن کے قریب سے۔ فوراً تشریف لائیے۔ آپ کی تشریف آوری تک پوری نگرانی رکھون گا۔

ابھی آتا ہون۔ کہہ کر جعفری نے رسیور ہاتھ سے رکھ دیا اور کلرک کی شکرگذاری کرتا ہوا۔ اپنے کمرے مین واپس آیا۔ مین بھی پیچھے تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر جعفری نے اپنا بکس کھول کر ضروری چیزیں نکالیں ریوالور میں کارتوس بھرے اور جلد جلد چلنے کی تیاری کرنے لگا۔

میں۔ کیا مجھے بھی تیار ہو جانا چاہیے؟

جعفری۔ نہیں۔ آپ میرے آنے تک یہیں موجود رہیئے۔

میں۔ ایک سے دو آدمیوں کا ہونا اچھا ہے ممکن ہے ضرورت پڑنے پر ذرا ظہور مدد کر سکوں۔

جعفری۔ نہیں مسٹر قصری! ساتھ چلنے کے بجائے ہوٹل میں آپ کا قیام زیادہ مفید ہو گا۔

میں۔ عجیب بات ہے؟

جعفری۔ وہاں احسان موجود ہے، اس سے کام لوں گا۔ چونکہ میرے پاس کوئی وارنٹ موجود نہیں اور ممکن ہے گرفتار کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔ اگر آپ ہوٹل میں موجود رہیں گے تو میں ٹیلی فون کے ذریعہ سے بات چیت کر کے پولیس کی امداد حاصل کروں گا اور یہ کام آپ ہی کے ہاتھوں انجام پذیر ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ آپ تمام واقعات سے مطلع ہیں۔

میں نے سکوت اختیار کیا مسٹر جعفری اپنی مہم پر روانہ ہو گئے میں نے دیکھا کہ چلتے وقت ان کے پُر وجاہت چہرے پر کامیابی و فتح کی مسرت کھیل رہی تھیں۔ اگرچہ انھوں نے اپنی زبان سے کامیابی و ناکامی کے متعلق کوئی لفظ نہیں کہی تھی پھر بھی روشن آنکھوں سے خوشی کے آثار ٹپک رہے تھے۔

وہ ہوٹل سے نکلے۔ میں کھڑکی سے دیکھ رہا تھا کہ انھوں نے

راستے پر آتے ہی ایک موٹر کار کرایہ کی۔ شوفر نے پٹ کھولا۔ وہ پائیدان پر پاؤں رکھ کر اندر جا بیٹھے۔ پھر ان کے مسکراتے ہوئے لبوں کو جنبش ہوئی اور بائی کلہ کی جانب موٹر کار روانہ ہوگئی۔

میں نہیں بیان کر سکتا کہ کیا وجہ تھی؟ لیکن خود بخود اندر سے میرا دل بیٹھا جاتا تھا۔ جس راستے میں مسٹر جعفری نے قدم رکھا تھا ان کے نزدیک کتنا ہی آسان کیوں نہ ہو۔ لیکن مجھے خطروں سے بھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ کوئی نامعلوم شخص میرے کان میں کہہ رہا تھا کہ "جعفری کو بھی وہی قفس نصیب ہوا جس میں شب گذشتہ چمنستان حسن کی قمری (پالنی دیوی) بند کی گئی ہے۔

میں دھڑکتے ہوئے دل اور لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں سے پھر اسی کرسی پر آبیٹھا جہاں اپنے دوست جعفری کے ساتھ سگار نوشی کرتے ہوئے سمندر کا نظر کش سماں دیکھ رہا تھا۔

جعفری کو گئے دو گھنٹے گذر گئے تھے اور اب چراغوں کا وقت تھا۔ ساحل پر تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ پارسی لیڈیاں حسین تتلیوں کی طرح ساریاں پھڑکاتی پھرتی تھیں۔ ان میں ہر عمر، ہر طبقے کی خاتونیں تھیں۔ غریب۔ امیر۔ خوش منظر و بدصورت، بوڑھی، جوان سب کے دلوں میں سیر کا شوق یکساں طور پر موجود تھا۔ امر حق تو یہ ہے کہ ان خوش جمالوں نے اپنی چہل پہل اور دلفریب اداؤں سے ساحل کے اس حصے کو رشک پرستان بنا رکھا تھا۔

ان کے پہلو بہ پہلو پارسی۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ یوروپین اور ہندوستانی عاشق مزاج۔ حسن پرست اور شوقین طبع مرد بھی حسن کی گرمی سے

آنکھیں سینکنے کو جمع ہو گئے تھے۔ ان کی اشتیاق آمیز نظریں خاتونوں کے جمیل چہروں کی بلا گرداں ہو رہی تھیں۔ غرض یہ ہے کہ عجیب مزیدار منظر تھا جسے دیکھنے کے بعد یہ کہے بغیر رہنا دشوار تھا ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

بار بار دل کہتا کہ "اس پنجرے سے نکل کر ساحل سمندر کی کھلی فضا میں چلو اور خالق ارض و سماوات کی اس حسین و دلفریب مخلوق کے حسن کا قریب سے نظارہ کر کے تشنگی شوق پوری کرو۔ لیکن فرائض کا خیال دامن گیر ہو جاتا۔ فوراً کانوں میں جعفری کی آواز آنے لگتی۔ معلوم ہوتا وہ تاکیداً کہہ رہا ہے "خبردار کمرے سے باہر قدم نہ نکالنا۔ یہاں سے ہلے اور بنا بنایا کام بگڑا۔" خیالی آنکھیں بالنی دیوی کی مایوس صورت پر جا پڑتیں جو اپنے آزار رسانوں کی قید سخت میں زندگی کے ناخوشگوار ایام بسر کرنے پر مجبور ہوئی ہے۔ اس کی خیالی آواز فریاد کناں سنائی دیتی گویا وہ زبان بے زبانی سے کہہ رہی ہے کہ "مجھے اس مصیبت سے بچاؤ، میری مدد کرو۔ چندے خبر نہ لی گئی تو ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر مر جاؤں گی اس کی صہبائے شباب سے متوالی آنکھیں پر آب ہو جاتیں اور میری زبان پر کسی شاعر کا یہ شعر جاری ہو جاتا ؎

کس طرح دیکھ سکیں کوئی حسین روتا ہے
ہو بناوٹ سے بھی رونا تو قلق ہوتا ہے

اپنے خیالات کے بیان سے کہاں تک سمع خراشی کروں مختصر یہ ہے کہ چار و ناچار اس پنجرے (کمرے) کے چاک (کھڑکی) سے صناع

حقیقی کی صنعتوں کو دیکھتا اور دل ہی دل مین عشعش کرتا رہا آہستہ آہستہ روشنی پرتاریکی چھاگئی۔ آفتاب نے چادر آب مین منہ چھپالیا سارا ساحل برقی روشنی سے بقعۂ نور بن گیا۔ چراغ جلنے سے پہلے جو مجمع تھا رفتہ رفتہ چھٹنا شروع ہوا اور گھنٹے آدھ گھنٹے مین صرف وہی لوگ باقی رہ گئے جنھین کسی مخصوص غرض نے تنہائی کا منتظر کر رکھا تھا

ہوٹل کا خانساماں چائے کی کشتی رکھ گیا تھا لیکن مین دریا کی سیر اور دلی خیالات مین کھویا ہوا تھا۔ خانساماں کے آنے اور کشتی رکھ کر واپس جانے کی مطلق خبر نہ ہوئی تھی۔ چراغ جلنے کے بعد جب وہ دوبارہ کشتی لے جانے کے لئے کمرے مین داخل ہوا اور اُسے بجنسہ اپنی جگہ پر پایا تو ادب آموز عنوان سے عرض کی۔

"کیا چائے نوش نہ فرمائیے گا"

مین (ٹالتے ہوئے) نہین اس وقت چائے نہ پیون گا۔ کشتی لے جاؤ، اور ہان، میرے نام ٹیلی فون آنے والا ہے۔ انکوائری آفس مین کہدینا کہ ایک منٹ کی بھی تاخیر کئے بغیر فوراً خبر دی جائے بڑا ضروری ٹیلی فون ہے۔ سمجھ گئے نا؟

خانساماں نے اثبات کے طریقے سے سر کو جنبش دی اور کشتی اٹھا کر جانے لگا۔ ابھی دروازے سے باہر بھی نہ ہوا تھا کہ مین نے روک کر کہا۔

"شاید شب کو کھانے پر بھی نہ آسکون گا، اس لیئے میرا کھانا اسی کمرے مین بھجوا دینا۔ اس نے پھر پہلے کی طرح سر کو جنبش دی اور جانے لگا مین نے پھر روکتے ہوئے کہا۔

مجھے شام کے اخبار کی ضرورت ہے (اکنی دیتے ہوئے) یہ لیتے جاؤ اور فوراً اخبار دے جاؤ۔ بلکہ اخبار فروش سے کہہ دو کہ جب تک مین یہان قیام پذیر ہون دو وقتہ اخبار دے جایا کرے۔

خانساماں نے اکنی لی اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اخبار لیئے ہوئے آیا۔ مین نے اُس کے ہاتھ سے اخبار لیا اور لیمپ کے سامنے بیٹھ کر مطالعہ مین مصروف ہو گیا۔ مختلف خبرین۔ مختلف نوٹس۔ مختلف آرٹکل پڑھے۔ کان دروازے کی جانب تھے۔ گمان تھا کہ عنقریب انکوائری آفس سے کوئی بلانے آتا ہو گا لیکن یہ خیال ہی خیال تھا۔ مسٹر جعفری کا ٹیلی فون نہ آنا تھا نہ آیا۔

رات کے نو بج گئے۔ میرے حکم کے مطابق کھانا کمرے مین آ گیا مسٹر جعفری کا ٹیلی فون نہ آنے سے سخت پریشانی تھی۔ بھوک بھی غائب تھی اس لیئے کھانا اسی طرح رکھا رہا۔ اخبار کا حرف حرف پڑھ ڈالا یہان تک کہ رات کے بارہ بج گئے اور ٹیلی فون نہ آیا نہ خود مسٹر جعفری آئے اب مجھے ایک طرح کی الجھن سی پیدا ہو گئی۔ دشمن چالاک ہے چند مرتبہ دھوکا دینے سے حوصلہ بھی بڑھا ہوا ہے نہ معلوم کیا چال کھیلا۔ کہین مسٹر جعفری خود تو نہین پھنس گئے؟ احسان بھی تو ساتھ ہے۔ وہ بھی گرفتار ہو گیا ہو گا۔

عجب مخمصے مین جان تھی نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ہوٹل مین خاموش بیٹھا رہتا ہون تو معلوم نہین مسٹر جعفری پر کیا گذری خود تلاش کرنے نکلتا ہون تو یہ خیال روکتا ہے کہ اگر جعفری نے ٹیلی فون دیا تو تعمیل کون کرے گا۔

انھین خیالات مین الجھا ہوا آدھی رات تک کروٹین بدلتا رہا۔ پھر نیند آگئی اور غافل سو گیا۔

دوسرا روز بھی اسی طرح شش و پنج مین گذرا۔ نہ تو جعفری کا ٹیلی فون ہی آیا نہ کچھ حال ہی معلوم ہوا۔ مشکل یہ تھی کہ جستجو کے واسطے ہوٹل سے نکل بھی نہ سکتا تھا۔ جعفری کی تاکید تھی کہ اس کے واپس آنے تک یہین انتظار کرون۔

یونہین کئی دن گذر گئے اور اب مجھے پورا پورا یقین ہو گیا کہ مسٹر جعفری نے حسین جاسوسہ کا حملہ کھایا اور اس کے پھندے مین پھنس گئے۔ مگر اب یہ فکر پیدا ہوئی کہ انھین کس جگہ اور کیونکر تلاش کرنا چاہیئے۔ احسان کے ٹیلی فون سے صرف اسقدر دریافت ہو سکا تھا کہ بائی کلہ اسٹیشن کے قریب موٹر کار کسی مکان مین داخل ہوئی ہے۔

بائی کلہ کوئی ایسی جگہ نہین جہان آسانی سے پتہ چل سکے۔ وہان گیا بھی تو بازار کی خاک چھان کر بے نیل مرام واپس ہونا پڑے گا۔

اسی تفکر مین تھا کہ چپراسی نے صبح کا اخبار لا کر دیا۔ مین تھکے ہوئے دماغ کو آرام دینے کی غرض سے اُسے پڑھنے لگا۔

# باب چوتھا (۴)

## مسٹر کاؤس مرزا

اخبار کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ایک معاملے کی جانچ کو لکھنؤ کے مشہور عالم ڈیٹیکٹو مسٹر کاؤس مرزا بمبئی آئے ہوئے ہیں انھوں نے جاسوسی کے کاموں میں جو عالمگیر شہرت و نیک نامی حاصل کی تھی وہ محتاج تعارف نہیں۔ ہندوستان کا بچہ بچہ ان کے نام نامی سے آگاہ تھا۔ ممالک غیر کے اخبار بین افراد بھی کاؤس مرزا کے کارناموں سے ناواقف نہ تھے۔ ان کے ماہر فن ہونے کی ادنےٰ دلیل یہ تھی کہ اہل اسکاٹ لینڈ جنھوں نے ساری دنیا کو اپنی کاروائی تسلیم کرادی ہے وہ بھی اکثر موقعوں پر اس ہندوستانی سراغرسان سے امداد کے طالب ہو چکے ہیں۔

جس زمانے میں، میں لکھنؤ کی شاہی یادگاروں کی تحقیق اور سیر میں مصروف تھا ایک مہربان کی بدولت ان سے شرف دست بوسی حاصل کر سکا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ کاؤس مرزا نہایت خلیق متواضع، بامروت اور ملنسار واقع ہوئے ہیں۔ وہ جس سے ملتے ہیں پورے خلوص کا ثبوت دیتے ہیں، انھیں احباب کا بڑا خیال رہتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ خاطر احباب خوش رکھنے کے واسطے

ذاتی نقصان برداشت کیا اور زبان سے ایک لفظ نہ نکالی۔

اس خبر نے میری پریشانیوں اور افکار کا خاتمہ کر دیا اور ایسا گمان ہونے لگا گویا ہماری کامیابی اسی وقت کی منتظر تھی اگر کاؤس مرزا نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تو حریفوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ انہیں چالاکوں سے سابقہ پڑا تھا۔

ادھر اس تقریب کے دل میں یہ فکر لگا رہتا تھا کہیں ایسا نہ ہو جیسے مصروفیتوں کی وجہ سے مسٹر کاؤس مرزا اس جھنجھٹ میں پڑنے سے انکار کر دیں۔ میں دیر تک اسی فکر میں غلطان پیچان رہا۔ آخر غور و خوض کے بعد یہ رائے قائم کی کہ کچھ بھی ہو مگر ایک دفعہ چل کے تقدیر آزمائی تو ضرور کرنا چاہیئے۔

رائے قائم کر کے کپڑے پہنے اور ہوٹل سے نکل کر باہر آیا اخبار ساتھ لے لیا تھا۔ اس میں کاؤس مرزا کی جائے قیام کا پتہ بھی تحریر تھا۔ ایک موٹر کار کرایہ کی اور سوار ہو کر شوفر کو چوپاٹی چلنے کا حکم دیا۔ موٹر روانہ ہو گئی اور کئی راستوں سے گذرتی ہوئی چوپاٹی پہونچ گئی۔ یہاں کاؤس مرزا کے بنگلے کا پتہ لگانا چند لمحوں کا کام تھا۔ ان کی شخصیت سے ہر شخص واقف تھا۔ دریافت کرتے ہی بنگلہ معلوم ہو گیا اور طرفۃ العین میں میری موٹر کار بنگلے کی برساتی میں جا کھڑی ہوئی۔ غلام گردش میں ایک چپراسی بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر موٹر کار کے قریب آیا میں نے ٹیکسی پر بیٹھے ہوئے اپنے نام کا کارڈ نکال کر دیا۔ وہ اسے لئے ہوئے چلا گیا اور چند دقیقوں کے بعد واپس آ کر بولا۔

"صاحب نے آپ کو سلام دیا ہے"

میں نے شوفر کو کرایہ دیکر ٹیکسی رخصت کی اور خادم کے ساتھ ہولیا مسٹر کاؤس مرزا ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ اُن کا عجیب و غریب کتا شیرا اُن کی کرسی کے پاس ہی آگے کی دونوں ٹانگوں میں سر ڈالے آرام کر رہا تھا مجھے دیکھتے ہی مرزا صاحب اٹھ کھڑے ہوئے جبلی عادت کے ماتحت کمال گرمجوشی اور تپاک سے مصافحہ کیا۔ اپنے برابر ایک گدے دار کرسی پر بٹھاتے ہوئے خندہ پیشانی کے ساتھ بولے۔

**مسٹر قیصری**۔ بہت دنوں بعد ملاقات ہوئی۔ وہ بھی بالکل اتفاقیہ طور پر۔ آپ تو لکھنؤ سے ایسا اُڑنچھو ہوئے کہ پھر کچھ حال ہی نہ معلوم ہوسکا اتنے دنوں تم کہاں رہے اور کیا کرتے رہے؟

**میں**۔ کیا عرض کروں؟ جہاں جہاں ہوائے سیر و سیاحت اُڑائے پھری وہاں وہاں رہا۔ ادھر پانچ چھ ماہ سے گجرات اور بمبئی بس انھیں مقاموں کی سیر کرتا پھرتا ہوں۔

**کاؤس مرزا**۔ نواب ضامن علی خان سے معلوم ہوا تھا کہ آپ کو گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کا بے حد شوق ہے۔ کبھی ایک جگہ جم کے قیام نہیں کرتے۔

**میں**۔ درست ہے۔ میرے تمام احباب اس فطرت سے آگاہ ہیں۔ میں خود اپنے اس جنون سے تنگ آگیا ہوں لیکن کیا کروں عادت ہو تو ترک بھی کی جائے لت کمبخت نہیں جاسکتی۔

**کاؤس مرزا**۔ یہ شوق برا نہیں۔ اگر مجھے زمانہ فراغت دیتا تو میں بھی آپ کی طرح خانہ بدوش زندگی اختیار کرتا (بات کا رخ بدلکر) ہاں اس وقت کیسے آنا ہوا؟

میں۔ اوّل تو اشتیاق ملاقات کچھ کم نہ تھا اور ..........،،
کاؤس مرزا۔ کہیئے کہیئے۔ میرے یہان کسی غماز کو بار نہین ملتا۔
مین۔ ادھر تھوڑے دنون سے ایک عجیب خطرناک مگر دلچسپ مصیبت مین گرفتار ہو گیا ہون۔ غالبًا آپ مسٹر جعفری سے تو واقف ہی ہون گے؟
کاؤس مرزا۔ کون جعفری؟ وہی نا جو محکمۂ تفتیش جرائم بمبئی مین انسپکٹر ہین۔
مین۔ جی ہان، وہی۔ وہ میرے قدیم عنایت فرما ہین۔ چونکہ اُنکے کارنامون سے تھوڑا بہت واقف بھی تھا اس لیے اُن کے پاس آکر عرض حال کی حسن اتفاق تھا کہ میرے عرض کرنے سے پہلے ہی انسپکٹر جنرل کے حکم سے اُس معاملے کی تفتیش اُن کے سپرد کی جا چکی تھی۔ اگرچہ انھون نے ادائے فرائض کی نیت کر لی تھی لیکن بعض ضروری کامون کی وجہ سے کارروائی کا آغاز نہین کیا تھا۔ میری درخواست پر انھون نے پیش پا افتادہ کامون سے فراغ حاصل کیا اور میرے ساتھ احمد آباد تشریف لے گئے (تمام واقعات دوھراکر) آج تیسرا روز ہے کہ ان کا پتہ نہین۔
کاؤس مرزا نے پورے انہماک سے میرا بیان سُنا اور درمیان درمیان مین سوال بھی کرتے گئے مگر اپنی صورت سے کوئی ایسی علامت ظاہر نہ کی جس سے مین کوئی نتیجہ نکال سکتا۔
سُن لینے کے بعد سگریٹ سے تواضع کی۔ خود بھی ایک سگریٹ سلگا کر لمبے لمبے کش چھوڑنا شروع کیے۔
ان کی مخصوص عادت تھی کہ جب کسی اہم معاملے کی نسبت

غور و فکر مین مبتلا ہوتے تو سگریٹ سے شوق کرتے جاتے۔

تھوڑی دیر تک وہ بالکل خاموش رہے۔ مین بھی چپ چاپ بیٹھا رہا۔ کچھ دیر کے بعد اُنھون نے مجھے مخاطب کیا۔

مسٹر قصری۔ آپ کے بیان کردہ واقعات نہایت عجیب بلکہ سحر کا کارخانہ معلوم ہوتے ہین۔ آپ نے بہت سچ کہا تھا کہ معاملہ جتنا خطرناک ہے اتنا ہی دلچسپ بھی ہے۔ خیر! مجھ سے یہ واقعات بیان کرنے سے آپ کا کیا منشا ہے؟

مین۔ مرزا صاحب! پیاسا کنوین کے پاس پیاس بجھانے جاتا ہے۔ مین بھی اسی غرض سے حاضر ہوا ہون۔ اگر آپ تھوڑی سی توجہ فرما دین تو حق دارون کو حق مل جائے اور ظالمون کو اپنے ظلمون کی سزا۔

کاؤس مرزا۔ مین احباب کے لیئے پوری کوشش صرف کرنے سے تامل نہین کرتا۔ اتنی عمر رضا جوئی احباب مین گذری ہے مگر یہ تصور کر لیجیئے کہ مین ایک ہون اور کام ہزارون جس کی خدمت نہ کرون وہی رنجیدہ ہوتا ہے۔ غالبًا آپ کو اطلاع ہو گی کہ بمبئی ایک ضرورت سے آنا ہوا ہے۔ جن کامون مین ہاتھ ڈال چکا ہون۔ انھین ملتوی کرنا بھی تو بداخلاقی مین داخل ہے۔

مین۔ بالکل صحیح ہے۔ مین زیادہ تکلیف نہ دون گا میرا صرف اتنا مقصد ہے کہ مسٹر جعفری حریف کی گرفت سے چھُڑا دیئے جائین۔

کاؤس مرزا۔ (ہنس کر) آپ نے اسے بالکل معمولی کام

تصور کر لیا ہے؟ حالانکہ یہ خیال بالکل صحیح نہین۔ اگر میرا قیاس غلط نہین تو مین کہہ سکتا ہون کہ انھین آزادی دلانا قریب قریب اُتنا ہی دشوار ہے جتنا اصلی مجرمون کو گرفتار کرنا۔

مین (مایوسی سے) پھر کیا کرنا چاہیئے؟ ہاتھ پر ہاتھ رکھ بیٹھتے بھی تو نہین بنتا۔

کاؤس مرزا۔ اس خیال سے مین اتفاق کر سکتا ہون (غور کر کے) ایک تدبیر ذہن مین آتی ہے۔

مین (بہ تعجیل) اور خدا نے چاہا تو وہ تدبیر کارگر بھی ہو گی۔

کاؤس مرزا۔ انشاء اللہ امید تو یہی ہے۔

مین۔ پھر خدا کے لیئے اس کام مین تامل نہ کیجیئے۔

کاؤس مرزا (مسکرا کر) قصری صاحب! ان معاملات مین پریشانی یا تعجیل سے کام نہین نکلتا۔ تمام باتون پر خوب سا غور کر لینا عین دانائی ہے جعفری کی اسیری اسی جلدی کی وجہ سے عمل مین آئی ہے۔ آپ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ دشمن نے کیل کانٹے سے درست ہو کر میدان عمل مین قدم رکھا ہے۔ اگر ہم تیار ہوئے بغیر اس کے مقابلے کو نکل کھڑے ہون گے تو یقیناً ناکامی اور رسوائی کا منھ دیکھنا ہو گا۔

مین۔ آپ کا یہ مشورہ بھی قابل قبول ہے مگر غور طلب یہ امر ہے کہ ہمین کون سی تیاری کرنا چاہیئے؟

کاؤس مرزا۔ آپ نے پنڈت شیوناتھ اور اعثم نامی کا تذکرہ کیا تھا۔ ہمین سب سے پہلے انھین تلاش کرنا چاہیئے۔

مین۔ اور مسٹر جعفری؟

کاؤس مرزا۔ ان سے بے فکر رہیئے۔ دشمن انھین نقصان پہنچانے کی جرأت نہین کر سکتے۔ ان دونون کے مل جانے سے اکثر راز منکشف ہوجائین گے اور ان کی مدد سے ہم اپنی تفتیش کا سلسلہ آگے بڑھانے کے قابل ہوجائین گے۔

مین۔ جس وقت تک ہم ان لوگون کو تلاش کرینگے ہمارا حریف جورون کے کلب پر قابض ہوجائے گا۔

کاؤس مرزا۔ اول تو ایسا ممکن نہین کیونکہ جس سلطانہ کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کے واقعات بتلاتے ہین کہ وہ انتہائی دلیر اور دانشمند خاتون ہے وہ مہارانی تارا بائی کے خزانے کے ساتھ ساتھ جورون کے کلب کی حفاظت سے بھی غافل نہوگی بالفرض حریف کسی انوکھی چال سے کلب پر قابض بھی ہوجائے تو اس قبضے سے ہمین رمقے نقصان نہین پہونچا سکتا۔ بلکہ ایک طرح کا فائدہ ہی ہوگا اور ہم لوگ اس کے ان حملون سے محفوظ رہین گے جو اس کی موجودگی سے وقتاً فوقتاً ہمارا راستہ کھوٹا کرتے رہین گے۔

مین۔ جو آپ کی رائے ہو وہی بہتر ہے لیکن ان دونون کو ڈھونڈنے کے واسطے ہمین احمد آباد کا سفر اختیار کرنا ہوگا۔

کاؤس مرزا۔ میری رائے مین بغیر اس کے چارہ نہین اس وقت آپ اپنی قیام گاہ واپس جائیے اور مجھے اپنا پتہ نوٹ کرا دیجے جائیے۔ فریدون (فریدون مرزا۔ کاؤس مرزا کا چھوٹا بھائی اور اسسٹنٹ) ایک ضرورت سے باہر گیا ہوا ہے۔ غالباً گھنٹہ سوا گھنٹے مین واپس آجائے گا۔ اگر آج ہی کام ہوگیا تو مین شام کی گاڑی سے احمد آباد روانہ

ہو جاؤن گا۔ آپ کو کچھ قبل سے مطلع کر دون گا۔ آپ سامان درست کرکے اسٹیشن پر مل جائیے گا۔

مین رخصت ہو کر چلنے لگا تو کہا مسٹر قصری! ضرورت پڑی تو ٹیلی فون پر بلاؤن گا لیکن ٹیلی فون فرضی نام سے دون گا۔

مین نے "بہت بہتر کہا" اور رخصت ہو کر باہر آیا۔ غلام گردش تک مرزا صاحب بھی رخصت کرنے آئے۔ بمبئی مین سواریون کی بہتات ہے۔ باہر آتے ہی موٹر مل گیا اور مین نے بجائے تاج محل ہوٹل آنے کے مسٹر جعفری کے مکان کا رُخ کیا۔ وہان پہونچ کر موٹر چھوڑ دیا اور دروازے پر جا کر دستک دی۔ معاً ایک دس گیارہ برس کا لڑکا دروازے پر آگیا۔ اس سے مین نے سوال کیا۔

کیا مسٹر جعفری مکان مین تشریف رکھتے ہین۔

لڑکا۔ وہ تو دس پندرہ دن سے زیادہ ہوا۔ باہر گئے ہوئے ہین ابھی تک کوئی خط پتر بھی نہین آیا ہے۔

مین۔ کوئی اور مرد مکان مین موجود ہے۔

لڑکا۔ تین روز ہوئے احسان بھی کہین غائب ہے۔

لڑکے کے بیان سے معلوم ہو گیا کہ مسٹر جعفری اور احسان دونون قریشہ کے پھندے مین پھنس چکے ہین ادھر سے مایوس ہو کر تاج محل ہوٹل روانہ ہوا۔ راستے مین دو تین دوکانون پر بھی گیا اور ہوٹل پہنچتے پہنچتے کم و بیش دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ دروازے مین قدم رکھتے جیسے ہی لفٹ کی طرف بڑھا۔ ویسے ہی چپراسی نے قریب آکر کہا۔

حضور کے پاس کہین سے ٹیلی فون آیا تھا۔ انکوائری آفس مین

ہو سے جائیے۔

میں جواب دیے بغیر انکوائری آفس میں آیا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ "احمد" نامی کسی شخص کا ٹیلی فون تھا۔ نوٹ بک میں اس کے نمبر نوٹ کر لیے ہیں۔ میں نے نمبر معلوم کر کے ٹیلی فون ملایا۔ تھوڑی ہی دیر میں مسٹر کاؤس مرزا نے ٹیلی فون پر آ کر کہا۔

مسٹر قیصری! فوراً مجھ سے مل جائیے۔ میں نے پہلے بھی ٹیلی فون دیا تھا۔ لیکن اس وقت تک آپ ہوٹل نہیں پہونچے تھے۔

"ابھی حاضر ہوا" کہہ کر الٹے قدموں چوپاٹی کی جانب چل کھڑا ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں مسٹر کاؤس مرزا کے بنگلے میں داخل ہو گیا مرزا صاحب اس وقت بھی لائبریری روم میں بیٹھے تھے۔ ان کے برابر فریدون مرزا کی کرسی تھی۔

فریدون مرزا ایک سبزہ آغاز نوجوان تھا۔ اس کے مزاج میں شوخی و ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بات بات میں کھل کھلا اٹھنا اس کی عادت میں داخل تھا۔ اس کی صورت سے سادگی و سادہ لوحی جھلکتی رہتی تھی۔ لیکن اس کی ذہانت کا وہی لوگ اندازہ کر سکتے ہیں جنھوں نے اس کے کارنامے پڑھے ہیں یا بچشم خود جاسوسیاں ملاحظہ کی ہیں۔ کاؤس مرزا سے قابل جاسوس نے اسے فن سراغرسانی میں اکمل بنا دیا تھا۔ لکھنؤ میں نواب ضامن علی خان کے دولت کدے پر مجھے چند مرتبہ فریدون مرزا سے بھی ملنے کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے مجھے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا اور کمال بے تکلفی و محبت کا اظہار کرتے ہوئے اٹھ کر بغل گیر ہوا مزاج کی خیریت دریافت کی

مین نے برابر والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے مناسب لفظوں میں جواب دیا
کاؤس مرزا ابھی تک خاموش تھے۔ جب مین بیٹھ چکا تو بولے
لیجئے قصری صاحب! حسن اتفاق سے جس کام کے لیئے یہاں آیا تھا وہ بخیر و خوبی ختم ہوگیا۔ فریدون نے ابھی مجرم کو گرفتار کرکے قانون کے سپرد کردیا۔ اب مجھے فرصت ہے آج شام کی گاڑی سے آپ احمد آباد روانہ ہوجایئے۔

مین۔ کیا آپ تشریف نہ لے چلین گے۔

کاؤس مرزا۔ مین بھی اسی ٹرین سے چلون گا۔ لیکن آپ سے الگ تھلگ۔ یہان سب کو یہی معلوم ہوگا کہ مین لکھنؤ واپس گیا ہون۔

مین۔ اور احمد آباد مین۔

کاؤس مرزا۔ وہان بھی اپنے قیام کا انتظام آپ ہی کرلون گا گاہ بگاہ مخفی طریقے پر آپ سے مل لیا کرون گا۔ حریف کو دھوکا دینے کے لئے ضرورت ہے کہ ہم لوگ آپس مین اجنبیت کا برتاؤ قائم رکھین اگر انھین ہمارے میل جول کی اطلاع ہوگئی تو ہوشیار ہوجائین گے اور جس سہولت سے کام نکالنے کا ارادہ ہے وہ پورا نہ ہوسکے گا۔

مین۔ مجھے منظور ہے۔ جو آپ مناسب سمجھ کر حکم دین گے وہی طریقہ اختیار کرون گا۔

کاؤس مرزا۔ فی الحال تو میری رائے یہی ہے۔ آپ ہوٹل جاکر احمد آباد جانے کی تیاری شروع کردیجئے۔ لیکن میری ملاقات کا تذکرہ

بھولے سے بھی زبان پر نہ آنے پائے۔

میں بہت بہتر کہہ کر مرزا صاحب سے رخصت ہوا۔ ہوٹل پہنچکر بل بیباق ہوا اور سامان باندھ کر تیار ہو گیا۔ مسٹر جعفری کا اسباب ہوٹل کے گودام میں امانتاً جمع کرا دیا۔ بمبئی سے احمد آباد کی گاڑی شب کو دس بجے روانہ ہوتی تھی۔ میں نو ہی بجے کھانے پینے سے فارغ ہو کر اسٹیشن پہنچ گیا۔ قبل ہی سے احمد آباد کا ٹکٹ بھی خرید لیا۔

گاڑی آئی۔ میں سکنڈ کلاس میں جا بیٹھا۔ کاؤس مرزا کا ابھی تک کہیں پتہ نہ تھا۔ میں نے مسافروں کی بھیڑ میں بھی تلاش کیا۔ لیکن کہیں نظر نہ آئے۔ ٹھیک ٹائم پر ٹرین روانہ ہو گئی۔ مجھے دغدغے نے گھیر لیا۔ اگر مرزا صاحب احمد آباد نہ پہونچے تو یہ سفر بیکار ہوگا۔ تاہم کاؤس مرزا دروغ گو آدمی نہ تھے۔ انھیں جان سے زیادہ وعدے کا خیال رہتا تھا۔

بہر نوع لطف یا بے لطفی سے سفر تمام ہوا اور میں سیدھا ہوٹل پہونچا۔ میرا کمرہ خالی پڑا تھا۔ میرے پہونچتے ہی مالک ہوٹل نے فوراً میرا اسباب بھجوا دیا۔ چند ماہ کے قیام سے ایک گونہ تعلق پیدا ہو گیا تھا اس لیے میری واپسی اس کی خوشنودی کا باعث ٹھہری۔

مسٹر سردار احمد خان قدوائی اور ان کی اہلیہ محترمہ اختری بیگم صاحبہ خبر پاتے ہی دوڑی آئیں اور میرے واپس آنے پر دلی مسرتوں کا اظہار کرتے ہوئے مراجعت کے اسباب دریافت کرنے لگیں میں نے مصلحتاً ٹال مٹول کرتے ہوئے جواب دیا۔

میری واپسی کچھ ایسے وجوہ کی بنا پر ہوئی تھی جس کا اظہار

مصلحت کے خلاف تھا اور مسٹر کاؤس مرزا کی سخت ممانعت تھی کہ صحیح حالات کسی پر ظاہر نہ کروں۔ اگرچہ جھوٹ بولنے کی بدعادت میری ذات میں کبھی پیدا نہ ہوئی تھی لیکن ساری عمر میں یہ پہلا اتفاق تھا کہ کہ میں نے ٹال مٹول کرتے ہوئے جواب دیا۔

ہم لوگ آپ حضرات سے رخصت ہو کر بخیر وخوبی بمبئی پہنچے تین روز قیام کیا اس درمیان میں مسٹر جعفری متواتر سراغرسانی کی خدمات انجام دیتے رہے اور ان کاموں میں اس درجہ مصروف رہے کہ مجھ سے بہت ہی کم اور شاذ و نادر ملنے کی نوبت آئی۔ کل تاکیدی پیام پہنچا کہ میں فوراً احمد آباد واپس جا کر اسی ہوٹل میں قیام کروں۔

مسز قدوائی۔ کیا مسٹر جعفری بھی تشریف لائے ہیں۔

میں۔ میں اس بارے میں قطعی جواب عرض کرنے سے قاصر ہوں۔

مسٹر قدوائی۔ سراغرسانی کا فن بھی عجیب ہے۔ اس کے مصالح دریافت کرنا آسان نہیں۔ جن لوگوں نے اس فن کے حصول کا ارادہ کیا ان میں بھی فی صدی پانچ ہی ایسے نکلیں گے جو کامیابی سے قریب تر نظر آتے ہیں۔

میں۔ (دلی کیفیات مخفی کرتے ہوئے) آپ نے سچ کہا۔ مجھے ملاحظہ کیجئے کہاں تو آثار قدیمہ کی تحقیقات کو نکلا تھا اور کہاں مہارانی تارا بائی کے خزانے اور عورتوں کے کلب کے پھندے میں آپھنسا۔ معلوم کتنی دفعہ موت کے شکنجے سے نکلا۔ مختلف جنم اختیار کیئے انواع اقسام کے روپ بدلے مگر بجائے خود غور کرتا ہوں تو ابھی اُسی منزل پر ہوں

جہان اول روز تھا۔

مسٹر قدوائی سچ تو یہ ہے۔آپ نے تو اچھے اچھے جاسوسون کو بھی مات کر دیا۔مولوی کا روپ بھرا تو ایسا ہی، طبیب بنے تو یون، اور ستم ظریفی دیکھو کہ آغا گلستانہ قصری مرحوم کے بھائی بن کر ہم لوگون کی آنکھون مین کیسی خاک جھونکی۔

گفتگو نے مذاق کا رُخ اختیار کر لیا۔مین بھی دروغ گوئی کی معصیت سے بچا اور باہم خوش گپیون مین مصروف ہو گیا۔باتون ہی باتون مین یہ بھی معلوم ہوا کہ سیٹھ کریم بھائی صالح جی حج بیت اللہ سے فائز المرام ہو کر واپس تشریف لائے ہین اور اس زائرہ اس خوشی مین ایک عام دعوت کرنے والی ہین۔ان کا ارادہ تھا کہ میرے نام بمبئی دعوتی کارڈ روانہ کرین۔مسٹر جعفری کو بھی مدعو کرنے والی ہین۔

جعفری غریب کیسے شرکت کر سکتا ہے؟ نہ معلوم ستم نصیب قریشہ کی قید مین کیسی کیسی مشکلین پیش آ رہی ہون گی۔اس خیال سے میرا دل دُکھ گیا اور مین باتین کرتے کرتے سوچ مین پڑ گیا۔خوش قسمتی تھی کہ میرے احباب نے میرے سکوت کو تکان سفر سے محمول کیا اور یہ کہکر رخصت ہو گئے کہ۔

"ابھی اتنا لمبا چوڑا سفر کیئے آ رہے ہین۔طبیعت درست نہین ہے۔آرام کی ضرورت ہے اب شام کو اطمینان سے گفتگو ہو گی۔

خالی کمرہ مین غور کا موقع ملا اور مین نے آیندہ کے متعلق خیال کرنا شروع کیا۔مجھے مطلق علم نہ تھا کہ مسٹر کاؤس مرزا بھی حسب وعدہ احمد آباد پہونچ گئے یا ہنوز بمبئی مین ہین۔اگر پہونچ گئے ہین تو ان سے ملاقات کی

کیا صورت ہو گی؟ بہر طور مجھے اُن کے وعدون پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

کئی روز ہوٹل کے قیام کو گذر گئے۔ اس درمیان مین بجز حسین و جمیل احباب کی صحبت کے کہین نہ جا سکا۔ زیادہ تر ہوٹل ہی مین مقیم رہا۔ گمان تھا کہ شاید کاؤس مرزا یا فریدون مرزا مجھے تلاش کرتے ہوئے آجائین۔ چند مرتبہ بیگم قدوائی نے تفریح کی دعوت بھی دی لیکن مین نے کوئی نہ کوئی معذرت پیش کر کے انکار کر دیا۔

میرے مزاج کی تبدیلی سے حلقۂ احباب مین ایک قسم کا انتشار سا پیدا ہو گیا تھا لیکن وہ باوجود دریافت حال کے بھی اصلی سبب معلوم نہ کر سکے۔

مس زائرہ کی دعوت کا روز قریب آتا جاتا تھا۔ اگلے پنجشنبہ کو اُن کے دولت خانے مین اکابر شہر جمع ہو کر واقعات حجاز سننے اور لطیف غذائین کھانے والے تھے۔ اس کے لیے بڑی بڑی تیاریان ہو رہی تھین۔ بیگم قدوائی کے وقت کا زیادہ حصہ انھین کے دولت خانے مین صرف ہوتا اور مجھے اُن کی عدم موجودگی مین خیالی گھوڑے دوڑانے کا کافی وقت مل جاتا۔

ایک دن، دوپہر کا وقت تھا۔ آفتاب نصف النہار پر تابناکی کے جوہر دکھا رہا تھا۔ بیگم قدوائی مس زائرہ کے یہان گئی ہوئی تھین اور مسٹر سردار احمد خان قدوائی اپنے آفس مین فرائض کی انجام دہی مین مصروف تھے۔ مین کھانے سے فارغ ہو کر قیلولہ کرنے لیٹا ہی تھا کہ ہوٹل کا ایک خادم دستک دے کر اجازت طلب کرنے کے بعد کمرے مین داخل ہوا۔

میں۔ کیا ہے سعید؟

سعید۔ حضور کے پاس ایک مدراسی چھوکرا حاضر ہوا ہی کہتا ہی مجھے ابھی ملنے کی ضرورت ہی۔

مدراسی چھوکرا اور مجھ سے ملنے کی خواہش؟ بالکل عجیب معاملہ ہے میرا کوئی شناسا مدراسی نہ تھا۔ مین نے تعجب کرتے ہوئے دریافت کیا۔

اس کی وضع قطع کیا ہے۔ کس حیثیت کا آدمی ہے۔

سعید بالکل معمولی۔ ظاہری حالت سے کوئی سائل معلوم ہوتا ہی

"سائل معلوم ہوتا ہے" مین نے سعید کے جملے کا آخری فقرہ دوہراتے ہوئے غور کرنا شروع کیا۔ یقیناً وہ میرا شناسا نہین ہوسکتا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ہوٹل مین قیام کرنے والون کے پاس حاجتمند آیا کرتے ہین اور اپنی تباہی کے عجیب وغریب قصے سنا کر تھوڑا بہت وصول کیجاتے ہین آرام مین خلل آنے کے خیال سے مین نے اس کی ملاقات سے انکار کردیا۔

سعید واپس گیا مگر تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ پھر واپس آکر عرض کی۔

سرکار۔ وہ بضد ہے کہ جس طرح ہو مجھ سے فوراً ملاقات کرلین۔

میرا مزاج اس اصرار سے برہم ہوگیا سختی سے انکار کرنیوالا تھا ناگہان کاؤس مرنا کا خیال آگیا۔ انھون نے اسی ہوٹل مین ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ ممکن ہے کہ وہ مدراسی کی وضع مین ملنا چاہتے ہون۔ مین نے سعید کو حکم دیا کہ چھوکرے کو میرے پاس بھیجدیا جائے۔ سعید چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد ایک کم حیثیت اور کم رو لڑکا میری آنکھون کے سامنے

آگھڑا ہوا۔ اس کی وضع قطع مدراسیون کی سی تھی۔ لیکن رنگ کی سیاہی حبشیون کو بھی مات کرتی تھی۔ مین نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے آنے کا سبب دریافت کیا۔

# (۵) باب پانچوان

## پروفیسر دیاشنکر مالوی کا مکان

مدراسی چھوکرا پہلے تو خاموش کھڑا میری صورت تاکتا رہا جس سے میری برہمی مین کچھ اور اضافہ ہو گیا اور مینے نسبتاً تیز ہو کر پوچھا تو نہایت لجاجت سے گڑگڑا کر کہا۔

مین ایک غریب آدمی ہون، کمانے کھانے کی غرض سے یہان آیا تھا۔ احمد آباد پہونچے ہوئے تین چار دن سے زیادہ نہین گزرے ہو سارا سارا دن کام کی تلاش مین گذرا لیکن یہان والے ہم مدراسیون کی مدد کرنا پسند نہین کرتے۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہین جو کہین اور جا سکون۔ آپ کا نام سنکر آیا ہون کہ میری مدد کیجیے۔

مین۔ تم نے بغیر سمجھے بوجھے یہان آنے کی جرأت ہی کیسے کی۔

مدراسی۔ مجھے بمبئی کا ایک سیٹھ ملازم رکھ کر ساتھ لایا تھا۔

مین۔ اور تم نے لالچ مین اُس کی ملازمت چھوڑدی۔

مدراسی۔ جی نہین بلکہ اس نے چوری کا الزام لگا کر چھپڑا دیا۔

مین (ڈپٹ کر) تو یہ کہو، تم مین چوری کی علت بھی ہے لیکن مین ایسے آوارہ چھوکرون کی مدد نہین کر سکتا۔

مدراسی۔ سرکار۔ ایک سگریٹ بغیر اجازت طلب کیئے پی لینا چوری نہین کہلاتی۔

مدراسی لڑکا جملہ ختم کر کے مسکرایا۔ اس کی اس گستاخی پر میرے تن بدن مین آگ لگ گئی۔ غصے سے تھرتھراتا ہوا مسہری سے اٹھا اور ڈانٹ کر کہا۔

بدمعاش۔ بس خاموش۔ اب جو زبان سے کوئی لفظ نکلی تو ہنٹر سے خبر لون گا۔

مدراسی لڑکے پر میری خفگی کا مطلق اثر نہ ہوا۔ وہ اسی طرح مسکراتا رہا۔ اس کی آنکھون سے مکروہ شوخی نمایان تھی۔ اس کا تبسم مجھے اشتعال دلا رہا تھا۔ مین نے لپک کر اپنا بید اٹھایا اور ارادہ کیا کہ نامعقول چھوکرے کو بدتمیزی کا مزہ چکھاؤن۔ ابھی ہاتھ اٹھنے ہی والا تھا کہ اُس نے کہا۔

مسٹر قصری۔ اتنا مغلوب الغضب ہونا مناسب نہین۔ تحمل کی صفت ایک زیور ہے جو صاحبان اخلاق کو حسین سے حسین تر بنا دیتی ہے۔ اگر آپ غریبون کی امداد کرنے سے قاصر ہین تو نرمی سے کہیئے۔ اچھا خدا حافظ۔

لڑکے کی سلیس و سنجیدہ گفتگو نے مجھے متحیر کر دیا۔ اُدھر وہ پیٹھ موڑ کر چلا اِدھر مین نے لپک کر اس کا ہاتھ تھاما۔

مدراسی ۔ بس قصری صاحب ۔ بس میرا ہاتھ چھوڑ دیجئے ۔ مین فقیر نہین مگر حضرت غالب کے اس قول پر عمل درآمد رکھنے والا ہون ۔

بنا کر فقیرون کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہین

مین ۔ مجھے تم پر شبہہ ہوتا ہے کہ حقیقت مین تم جیسے نظر آتے ہو وہ نہین ہو ۔ تم مدراسی بھی نہین ہو سکتے ہو تمھاری گفتگو سلیس، تمھاری زبان شایستہ ہے جب تک مجھے اپنے صحیح حالات سے خبردار نہ کرو گے مین تمھین جانے نہ دون گا ۔

مدراسی لڑکے نے میری باتون کا کوئی جواب نہ دیا ۔ بلکہ پرانے اور بوسیدہ کوٹ کی جیب مین ہاتھ ڈال کر وزیٹنگ کارڈ نکالا اور خاموشی کے ساتھ میری طرف بڑھا دیا ۔

مین نے کارڈ لے کر دیکھا اس پہ رنگین روشنائی سے ٹائپ کے حرفون مین "فریدون مرزا" چھپا ہوا تھا ۔ نام پڑھتے ہی میرے تعجب کی انتہا نہ رہی! اُف! کس غضب کا بھیس بدلا تھا؟ آواز تک بدلی ہوئی تھی! بھلا اس صورت مین میری کیا طاقت تھی کہ شناخت کر سکتا ۔ مین نے معذرت خواہ لہجہ مین کہا ۔

"مسٹر فر..............."

مین اتنا ہی کہہ سکا تھا کہ اس نے فوراً آنکھ کے اشارے سے منع کرتے ہوئے کہا ۔

قصری صاحب! ان باتون کی ضرورت نہین ۔ کیا آپ نے دیوار ہم گوش دارد نہین سنا ہے ۔ احتیاط کیجئے اور احتیاط رکھیئے ۔

**مین**۔ اس وقت آپ نے قیامت ہی کی ہین تو اتنا محجوب ہون کہ آنکھین چار نہین ہو سکتین۔

**فریدون**۔ ہم لوگ ہمیشہ اسی طرح کی قیامتین ڈھانے کے عادی ہین۔ یہ نئی بات نہین۔

**مین**۔ مرزا صاحب بھی تشریف لائے ہین؟

**فریدون**۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ ہی یہان پہونچے۔ تین دن سے برابر تفتیش مین لگے ہین۔ بہت کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے کل پنجشنبہ ہے اور مس زائرہ کے یہان بہت بڑی دعوت ہے ہم دونون پورے تاجرون کے لباس مین وہان شریک ہون گے۔ آپ وہین بھائی جان سے مل کر گفتگو کرین اور نئی اسکیم کے متعلق معلومات حاصل کرین۔

**مین**۔ مین آپ لوگون کو شناخت کیونکر کرون گا؟

**فریدون**۔ مصافحہ کرتے وقت ہماری انگوٹھیون (انگشتریون) کو ملاحظہ کر لیجئے گا۔ میری انگوٹھی پر نگینے کے بجائے "الف" اور بھائی جان کے یہان "ک" بنا ہوگا۔ میرے جانے کے بعد سعید یا کوئی شخص میری نسبت دریافت کرے تو کہہ دیجئے گا کہ "بھیک طلب کرنے آیا تھا۔

**مین**۔ اگرچہ ایسا کہنا گستاخی ہے لیکن الامر فوق الادب.......

**فریدون**۔ ضرورت پر سب کچھ روا ہے۔ خدا حافظ۔

**مین**۔ کچھ کھا پی تو لیجئے۔

**فریدون**۔ شکریہ۔ ہم لوگ اول کام بعدہٗ طعام کے مقولے پر عمل کرتے ہین۔

فریدون مرزا رخصت ہو کر چلا گیا۔ اس کی گفتگو سے اتنا تو معلوم ہو چکا تھا کہ مسٹر کاؤس مرزا نے تھوڑی بہت کامیابی حاصل کرلی تھی۔ لیکن وہ کامیابی کس قسم کی تھی اس کا حال ظاہر نہوا تھا۔ شوق چاہتا تھا کہ فریدون مرزا کو روک کر مزید حالات معلوم کرنے کی کوشش کی جائے لیکن فریدون مرزا نے ایک منٹ بھی بیٹھنا پسند نہ کیا۔ ملاقات کا وقت اور جگہ مقرر کر کے واپس گیا۔

تھوڑی دیر تک مین اسی معاملہ کے غور و خوض مین مبتلا رہا پھر آنکھ لگ گئی ظہر کے وقت بیدار ہوا۔ نماز پڑھی اور ٹہلتا ہوا بیگم قدوائی کے کمرے کی طرف آنکلا وہ آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی حسب معمول کشیدہ کاری مین مصروف تھین مجھے دیکھتے ہی بولین۔

آہا مسٹر قصری! آئیے آئیے اب کی تو آپ ایسے الگ الگ رہتے ہین کہ شاذ شاذ ہی صورت نظر آتی ہے۔

**مین** (مسکراکر) خواہ مخواہ دخل دے کر آپ کے کام مین مخل ہونا بھی تو مناسب نہین۔

**مسز قدوائی**۔ اے ہے نگوڑا کام ہی کیا ہے۔ تنہائی کھائے جاتی ہے۔ جب بہت جی گھبراتا ہے تو سوئیٹر یا کنٹوپ اور جراب وغیرہ بنانے لگتی ہون۔ مسٹر قدوائی ہمیشہ جاڑون مین میرے ہاتھ کا سوئیٹر استعمال کرتے ہین۔

**مین**۔ ماشاءاللہ آپ کاریگر بھی تو خوب ہین۔

**مسز قدوائی**۔ نارمل اسکول کی تعلیم کام آرہی ہے۔ کاش اُس وقت دل لگا کر سیکھ لیتی۔ مگر کہان اُن دنون تو ان کامون سے ایسا

جی مچراتی تھی جیسے اب گھر داری سے (بات کا رُخ تبدیل کرتے ہوئے)
کل دعوت کا دن ہے، آپ کس وقت تشریف لے جائیے گا۔

مین۔ اگرچہ بندہ کھانے کا بھوکا نہین، لیکن خوبان گجرات کی میٹھی میٹھی دلفریب باتون کا حریص ضرور ہے اس لیئے جہان تک ممکن ہے سویرے ہی جانے کا ارادہ ہے۔ اور آپ کا کیا قصد ہے۔

مسنر قدوائی۔ مین تو بحیثیت منتظمہ کے شریک ہون گی۔ زائرہ کے اور میرے تعلقات قدیم ہین اسکول مین اور اس کے بعد سے ہمارے ان مین استحکام پیدا ہوتا رہا ہے اور اب تو من تو شدم تو من شدی کا مضمون ہے۔

مین۔ جب تو میرا آپ کا ساتھ مشکل ہے۔ البتہ مسٹر قدوائی کا ساتھ ہو سکے گا۔

مسنر قدوائی۔ وہ تو آفس ٹائم پر جائین گے اور کھانا کھاتے ہی بھاگین گے۔ کلرکون کی زندگی بھی بڑی بے لطفی مین گذرتی ہے صبح سے شام تک دفتر کا کام کیا۔ شام کو تھکے ہارے آئے اور منھ لپیٹ کے پڑ رہے۔

مین۔ بیگم صاحبہ! حیات کی کشمکش پر غالب آنا آسان چیز نہین مردون کو دنیا مین اتفاق ہی سے آسایش نصیب ہوتی ہے۔

انھین اذکار مین دن تمام ہو گیا۔ ایک جگہ پڑے رہنے کی عادت بہت کام آئی۔ ہوٹل کے مختصر کمرے مین وحشت نہ ہوئی میری تفرج گاہ ہوٹل کا برآمدہ تھا اور مشغلہ کتب بینی کسی نہ کسی طرح رات کاٹی۔

صبح ہوتے ہی حوائج سے فرصت کی اور مس زائرہ کے یہان چلنے کا قصد کیا۔ مین پا پیادہ چلنے کا بہت عادی ہون۔ میلون نکل جاتا ہون مگر تکان محسوس نہین ہوتی۔ میری تفریح اکثر پیادہ پا ہی ہوا کرتی ہے۔ لیکن آج کسی قدر اہتمام کی ضرورت پیش آئی۔ ہوٹل کے مالک کی معرفت سواری کا انتظام کیا اور ابھی آٹھ بھی نہین بجے تھے کہ نکل کھڑا ہوا شہر کی مشہور سڑکون کی آرائش و زیبائش دیکھتا حسن گجرات کی گرمی سے آنکھین سینکتا اور ان کے ناز کرشمہ ساز سے لطف اندوز ہوتا ہوا مس زائرہ کے عشرت کدے پہونچ گیا۔

افق مشرق سے شاہ خاور سر نکالے اس انجمن کو للچائی ہوئی نظرون سے دیکھ رہا تھا اُس کی نگاہون کے تاب ناک نور نے صحن چمن پر نورانی چادر بچھا دی تھی۔ نسیم سحری کی شوخیون کا سلسلہ ہنوز جاری تھا جوان خمن بادۂ شباب کی سرمستیون سے جھوم رہے تھے مختلف الالون پھول کھل کر بہار دکھانے مین مصروف تھے اور انکی بھینی بھینی خوشبو نے چارون طرف پھیل پھیل کر فضا کو معطر کر دیا تھا۔

سیٹھ کریم بھائی صالح جی کی سہ منزلی کوٹھی چوتھی کی دلھن کی طرح جملہ سامان آرائش و زیبائش سے سجی سجائی ہوئی توجہ کو جذب کرنے مین مصروف تھی۔ اگرچہ دن زیادہ نہ آیا تھا لیکن مہمانون کی آمد جاری ہو چکی تھی۔ موٹرون اور گاڑیون کا طویل سلسلہ تھا جو مہمانون کو کوٹھی کے برآمدے مین اُتارتا ہوا دوسری جانب سے نکل جاتا تھا ہال کمرے مین متعدد مہمان جمع تھے مس زائرہ اور بیگم قدوائی برآمدے مین آنے والے مہمانون کی پیشوائی کو حاضر تھین۔

ہرچند اپنے خیال سے مین نے یہان آنے مین عجلت کی تھی پھر بھی مس زائرہ نے مجھ سے تاخیر کرنے کی شکایت کی اور مین نے بھی مصلحتاً عذر کر دیا۔ چونکہ مین اس شہر مین ہنوز اجنبی ہی تھا معززین شہر کو بخوبی شناخت نہ کر سکتا تھا۔ اس لیئے میرے ذمہ کوئی خاص خدمت سپرد نہ ہوئی بلکہ مطلق العنان چھوڑ دیا گیا کہ جہان چاہے گھومون پھرون۔

مین برآمدے سے ہال مین داخل ہوا تو آنکھین کھل گئین سبحان اللہ کیسے کیسے حسین جمیل پیکر دیکھنے مین آئے۔ جن کا حسن سچ فی الحقیقت زاہد فریب و توبہ شکن تھا۔ نہ معلوم کتنے حسن و لطافت کے مجسمے تھے جو ریشمی ساڑی، باڈی مین شباب کی کیف آور بہارین سرمہ مفت نظر کر رہے تھے۔ کتنے جمیل چہرے تھے جن کی ادائے دوشیزگی نگاہون مین کھبی جاتی تھی؛ مختصر یہ ہے کہ میری حریص تماشہ آنکھون نے شاید آج سے پہلے کبھی اتنا حسین مجمع نہ دیکھا تھا۔

جہان ان حور لقا نازنینون نے ہال کو رشک ارم بنا رکھا تھا وہان ان کی روح پرور اداؤن پر دل سی گران بہا شئے فدا کرنے والے غلمان صفت نوجوان بھی اپنا پرا جمائے تھے اور اپنی دبی دبی سسکیون اور زیر لب آہون سے سوزش دل کا اظہار کر رہے تھے البتہ وہ حسرتناک غول رحم کے قابل تھا جو زندگی کی بہار ختم کرنے کے بعد نہال عمر کو خزان کے سپرد کر چکا تھا۔ ان کا ہوس پرست دل معشوقان گجرات کی ایک ایک ادا پر لوٹن کبوتر تو بن جاتا۔ لیکن وہ ضبط کرنے کے سوا کچھ کر نے دھرنے پر قادر نہ تھے۔ ان کے موئے سفید کشت زار تمنا پر پالا گرانے کو موجود تھے۔

مین بھی ایک نرم و گداز صوفہ پر خاموش بیٹھا ہوا ان مناظر کی سیر کر رہا تھا۔ ناز و نیاز کے تماشے پیش نگاہ تھے کہ مسز قدوائی تشریف لائین اور فرمایا۔

مسٹر قیصری! آپ سویرے خاصہ تناول کرنے کے عادی ہین دسترخوان بچھ چکا ہے چلئے۔ پھر آکر سیر دیکھئے گا۔

مین نے مشکر گذار نظرون سے بیگم کو دیکھا اور صوفہ سے اٹھ کر چپ چاپ اُن کے ہمراہ ہولیا۔ وہ کئی کمرون سے گذرتی ہوئی ایک لمبے کمرے مین داخل ہوئین جو بہت وسیع تھا اور تین چار بڑے بڑے دسترخوان بچھے ہوئے تھے۔ احمد آباد کے وضیع و شریف امرا و تجار آآکر بیٹھتے جاتے تھے۔ مجھے مسٹر قدوائی کے برابر جگہ ملی۔ میرے برابر دو تاجر اور بیٹھے تھے جنھین مین نے آج سے پہلے کبھی احمد آباد مین نہین دیکھا تھا۔ ان کی وضع قطع سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس شہر مین نووارد ہین۔ خود بخود خیال آیا کہ شاید یہ بھی حاجی ہین اور سیٹھ کریم بھائی صالح جی کے ہم سفر ہونے کی وجہ سے مدعو ہوئے ہین۔

کھانا لطیف و نفیس اور بہت اقسام کا تھا۔ ہر چیز کا ایک ایک لقمہ بھی کھایا جائے تو شکم سیری ہوسکتی تھی۔ سچ یہ زائرہ بڑی سیر چشم خاتون ہے جب کوئی کام کرنے پر آتی ہے تو پوری دریا دلی کا ثبوت دیتی ہے۔ ساتھ ساتھ سلیقہ بھی ایسا کہ تعریف ہی منھ سے نکلتی ہے۔

غذائین چنی جا چکین تو میزبان نے ”بسم اللہ“ کہکر کھانے کی اجازت دی مہمانون نے کھانا شروع کیا مجمع تناکسے ... تھا

مگر "ہائے لکھنؤ" وہان کی تمیز وہین ختم ہے۔ جن آنکھون سے امرائے اودھ کی بالخصوص شہزادگان لکھنؤ کی شائستہ صحبتون کا لطف اٹھایا ہے وہ سارے ہندوستان مین اس کی نظیر تلاش نہین کر سکتے۔

مین سر جھکائے ہوئے کھانے مین مصروف تھا۔ ادھر ادھر دیکھنا مناسب نہ تھا لیکن اتفاقیہ طور پر اجنبی تاجرون کی طرف نظر جا پڑی۔ وہ نوالہ بنا رہے تھے اور ان کی انگلی مین طلائی انگوٹھیان چمک رہی تھین۔ نگینون کی جگہ مینا کا حروف تھے۔ مجھے آغا فریدون مرزا کی بات یاد آگئی۔ اور بغور دیکھ کر اطمینان کرنا چاہا۔

شاید وہ میری نیت سے واقف ہو گئے تھے۔ انھون نے غالباً جان بوجھ کر کئی منٹ نوالہ بنانے مین صرف کر دیے اور اس درمیان مین مین نے اچھی طرح نگینون والے حرف پڑھ لیے ایک پر "کے" اور دوسرے پر "ایف" بنا تھا۔ جو کاؤس مرزا اور فریدون مرزا کے نامون کے ابتدائی حروف تھے۔

ان کے روپ بدلنے پر حیرت ہو گئی۔ کل مدراسی لڑکے کی وضع بنائی تو ایسی کہ پہچان نہ سکا اور آج پورے تاجرون کا بھیس بدلا تو اس طرح کہ شناخت ناممکن۔ مجھ پر اتنی حیرت طاری ہوئی کہ کھانا بھول گیا۔ مجھے ہاتھ روکتے دیکھ کر مسٹر قدوائی نے آہستہ سے کہا مسٹر قیصری! آپ نے ہاتھ کیون روک لیا۔ ابھی تو کچھ کھایا بھی نہین۔ اشتہا نہ تھی تو ٹھہر گئے ہوتے۔ یہان تو دو بجے دن تک یہی سلسلہ جاری رہے گا۔

مین نے اپنی حیرت کے اثرات دور کرتے ہوئے کہا۔ اشتہا تو خلاصہ تھی لیکن کھانون کی لطافت سے طبیعت سیر ہو گئی ہے۔

یہ جواب دے کر پھر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا مگر دل ہی دل مین سوچتا جاتا تھا کہ ان سے گفتگو کا کیا طریقہ ہوگا۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہم لوگ پھر ہال کمرے مین آ گئے کاروباری لوگ تھوڑی دیر ٹھہر کر رخصت ہو گئے۔ اسی طرح ایک گھنٹے مین نہ معلوم کتنے دستر خوان چنے گئے لیکن مجھے گفتگو کرنے کا موقع نہ ملا۔

بارہ بجے فریدون مرزا ٹہلتا ہوا میرے قریب آیا اور گوشہ چشم سے ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا مین ادھر اُدھر دیکھ کر چپ چاپ اسکے عقب مین ہو لیا وہ ہال سے نکل کر عقبی کمرے مین داخل ہوا اور مڑ کر مجھے بھی اندر آنے کا اشارہ کیا مین بھی دہنے بائین دیکھتا ہوا پردہ اٹھا کر کمرے مین داخل ہو گیا۔

کمرہ مختصر تھا لیکن امیرانہ ساز و سامان سے آراستہ تھا فریدون مرزا نے دروازے بھیڑ کر سٹکنی چڑھا دی۔ کاؤس مرزا فریدون مرزا اور مین برابر برابر صوفہ پر بیٹھ گئے۔

مرزا صاحب نے آہستہ سے کہا۔

قصری صاحب! مجھے احمد آباد آئے چوتھا دن ہے اس درمیان مین مین نے بہت سی مفید معلومات حاصل کی ہین۔ اسپتال مین اعظم سے بھی ملا۔ لیکن اس کا دماغ صحیح نہین ایک بات مطلب کی کہتا ہے تو دس باتین جنون آمیز۔ میرا خیال ہے کہ حریف نے افشائے راز کے خوف سے اسے کوئی ایسی چیز کھلا دی ہو جسنے

دماغی فعل بگاڑ دیا ہے۔ کلکتہ مین ایک ڈاکٹر میرا شناسا ہے۔ اس نے زہریلی جڑی بوٹیون کی تحقیقات مین اپنی عمر صرف کر دی ہے اور خیال ہوتا ہے کہ ہندوستان بھر مین کوئی اس کا جواب دینے والا نہین مینے ٹیلیگرام دیدیا ہے کل سے پرسون تک وہ یہان پہونچ جائے گا پنڈت شیوناتھ کی بھی تلاش کی لیکن آپ نے جس مقام کا پتہ دیا تھا وہان نہین ہے۔ تاہم اس کی جستجو سے غافل نہین ہون امید ہے کہ اس کا سراغ نکالنے مین عنقریب کامیابی حاصل ہوجائے گی مین چاہتا ہون پروفیسر مالوی کا مکان بھی دیکھ لون کیا اس تفتیش مین آپ بھی ساتھ رہین گے ؟ چونکہ آپ نے طبیب بن کر وہان سکونت کی ہے اس لئیے اکثر رازون سے واقف ہین اور آپکی معلومات سے ہماری محنت بچ جائے گی ؟

مین آپ نے اسقدر بہت جلد کچھ دریافت کر لیا۔ امید ہے کہ کام کی یہی رفتار رہی تو ہم بدمعاشون کو جلد تر جرائم کی سزا دینے کے لئیے پورے طور پر قابل ہوسکین گے۔ لگے ہاتھون دیا شنکر مالوی کا طلسمی مکان دیکھنا ضروری ہے۔ اس خدمت کو بسر وچشم بجالاؤن گا لیکن پروفیسر بہت روز سے لاپتہ ہے مسٹر جعفری جب اس مکان مین داخل ہوئے تھے تو خالی پڑا تھا۔

**کاؤس مرزا۔** میرا مطمح نظر کچھ اور خیال ہے۔ مین خالی مکان ہی دیکھ کر بہت سی مفید باتین دریافت کرنا چاہتا ہون۔

مین جو وقت اس کام کے واسطے تجویز کیجیے مین اُسوقت حاضر ہوجاؤن ؟ مگر یہ تو بتا دیجئیے آپ کو شناخت کرنے کی کیا

صورت ہو گی؟ آپ جو روپ بھرتے ہین بمشکل ہوتا ہے اور مین ان نئے نئے روپون مین بالکل شناخت نہین کر سکتا۔

کاؤس مرزا۔ کیا کیا جائے۔ ہمین پیشہ کی بدولت جن لوگون سے سابقہ رہتا ہے وہ اس غضب کے خونخوار واقع ہوئے ہین کہ پہچان لینے کے بعد ایک منٹ بھی زندہ نہین چھوڑ سکتے۔ انھین دھوکا دینے اور اپنی جان بچانے کے لیے جاسوس کو فن روپ سازی مین کمال حاصل کرنا پڑتا ہے۔ مین نے یہ فن ایک جرمنی ماہر سے حاصل کیا تھا۔

مین۔ میرا خیال ہے کہ وہ جرمن بھی آپ کو روپ بدلے دیکھے تو دھوکا کھا جائے گا۔

کاؤس مرزا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے مگر زیادہ نہین ہان تو آپ نو بجے شب کو اپنی نجی ضروریات سے فارغ ہو کر اس یادگار کے پاس دریائے سابرمتی کے کنارے پہنچ جائیے جو خوبان گجرات نے آپ کے مقتول ہو کر دریا برد ہو جانے سے قائم کی ہے۔

مین۔ آپ اسے کبھی دیکھ آئے؟

کاؤس مرزا۔ ہم لوگ انھین تین چار دنون مین سارے احمد آباد اور مضافات کی سیر کر چکے ہین۔

مین۔ بہت بہتر ہے۔ مین ٹھیک ساڑھے نو بجے حاضر ہو جاؤنگا لیکن آپ نے پہچان نہین بتائی ہے۔

کاؤس مرزا۔ ہم لوگ گجراتی وضع مین ہون گے اور آپ کو دیکھ کر اس یادگار پر الکٹرک لیمپ کی لائٹ ڈال کر کتبہ پڑھنے کی

کوشش کرین گے۔ اس نشان سے آپ بخوبی شناخت کر سکین گے مین۔ بس کافی ہے مین حسب وعدہ ساڑھے نو بجے وہین آپکو مل جاؤن گا۔

مین ان سے رخصت ہوکر باہر آیا۔ مہمانون کو بدستور کھانا کھلایا جا رہا تھا ایک گھنٹہ اور ٹھہر کر مین اپنے حسین میزبان سے رخصت ہوکر ہوٹل آیا۔ دن بھر ناول پڑھا کیا۔ شام کو ہوٹل کے گراونڈ مین ٹہلنے چلا گیا۔ چونکہ نو بجے ہوٹل سے نکل جانے کا ارادہ کر چکا تھا اس لیئے ساڑھے آٹھ بجے ہی سب کامون سے فارغ ہوکر مسز قدوائی کے پاس آیا۔

وہ ابھی ابھی سیٹھ کریم بھائی صالح جی کے یہان سے واپس آئی تھین۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ سے بالکل شل ہو چکی تھین آرام کرسی پر آنکھین بند کیئے لیٹی تھین۔ مین نے انھین اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

بیگم صاحبہ! آج بالکل ہی خلاف معمول مجھے ایک نئے دوست کی ملاقات کو جانا ہے شاید رات کو غیر حاضر رہون اور صبح بھی تاخیر سے پہونچون۔ چونکہ آپ علی الصباح چاء کے واسطے میرا انتظار کرتی ہین۔ اس لیئے اطلاع کر دینا مناسب جان کر عرض کر دیا

بیگم قدوائی اپنی تمام ہمجولیون سے زیادہ زندہ دل اور خوش مزاج واقع ہوئی تھین۔ ہر چند ابتدائے ملاقات کے وقت ایک دفعہ مین نے انھین سخت جواب دے کر اپنی پاکبازی کا یقین دلا دیا تھا۔ تاہم اس وقت کی گفتگو نے انھین پھر کسیقدر جری کر دیا اور انھون نے

مسکراتے ہوے کہا۔

شروع شروع جب مین نے خیال ظاہر کیا تھا کہ آپ سفری بیوی سے لطف اندوز ہوتے ہین تو آپ نے سختی سے یقین دلایا تھا کہ ان لغویات سے میرا کریکٹر صاف ہے۔ لیکن اب دال مین کالا کالا نظر آنے لگا ہے۔ شاید خوبان گجرات کے توبہ شکن حسن نے زہد و پارسائی پر چھاپہ مارا ہے۔

**مین**۔ مین اب بھی اپنے سابقہ دعوے پر قائم ہون اور علی الاعلان کہتا ہون کہ مستورات سے میری شناسائی وقتی عارضی اور محض اتفاقیہ ہے۔ آپ کبھی میری نسبت اس قسم کے شبہات کو دل مین جگہہ نہ دیجیے گا۔

**مسز قدوائی**۔ پھر یہ رات کو غائب رہنے کے کیا معنے؟ مجھے معلوم ہے کہ آپ تنہائی پسند جوان ہین۔ اور آپ کا بہت سا وقت گوشۂ تنہائی اور خلوت مین گذرتا ہے۔

**مین**۔ بات یہ ہے کہ احباب نے مجھے جتنا خشک مزاج سمجھ رکھا ہے حقیقت مین اتنا نہین ہون کبھی کبھی وقت کا کچھ حصہ نذر دوستان کرتا رہتا ہون۔

برسہا برس کے بعد آج ایک دوست قدیم سے ملاقات ہوگئی اور ان کے اصرار پر آج کی رات ان کی صحبت مین بسر کرنے کا وعدہ کرلیا۔

**مسز قدوائی**۔ فی امان اللہ۔ تشریف لے جایئے۔ لیکن ایسا نہ کیجیے گا کہ ہمیں پھر کوئی یادگار قائم کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

مین نے مسکرا کر جواب دیا۔ اور رخصت ہو کر سابرمتی ندی کی سمت روانہ ہو گیا۔ سوا نو بجے ٹھیک اُسی یادگار کے سامنے پہنچ گیا جو حسینان گجرات نے میری وقتی موت کے بعد میرے نام پر قائم کی تھی۔

فضا خاموش تھی اور ہر طرف سناٹا ہی سناٹا نظر آتا تھا۔ ندی دلفریب نغمہ الاپتی ہوئی بہ رہی تھی۔ اس کا موتی سا شفاف پانی چاند کی ٹھنڈی روشنی مین چمک رہا تھا۔ کنارے کنارے قدرت کا بچھایا ہوا زمردین فرش تھا کہین کہین پھولون کے خودرو پودے ندی کی دھوئی صاف ہوا کی جھیڑ چھاڑ سے جھوم رہے تھے شاخون مین قسم قسم کے رنگین پھول کھلے ہوئے تھے اور ان کی بھینی بھینی مست و دلآویز خوشبو دماغ جان کو معطر کر رہی تھی۔

ایک جانب ننگی ننگی پہاڑیون کا اونچا نیچا سلسلہ حد نظر تک پھیلتا چلا گیا تھا جو چادر نور مین لپٹے ہونے کے باوجود بھی بھیانک معلوم ہوتا تھا۔

مین نے متجسس نگاہون سے چارون طرف دیکھا لیکن بجز میرے کوئی موجود نہ تھا۔ سابرمتی کے کنارے دور تک تلاش کرتا ہوا چلا گیا۔ مرزا صاحب ملے نہ فریدون مرزا سے ملاقات ہوئی ابھی ساڑھے نو بجنے مین پندرہ منٹ کی دیر تھی۔ مین اس یادگار کے قریب آکر ایک پتھر کے ٹکڑے پر بیٹھ گیا۔ مختلف خیالات پیدا ہو گئے سینما کی متحرک تصویرون کے مانند گذشتہ واقعات آنکھون کے سامنے آنے لگے۔ اللہ اللہ! وہ بھی کیا زمانہ تھا جب ہر طرح کی

فکروں سے آزاد زندگی کا لطف اٹھایا کرتا تھا۔ کہاں تو آثار قدیمہ کا شوق تھا کہاں جاسوسی کے پھیر میں پڑ کر خطرات میں آ پھنسا! پالنی دیوی پر نہ معلوم کیا گذری؟ شیونا تھ خود روپوش ہوا ہے یا دشمنوں نے اسے بھی گرفتار کر لیا۔ مالتی اور پروفیسر کہاں ہیں؟ سلطانہ حوروں کے کلب سے واپس آئی یا وہیں ہے؟ ابھی ان سوالات کے حل میں کوشاں تھا کہ تصور نے ایک اور دلفریب مجسمہ نگاہوں کے سامنے لا کھڑا کیا۔ یہ وہی حسین عورت تھی جس نے میرے ہاتھ سے وہ پراسرار نقش چھینا تھا جس میں حوروں کے کلب اور مہارانی تارا بائی کے خزانے کا راز تحریر تھا۔ اُف! کس قیامت کا حسن پایا تھا۔ شاید شاعر نے اسی حسن سے متاثر ہو کر کہا ہے ؎

بصورت تو نگارے نہ آفریدہ خدا
تراشیدہ و دست از قلم کشیدہ خدا

پالنی دیوی نے اس حسینہ کا نام لیلیٰ بتایا تھا۔ نہ معلوم اس نے حسن فتنہ زا کے اثر سے کتنے نوجوانوں کو مجنون بنایا ہو گا۔

خدا کو علم ہے عالم خیال میں کتنے عرصہ تک غرق رہا۔ دفعتہً کسی کھٹکے سے وہ سلسلہ ٹوٹا میں نے سر اٹھا کر چاروں طرف دیکھا چاند پر ابر کے ٹکڑے چھا گئے تھے جس کی وجہ سے گردوپیش کے مناظر پر تاریک پردا پڑ گیا تھا۔ غور کرنے سے دور پر پرچھائیں سی نظر پڑی شبہ گذرا کہ ہوں نہ ہوں کاؤس مرزا یا فریدون مرزا ہوں گے۔ اب میں اس علامت کا منتظر ہوا جس کے ذریعہ سے کاؤس مرزا کو پہچانا جا سکتا تھا۔ چند لمحوں میں دو سائے اس طرف بڑھتے ہوئے معلوم ہوئے

اور میرا شبہ یقین کے رنگ میں تبدیل ہونے لگا۔

دیکھتے ہی دیکھتے دو متحرک پیکر میرے عقب سے چلے گئے لیکن میں ایک اونچی چٹان کی آڑ میں ہو گیا تھا۔ اس لیے شاید ان کی نظر نہیں پڑی حقیقت میں یہ کاؤس مرزا اور فریدون مرزا نہ تھے کیونکہ انھوں نے کتبہ پر الیکٹرک لیمپ کی لائٹ ڈال کر مجھ پہ اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی۔

مجھے تشویش پیدا ہوئی کہ اس سنسان مقام پر رات کے وقت کون لوگ یہاں آئے ہیں؟ ایک دفعہ اسی جگہ میں بندوق کا نشانہ بن چکا تھا کیا پھر حریفوں کو میری موجودگی کا علم ہو گیا ہے؟ میں بزدل نہیں پھر بھی ان کی ظالمانہ کارگزاریاں یاد کر کے تھرا گیا [illegible] کے ساتھ ان ظالموں نے جو بے رحمانہ سلوک کیا تھا اس کی تصویر آنکھوں میں پھرنے لگی۔ ابھی چند وجوہ سے زندگی عزیز تھی۔ اس واسطے پتھر کی آڑ میں دبک رہا۔

وہ دونوں پرچھائیاں تھوڑی دور تک آنکھوں کو دکھائی دیتی رہیں اس کے بعد پہاڑی سلسلے میں کہیں غائب ہو گئیں اور پھر وہی سناٹا چھا گیا مجھے کاؤس مرزا کا انتظار کرتے کرتے ایک گھنٹہ اور پھر دو گھنٹے ہو گئے لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک کی صورت نظر نہ آئی۔ جوں جوں وقت گذرتا مجھے ان کے آنے سے ناامیدی ہوتی جاتی۔ ارادہ تھا کہ بارہ بجے تک انتظار کر کے واپس چلا جاؤں گا میری کلائی پہ رسٹ واچ بندھی تھی اور اس کی سوئیوں پر ریڈیم لگا تھا جو اندھیرے میں وقت بتاتا ہے۔ اس کی مدد سے گھڑی دیکھی

بارہ بجے مین مین منٹ کی کسر تھی۔

پھر سر جھکا کر دلی خیالات مین منہمک ہو گیا۔ اب کی بجائے گذشتہ واقعات کے ان پرچھائیون کی نسبت سوچنا شروع کیا جو تھوڑی دیر ہوئی میرے قریب سے گذرتی ہوئی پہاڑی سلسلے مین جا کر غائب ہو گئی تھین جس قدر اس خیال کو وسعت ہوتی خطرات کا احساس بڑھتا جاتا۔

یکایک میرے منہ پر تیز لائٹ پڑی جس سے آنکھون مین چکا چوند پیدا ہو گئی اور لائٹ ڈالنے والا دکھائی نہ دیا۔ یہ سانحہ ذرا ڈرا دینے والا تھا۔ مگر مجھے قبل ہی سے معلوم تھا کہ یہ علامت کاؤس مرزا کی ہے فوراً پتھر سے اٹھ کر کتبہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ آن واحد مین کسی نے میرے شانے پر آہستہ سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر قصری"؟

آواز سے معلوم ہو گیا کہ مسٹر کاؤس مرزا ہین۔ مین نے دوستانہ شکایت آمیز لہجہ مین جواب دیا۔

مرزا صاحب! آپ نے بڑا انتظار کرایا۔ اب تو مین آپ کے آنے سے مایوس سا ہو چلا تھا۔

کاؤس مرزا۔ یقیناً آپ کو انتظار کی تکلیف اٹھانا پڑی ہو گی۔ مین حسب وعدہ ٹھیک وقت پر پہنچ گیا تھا۔ لیکن اتفاقیہ واقعہ کی وجہ سے اب تک مخفی رہا۔ کیا آپ نے ادھر سے کسی کو جاتے ہوئے دیکھا ہے

مین۔ جی ہان۔ تھوڑی دیر ہوئی دو آدمی ادھر سے گذرے تھے

کاؤس مرزا۔ کیا آپ نے غور کیا وہ کدھر گئے ہین۔

میں۔ سامنے والی پہاڑیوں کے سلسلہ میں جاکر گم ہوگئے۔

کاؤس مرزا۔ میں نے فریدون کو ان کے تعاقب میں روانہ کردیا ہے اور تاکید کردی ہے کہ وہ لے کے پروفیسر کے مکان واپس آئے۔ اب دیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ تشریف لے چلیئے۔

ہم دونوں بھی پہاڑیوں کے سنگلاخ راستے سے گذرتے ہوئے پروفیسر پاشنگلیالوی کے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔

یہ مکان سابرمتی کے ساحل پر تعمیر تھا اس کی سطح پانی سے بہت بلند تھی کیونکہ وہ ایک چبوترے پر واقع ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف مختصر سا خوبصورت بغیچہ بھی لگایا گیا تھا جواب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے خشک ہو چلا تھا۔ مکان کا نقشہ ابتدا میں بتایا جاچکا ہے۔

ہم دونوں تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد اس عجیب الصنعت ایوان میں داخل ہوگئے۔ اس کی مجموعی حالت دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ کچھ زمانے سے سنسان اور غیر آباد پڑا ہے۔ جابجا خشک پتے پھیلے ہوئے تھے۔ جن راستوں پر کبھی صفائی ستھرائی نظر آتی تھی ان پر ڈھیروں کوڑا جمع ہوگیا تھا۔ مکان بند پڑا تھا۔ ابر آجانے سے رات کی تاریکی گھری ہوچکی تھی اور ہم دونوں ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہے تھے۔

---

اس کتاب کے مصنف آغا بہار کا ناول اشتہاری معشوقہ قابل دید ہے قیمت ۸/
المشتہر منیجر حاجی بکڈپو لکھنؤ محلہ مولوی گنج

# باب چھٹا (۶)

## پروفیسر اور مالتی

گھُپ اندھیرے مین ہم لوگ ٹٹولتے ہوئے اُس سنگی دیوار تک پہونچ گئے جو مکان کی پشت کی طرف چلی گئی تھی۔ پہلے کئی بار مکان مین آنے اور طبیب بن کر ایک ہفتہ قیام کرنے سے مکان کے چند بھیدون سے واقف ہو چکا تھا۔ بخوبی جانتا تھا کہ مالتی کے کمرے کی جانب سے مکان مین داخل ہونے سے تہ خانہ جو پروفیسر کے تجربات برقی حاصل کرنے اور بعض جرائم کے مرتکب ہونے کی مخصوص جگہ تھی لیگیا اسی طرف مہارانی تارا بائی کا خزانہ بھی لاکر مخفی کیا گیا تھا جسے سلطانہ کمال دانائی سے اُڑا لے گئی تھی۔

مین نے کاؤس مرزا کو اپنے عقب مین آنے کا اشارہ کیا اور دونون ہاتھون سے پھیلی ہوئی انگور کی خشک بیلون کے جھنکاڑ کو ہٹاتا ہوا سنگی دیوار کے سائے مین آگے کی جانب بڑھنے لگا۔ گاہ گاہ کسی کیڑے کے سرسرانے کی آواز سن کر دونین کھڑے ہو جاتے اور موذی سانپ کی تصویر سامنے آجاتی۔

یہان کے سانپ سارے ہندوستان سے زیادہ زہریلے اور آدمی کے دشمن ہوتے ہین اگرچہ بیان کرنے والون نے مبالغہ کیا ہے

تاہم گجراتیوں کا خیال ہے کہ ان کی سرزمین کا سانپ اگر خشک درخت پر پھنکار مار دے تو لکڑی میں آگ لگ جائے۔ میرے سامنے بھی متعدد جانیں سانپ کے ڈسنے سے ضایع ہو چکی تھیں۔

میں بار بار مسٹر کاؤس مرزا کو ہوشیار رہنے کی تاکید کرتا، خدا کا نام لیتا ہوا آگے بڑھا چلا جاتا تھا۔ کم و بیش پانچ سو قدم چلنے کے بعد اندازے سے معلوم ہوا کہ اسی طرف مالتی کا کمرہ ہے اور یہی مکان کا پچھلا حصّہ ہے۔ اب ہمارے بیچ میں بلند دیوار حائل تھی بغیر اُسے عبور کیے ہوئے اندر داخل ہونا محال تھا۔ میں نے اسی اندھیرے میں سر اونچا کر کے انگور کی بیل جو دیوار کی اوپری حد تک چڑھتی چلی گئی تھی پکڑ لی اور زور کیا کہ بودی ہو تو ٹوٹ جائے مگر وہ ہمارا بوجھ سنبھالنے کے قابل تھی۔ اسی کو کمند تصور کرتے ہوئے میں نے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ کاؤس مرزا صاحب کو بھی ساتھ آنے کی فہمائش کی اور چند منٹ کی کوشش میں ہم دونوں دیوار پر جا پہنچے۔

یہاں بیٹھ کر ہم نے احتیاطاً تھوڑا توقف کر کے سن گن لی وہی ڈراؤنی خاموشی اور مرگھٹ کا سا سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ ہوا کی وجہ سے خشک پتوں کی کھڑکھڑاہٹ کے سوا کسی قسم کی آواز گوش گذار نہ ہوئی۔ تاریکی بدستور تھی اور چاند کے نورانی چہرے پر ابر کی دبیز نقاب پڑی ہوئی تھی۔

دیوار کی بلندی نو دس فیٹ سے کم نہ تھی۔ اگرچہ اس سے بھی بلند جگہ سے پھاندنے کا اتفاق پڑ چکا تھا۔ مگر یہاں جرأت نہ ہوتی تھی اُدھر کی زمین پختہ تھی اور مکان کے خالی رہنے سے بہت ممکن ہے

کنکر اور اینٹوں کے ٹکڑے بھی جمع ہو گئے ہوں۔ اور دیوار کے پاس ہی کسی چیز کا درخت تھا اس درخت کی ایک ٹہنی اتنی قریب تھی کہ ذرا بڑھ کر ہاتھ بڑھایا جاتا تو اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لینا آسان تھا
میں نے ہاتھ بڑھایا اور دو تین مرتبہ کی ناکامی کے بعد ٹہنی پکڑنے میں کامیاب ہو گیا شاخ موٹی نہ تھی لیکن ہری ہونے کی وجہ سے مضبوط تھی۔ میں اس شاخ کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط تھام کر نیچے کی جانب پھاند پڑا۔ میرے بوجھ سے شاخ جھکتے جھکتے زمین بوس ہو گئی اور میرے دونوں پاؤں سطح زمین سے لگ گئے میں نے سنبھلکر ٹہنی چھوڑ دی وہ پھر سر سر کرتی ہوئی بلند ہو گئی۔ ساتھ ہی کاؤس مرزا بھی اسی ترکیب سے میرے پاس پہنچ گئے۔

غور کرنے سے معلوم ہو گیا کہ پہلی دفعہ بھی اسی جانب سے مالتی کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

میں نے پھر چاروں طرف متجسس نگاہیں دوڑا کر اطمینان کیا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ کاؤس مرزا بھی پیچھے پیچھے تھے۔

مالتی کے کمرے کے پٹ بھڑے تھے۔ گمان تھا کہ بیرونی کمروں کی طرح یہ بھی مقفل ہو گا اور ہم لوگوں کو اسکے کھولنے میں کافی محنت کرنا پڑے گی۔ ہم لوگ احتیاط سے قدم اٹھاتے ہوئے کمرے کے مقابل پہونچ گئے۔ اول اول میں جس دروازے سے اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اسی دروازے پر آکر رکا۔ آہستہ سے ہاتھ رکھ کر پٹوں کو ٹھیلا لیکن میری حیرت کا حال نہ پوچھیئے جب ہاتھ رکھتے ہی دونوں دروازے

پاٹون پاٹ کھل گئے۔

اس مکان کی طلسمی صنعت میرے علم سے مخفی نہ تھی۔ بیدھڑک اندر داخل ہوتے جی ڈرا۔ مگر خدا کا نام لے کر کمرے مین داخل ہو گیا مرزا صاحب بھی کمرے مین پہنچ گئے۔ اور اندر سے پٹ بھیڑ لیئے تاریکی اس کثرت سے پھیلی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ مرزا صاحب نے الکٹرک لیمپ روشن کر کے مجموعی طور پر کمرے کا معائنہ شروع کیا اگرچہ اسباب بے ترتیبی سے پڑا تھا لیکن صفائی ستھرائی بتاتی تھی کہ یہ کمرہ غیر آباد نہین رہا بلکہ مکینون کی غیر حاضری مین کوئی اس کی دیکھ بھال اور صفائی کی خدمت انجام دیتا رہا ہے۔

مالتی کی مسہری ٹھیک اسی جگہ تھی جہان اول روز پائی گئی تھی ٹیبل، کرسیان اور وہ فرنیچر جو مالتی کی موجودگی مین تھا اس وقت بھی کسیقدر بے سلیقگی سے رکھا ہوا تھا۔ سامنے وہی برکیٹ تھا جس پر مالتی کے شوہر کا سفرنامہ رکھا تھا اور مین اس کے اُتارنے کی ناکام سعی کرتے ہوئے تہ خانے مین گرایا گیا تھا مین نے اُدھر ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے کاؤس مرزا کو مخاطب کیا۔

مرزا صاحب۔ یہی کمرہ ہے جو مالتی کے تصرف مین تھا۔ اور اُس نے مجھے اپنے شوہر کے سفرنامہ کا لالچ دیتے ہوئے اس برکیٹ تک ہاتھ پہنچانے پر مجبور کیا تھا اور پھر ایک بٹن دبا کر تہ خانے مین گرادیا تھا۔

کاؤس مرزا۔ معلوم ہوتا ہے مکان کی تعمیر مین پروفیسر نے خاص حکمت سے کام لیا ہے۔ مگر اس کمرے کی حالت دیکھنے سے

ظاہر ہوتا ہے کہ اس مین کوئی آدمی قیام کرتا رہا ہے۔

مین۔ مجھے بھی ایسا ہی گمان ہو رہا ہے تاہم اتنا ضرور ہے کہ پروفیسر اور اس کی لاغر اندام بہن مالتی چند روز سے اس شہر مین دکھائی نہین دیئے۔

کاؤس مرزا۔ ممکن ہے کہ وہ لوگ خزانے اور کلب کی فکر مین یا کسی اور مقصد کے پورا کرنے کو چند روز کے واسطے کہین گئے ہون اور اب مخفی طریقے سے واپس آ کر کسی اہم سازش مین مصروف ہون

مین۔ یہ خیال بھی قرین قیاس ہے۔ بہر نوع مین نے مکان مین آپ کو پہونچا دیا اب جو مناسب تصور کیجیئے وہ کارروائی عمل مین لایئے۔

کاؤس مرزا۔ (سوچ کر) ہمین اگر کوئی سراغ حاصل ہو سکتا ہے تو اسی تہ خانے مین جہان پروفیسر تجربات برقی حاصل کرتا تھا۔

مین۔ آیئے۔ ہم لوگ دیوارون مین وہ بٹن تلاش کرین جس کے دبانے سے تہ خانے مین لفٹ کے ذریعہ اترا جا سکتا ہے۔

ہم دونون نے الکٹرک لیمپ کی مدد سے بٹن تلاش کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کی کوشش مین مسہری کے پائے مین ایک چھوٹا سا سوئچ نظر آیا۔ اس کے بنانے مین خاص صنعت سے کام لے کر مسہری کے نقش و نگار مین چھپا دیا گیا تھا۔

اگر کاؤس مرزا سا صاحب فہم اور چالاک شخص ساتھ نہ ہوتا تو شاید بٹن تلاش کرنے مین کبھی کامیابی حاصل نہ ہو سکتی۔

بٹن تو مل گیا لیکن کمرے کے عجائبات دیکھتے ہوئے اُسے

دبانے کی ہمت نہ پڑی تھی خیال تھا کہ غلطی سے کوئی دوسرا بٹن دب گیا تو جانوں کی خیریت نہیں۔ پروفیسر نے مکان بھر میں بجلی کا جال پھیلا رکھا تھا اس کی انگلی کی خفیف حرکت ایک جگہ بیٹھے بیٹھے بجلی سے متعدد حریفوں کو ہلاک کر سکتی تھی۔

آخر جان ہتیلی پر رکھ کر آہستہ بٹن پر انگلی رکھی۔ معاً فرش کا ایک ٹکڑا متحرک ہوا ہم لوگ اس کے قریب آ گئے۔ ٹکڑا اپنی جگہ سے چند انچ نیچے اترا تھا اور اتنا جوف ہو گیا تھا کہ ہم لوگ تہ خانے میں جھانک سکیں کہ ایک آواز سنائی دی۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ بغلی کمرے میں کوئی باتیں کر رہا ہے۔ ہم دونوں نے دوڑ کر پھر بٹن دبا دیا جس سے سطح برابر ہو گئی۔ الکٹرک لیمپ گل کر دیا اور کان لگا کر باتیں سننے اور ٹوہ لینے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ایک زنانی آواز غصہ میں بھری ہوئی سنائی دی۔

"تمھاری ہوس پرستی کی بدولت بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔"

مرد۔ تم دیوانی ہو گئی ہو۔ تمھیں مہارانی تارا بائی کے خزانے کی طمع نے پاگل بنا دیا ہے۔ تم نے میرے ارمانوں کا خون کر دیا۔

عورت۔ بے وقوف! مجھے دیوانہ پاگل کہہ کر اپنی حماقتوں پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے لیکن یاد رکھ کہ ہمیں ناکامی ہی نہیں ہوئی بلکہ بادانش عمل کا زمانہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ بہت قریب ہے کہ پولیس تلاش کر کے ہمیں گرفتار کر لے۔

مرد۔ حریص عورت! تیرا لالچ جو مصیبت نہ کھڑی کر دے عجب نہیں۔

**عورت**۔ مالوی، مالوی! میرا ادب کر۔ میں نے تجھے لکھایا پڑھایا تیرے قوائے عقل کو صیقل دی اور اس لائق کر دیا کہ تو اونچے اونچے محلوں کے خواب دیکھ سکے۔ افسوس! ایک خوبصورت عورت نے تیری آنکھیں بے بصر کر دیں تو نیکی و بدی کا امتیاز کرنے سے معذور ہو چکا ہے۔ نادان! خوب سمجھ لے کہ مجھ سے بگاڑ کر کبھی اپنی مراد نہیں پا سکتا۔

بیشک ان دونوں میں ایک پروفیسر دیاشنکر مالوی اور دوسری اس کی بہن مالتی تھی۔ ان کی گفتگو سے اتنا تو ظاہر ہو گیا کہ وہ مہارانی کا خزانہ غصب کرنے اور مالتی دیوی پر قابض ہونے سے محروم رہے اب وہ یقیناً قریشہ کے قبضے میں ہے اور خزانہ غالباً عورتوں کے کلب پہنچ گیا اور سلطانہ اس کی نگہداشت میں مصروف ہے۔ اس معلومات سے مجھے گونہ تسلی ہوئی۔ لیکن مزید حالات معلوم کرنے کے شوق میں پھر گفتگو سننے لگا لیکن اب آواز آنا موقوف ہو چکی تھی۔ نہ معلوم وہ لوگ کوئی کھٹکا محسوس کر کے ساکت ہو گئے تھے یا کسی خاص وجہ سے خاموش تھے۔

**کاؤس مرزا**۔ (آہستہ سے) کیا آپ کسی ترکیب سے ایسی جگہ چل سکتے ہیں جہاں سے ہم لوگ انھیں دیکھ بھی سکیں۔

**میں**۔ اگرچہ مجھے کوئی ایسا راستہ معلوم نہیں کیونکہ جب میں طبیب بن کر یہاں ملازم تھا تو مجھے اندرونی مکان میں داخل ہونے کا موقعہ نہیں دیا گیا تھا اور بظاہر کوئی ایسا راستہ بھی نہ تھا جس سے اس مکان کے سارے عجائبات دیکھ سکتا۔ لیکن راستہ ہوگا ضرور۔

**کاؤس مرزا**۔ لیکن یہان کھڑے رہ کر صرف باتین سننے کے سوا ہم لوگ کوئی اور کارروائی عمل مین نہین لا سکتے۔

ایمن ہمین احتیاط کے ساتھ یہان سے نکل کر راستہ تلاش کرنا چاہیئے۔

یہ رائے پاس ہو گئی۔ ہم دونون جس احتیاط سے اس کمرے مین داخل ہوئے تھے اسی ہوشیاری سے نکلے باہر آکر کمرے کو پھر پہلے کے مانند کر دیا اور سنگی دیوار کی آڑ پکڑتے ہوئے مکان کے سامنے والے حصہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اندھیرا ضرورت سے زیادہ تھا اور انگور کی خشک بیلین قدم قدم پر ہمارے واسطے رکاوٹ پیدا کر رہی تھین۔ اگرچہ ہم لوگ بڑی احتیاط سے سنبھال سنبھال کر قدم اٹھا رہے تھے لیکن بیلون کا جال ہر گام پر سد راہ ہو کر ہمین آگے بڑھنے سے روک لیتا تھا اور ہمین رک کر بیلون کی سوکھی ہوئی شاخون کو رسانیت سے ہٹانا پڑتا تھا۔ کیڑون کا خوف الگ جسم کا خون خشک کیئے دیتا تھا۔ سوکھی ٹہنیان پاؤن کے نیچے آ آکر جدا شور کرنے لگتی تھین۔ غنیمت تھا کہ ہوا تیز تھی اور اس کے شاخون کے ہلنے اور خشک پتون کے گرنے سے فضا پُر شور ہو رہی تھی اور اس شور مین مل جل کر ہماری نقل و حرکت سے جو کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی تھی وہ محسوس نہ ہو سکتی تھی۔

ہم دونون نے سو دو سو قدم کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ تیموریہ کے حجرہ مراقبہ کی ایسی آواز آئی جیسے کوئی آرہا ہے اندھیرے مین ہم لوگ دیوار سے چمٹ کر کھڑے ہو گئے۔

آنے والا سیدھا اسی طرف آتا ہوا معلوم ہوا جدھر ہم لوگ دبکے ہوئے تھے

کاؤس مرزا نے طپنچہ نکال لیا اور مجھے بھی ریوالور نکال کر حفاظت خود اختیاری پر آمادہ کر دیا۔ اب ہم لوگ ریوالور تانے ہوئے حریف کے قریب پہونچنے کا انتظار کرنے لگے۔ سرسراہٹ قریب سے قریب تر ہوتی رہی۔ یہانتک کہ ایک متوسط قد و قامت والا شخص ہمارے قریب ہو کر گذرنے لگا۔

یکایک کاؤس مرزا نے نہایت خاموشی کے ساتھ اس طرح اسے دبوچ کر ریوالور کنپٹی پر رکھ دیا جیسے بلی اچھل کر چوہے کو قابو مین کر لیتی ہے۔

آنے والا شخص بدحواس سا ہو گیا کنپٹی پر ریوالور کی نال پاکر اُس نے بچاؤ کی تدبیر پر عمل نہین کیا بلکہ اپنے آپ کو ہماری گرفت مین دیدیا۔

یہ کام آناً فاناً مین ہو گیا۔ ہم دونون نے مل جل کر اس کی مشکین کس لین۔ مگر اب اسے شناخت کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ الکٹرک لیمپ موجود تھا لیکن اُسے روشن کر کے صورت دیکھنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ ممکن تھا کہ اس کے ہمراہی تعاقب مین لگے ہون اور روشنی دیکھ کر خطرے سے خبردار ہو کر مدافعانہ کارروائی کر گذرین ادھر مالوہی اور مالتی کی گفتگو سننے اور بازجوئی کا اشتیاق تساہل و تغافل کی اجازت نہ دیتا تھا۔ چند منٹ غور کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ ہم دونون اپنے اسیر کو لیے ہوئے اسی کمرے مین واپس جائین جہان سے نکل کر آئے تھے اور روشنی مین صید کی صورت دیکھ کر مناسب تدبیر عمل مین لائین۔

بندھے ہوئے اسیر کو بیچ مین کر کے ہم لوگ آگے پیچھے مالتی کے کمرے کی جانب واپس ہوئے۔ ہمارا اسیر بالکل خاموش تھا۔ اور بغیر مدافعت کی کوشش کیئے ہوئے ہمارے اشارون پر عمل کر رہا تھا۔

ہم لوگ بخیر و خوبی مالتی کے کمرے مین داخل ہوگئے۔ اندر سے دروازے بھیڑنے کے بعد اسیر کو مسہری پر بٹھایا۔ کاؤس مرزا نے الکٹرک لیمپ جلا کر اس کی لائٹ اسیر کے چہرے پر ڈالی۔ وہ گجراتی نوجوان تھا۔ چہرہ نظر آتے ہی کاؤس مرزا کی زبان سے نکل گیا۔

فریدون! تم ہو۔

**فریدون**۔ خدا کا شکر ہے کہ مین ان ظالمون کے ہاتھ نہین لگا۔

**کاؤس مرزا**۔ کچھ حالات بھی دریافت ہوئے؟

**فریدون**۔ جی ہان تھوڑا بہت حال معلوم ہوا ہے۔

**کاؤس مرزا**۔ بیان کرو۔

**فریدون**۔ آپ سے جدا ہو کر مین نے ان دونون کا تعاقب شروع کیا جو بغلی کمرے مین گفتگو کر رہے تھے۔ ان مین سے ایک پروفیسر اور دوسری اس کی بہن مالتی ہے۔ یہ دونون پالنی دیوی اور مہارانی تارا بائی کے خزانے کی فکر مین نکلے تھے۔ انھین ایک اور شخص شیوناتھ کی بھی تلاش تھی لیکن انھین ان تینون مقصدون مین ناکامی ہوئی پالنی دیوی قریشیہ کے قبضہ مین ہے اور شیوناتھ لاپتہ ہے خزانہ سلطانہ کی حفاظت مین ہے چونکہ ایک دفعہ پروفیسر اسیر قبضہ کرنے مین کامیاب ہوگیا تھا۔ اس لیے سلطانہ نے نگرانی مین بہت زیادہ سختی

شروع کر دی ہے اور یہ لوگ صدہا تدبیریں کرنے پر بھی خزانہ حاصل کرنے سے معذور رہے ہے۔ مالتی کو ناکامی کا بے حد قلق ہے اور وہ پروفیسر سے سخت برہم ہو چکی ہے اس کا خیال ہے کہ پروفیسر نے پالنی دیوی کی چشم فسوں ساز سے مسحور ہو کر خزانے کو ہاتھ سے کھو دیا ہے۔ وہ خزانہ پانے کے واسطے مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہے۔ اسی خزانے کے واسطے اس نے اپنے شوہر کو جام فنا پلا کر سوز بیوگی قبول کر لیا تھا۔ اس کے تیوروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں پروفیسر کے ساتھ کسی طرح کی رعائت جائز نہ رکھے گی۔ برخلاف اس کے پروفیسر کے سر پر عشق کا بھوت سوار ہے اور وہ اس سے پالنی دیوی کی ولادت کا راز معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

میں۔ فریدون مرزا صاحب! میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ پروفیسر کے پاس اپنے بہنوئی کا سفرنامہ موجود ہے۔ مالتی نے ایک دفعہ مجھ سے بخوف جان بیان کیا تھا کہ وہ سفرنامہ اس نے اپنے بھائی کے حوالے کر دیا ہے اس کا ایک پھٹا ہوا ورق بھی مجھے اسی تہ خانے سے حاصل ہوا تھا لیکن وہ اتنا ناکارہ تھا کہ رازوں پر کسی قسم کی روشنی نہیں پڑ سکتی۔

فریدون۔ میں جاسوسی کے کاموں میں بہت کم دھوکا کھاتا ہوں میری قوت سامعہ کبھی غلطی نہیں کر سکتی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ صرف بھائی بہن کے مکالمے میں دروغ گوئی کا امکان نہیں یقیناً مالتی نے آپ کو دھوکا دیا ہوگا۔

کاؤس مرزا۔ اس بحث سے کچھ فائدہ نہیں ہمیں اپنا کام جاری

رکھنے کی ضرورت ہے جو اصلی راز ہوگا تفتیش سے ظاہر ہو جائے گا۔

(فریدون سے) تم نے ان کی نگرانی کیون ترک کر دی۔

**فریدون**۔ وہ دونون آپس مین جھگڑتے ہوئے نہ معلوم کدھر غائب ہو گئے۔ مین نے بہت غور کیا مگر سراغ نہ ملا۔ آخر یہ خیال ہوا کہ شاید پہلو والے کمرے مین چلے گئے ہون گے۔ اس لیے ادھر آرہا تھا کہ راستے مین آپ نے گرفتار کر لیا۔

**کاؤس مرزا**۔ وہ ادھر نہین آئے۔ اگر آتے تو ہم لوگ ضرور دیکھتے کیا تم نے خوب تحقیق کر لی تھی وہ اس کمرے مین نہ تھے؟

**فریدون**۔ مین بغیر کامل تحقیق کیے کوئی کام نہین کرتا۔ اگر وہ اسی کمرے مین کہین چھپے ہوتے تو میری باریک بین نگاہون سے مخفی رہنا ممکن نہ تھا۔

**مین**۔ معلوم ہوتا ہے وہ دونون جھگڑتے ہوئے تہ خانے مین چلے گئے ہین۔

**کاؤس مرزا**۔ ہم لوگ بھی وہان پہنچ سکتے ہین؟

مین نے سر جھکا کر غور کرنا شروع کیا۔ ایک راستہ تو وہی تھا جو ابھی ابھی دریافت ہوا تھا لیکن ادھر سے تہ خانے مین جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ ان لوگون کے پاس وہ موذی آلہ بھی تھا جس سے بجلی نکلکر خرمن ہستی کو آن واحد مین جلا کر خاکستر کر سکتی تھی۔ انھین معلوم ہو جائے تو وہ ہم لوگون کو جلا کر خاک سیاہ کرنے مین مطلق تاخیر نہ کرین گے البتہ ایک راستہ اور بھی تھا اور یہ وہی راستہ تھا جدھر سے مین پالنی دیوی کو لے کر سابرمتی کے ذریعہ فرار ہوا تھا۔

مین نے کاؤس مرزا سے اپنا خیال ظاہر کیا۔ اُنھوں نے اسی راستے سے تہ خانے مین داخل ہونا پسند کیا۔ ہم لوگ جس راستے سے مکان مین داخل ہوئے تھے اسی راستے سے باہر آئے اور دریائے سابرمتی کے کنارے پہونچے۔ تینون آدمیون کو پیرنے کی کافی مشق تھی۔ ہم سب بے خوف دریا مین پھاند پڑے اور ڈبکی لگاتے ہوئے اُس مقام کو تلاش کرنا شروع کیا جہان ہر وقت ایک کشتی تیار رہتی تھی۔

آج کوئی کشتی تو موجود نہ تھی لیکن ایک گھنٹے کی تلاش کے بعد ہم لوگون نے وہ مقام ڈھونڈھ لیا اور نہایت احتیاط و خاموشی سے پروفیسر کے مکان مین داخل ہو کر تہ خانے مین پہنچ گئے۔

پہلے یہ راستہ کھلا رہتا تھا۔ لیکن آج دروازے کے سامنے بڑی سی الماری کھڑی تھی۔ ہم نے اُسے خدا کی رحمت تصور کیا اور اُس کی آڑ سے اندر کی طرف جھانک کر دیکھا۔ تہ خانہ برقی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ وہان کی سب چیزین بھی بجنسہ موجود تھین۔ وسط مین وہ جلا ہوا ٹیبل بھی تھا جسے مالتی نے بجلی کے ذریعہ راکھ کا ڈھیر بنا کر مجھے مرعوب کرنا چاہا تھا۔ اس کے برابر ہی مالتی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح استادہ تھی اس کی صورت سے خونخواری و وحشت برس رہی تھی ہاتھ مین وہی موذی آلہ تھا جس کے ذریعہ سے نہ معلوم کتنی جانین ضایع کیجا چکی تھین دونون آنکھون سے خون اُبل رہا تھا۔ ناکامیون نے اُسے بالکل حواس باختہ کر دیا تھا۔ فرط غیظ و غضب مین دیوانی ہو رہی تھی۔

اس کے سامنے ہی پروفیسر کھڑا تھرا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ مین تبر تھا جس کی آب بجلی کی روشنی مین بجلی کی طرح لو دے رہی تھی

چمک دمک سے آنکھیں چوندھیائی جاتی تھیں۔ اُسے پالنی دیوی کے عشق نے اندھا بنا دیا تھا۔ صورت سے جونق پن ظاہر تھا۔ اُس نے غصہ سے دانت پیستے ہوئے تحکمانہ لہجہ مین کہا۔

مالتی! جان کی خیریت چاہتی ہے تو مجھے پالنی کی پیدایش کے راز سے مطلع کردے ورنہ یاد رکھ (تبر کی طرف اشارہ کرکے) یہی تبر تیرے سوکھے ہوئے جسم کے دو ٹکڑے کردے گا۔

مالتی۔ مالوی! عقل کے ناخن لے مین تیری ان گیدڑ بھپکیون مین آنے والی نہین۔ مین نے جس خزانے کے واسطے اپنے شوہر کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس کے واسطے مین نے انسانیت سوز افعال کیئے وہ صرف تیری وجہ سے میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بغیر مجھے زندگی تلخ معلوم ہوتی ہے۔ جب وہی حاصل نہوا تو زندگی بیکار ہے۔

آشیان ہی جل گیا تو زندگی بیکار ہے
بس انھین دو چار تنکون سے ہمارا نام تھا

پروفیسر (نرمی سے) دیکھو بوا! اب بھی کچھ نہین بگڑا ہے۔ اگر پالنی دیوی کا راز ولادت معلوم ہوجائے تو مین اس کی مدد سے پالنی دیوی کے ساتھ کم از کم نصف خزانے پر بھی قابض ہوسکتا ہون۔

مالتی۔ مالوی! کبھی نہین، ہرگز نہین تو اس راز کی چھان بھی نہین پاسکتا۔ دنیا مین اس کے جاننے والے صرف دو آدمی ہین۔ ایک مین اور دوسرا شیونا تھ۔ اُس کا حال معلوم نہین کہ زندہ ہے یا مرگیا۔ ایک دفعہ آغا قصری نے اُس کی ملاقات کا تذکرہ کیا تھا لیکن تجربے سے معلوم ہوگیا کہ وہ باتین بے اصل تھین۔ میرا تو خیال ہے اُسکو مرے ہوئے

زمانہ ہوگیا۔ اب میں اُس راز سے آگاہ ہوں اور تجھے یقین دلاتی ہوں
کہ ساری زندگی پھر اس راز کا ایک حرف کبھی زبان پر نہ لاؤں گی۔

پروفیسر کیا یہ آخری فیصلہ ہے؟

مالتی میری زبان سے نکلی ہوئی ایک ایک لفظ فیصلہ کن
ہوا کرتی ہے۔

پروفیسر غصّے سے لرزہ براندام ہوگیا۔ اُس کی آنکھوں سے تیز تیز
شعاعیں نکلنے لگیں جس ہاتھ میں تبر تھا وہ بلند ہوا اور برقی چمک کے
ساتھ زمین بوس ہوگیا۔ تہ خانے میں ایک چیخ کی آواز گونجی اور مالتی
اپنے خون میں لوٹتی ہوئی دکھائی دی۔ لیکن اسی اضطراب میں اُس نے
بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔

مالوی، مالوی! تو نے میرے احسانات کا صلہ ادا کر دیا۔ لیکن
میں تیری چالوں کو خوب سمجھتی ہوں تو اس طرح سفرنامہ پر قبضہ کرنا چاہتا
ہے۔ نہیں ایسا کبھی نہ ہوگا۔ میں تو اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے جاتی ہوں
لیکن تجھے بھی ساتھ لے چلوں گی جس طرح ہم دونوں نے یہاں مل کر کام
کیا ہے اسی طرح اُس عالم میں بھی ساتھ رہ کر سزا جھیلیں گے۔ میں اس
سفرنامہ کو بھی خاکستر کر جاؤں گی کہ میرے بعد کوئی ان رازوں سے واقفیت حاصل نہ کر سکے۔

یہ کہکر اُس نے برقی آلہ کا رُخ مالوی کی طرف کر دیا۔ مالوی سہم کر ایک
طرف ہٹا لیکن ہٹ نہ سکا۔ بٹن دب چکا تھا جنبش کرتے ہی بجلی نے
اس کی خرمن حیات کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس کے بعد ہی ایک چمک
پیدا ہوئی سامنے والے بریکٹ میں آگ لگ گئی۔ یہ سب کام چند
ثانیوں میں ختم ہوگیا۔

# باب (۷) ساتوان

## خواجہ سدا سہاگ علیہ الرحمۃ کا راز

اب کمرے مین چند راکھ کے ڈھیرون کے سوا کچھ نہ تھا۔ مالتی بھی خاک و خون مین لوٹ پوٹ کر ختم یا مردہ ہو چکی تھی۔ اس کی لاش حسرت و عبرت کا مرقع بنی زمین پر پڑی تھی۔ جس دولت کے واسطے اس نے دوزخ مین جانا قبول کیا وہ بھی ہاتھ نہ لگی اور جان بھی گئی تہ خانے مین بالکل سکوت تھا۔ مگر ہمارے سینون مین دل ابھی تک دھڑک رہے تھے۔ پنڈت دیا شنکر مالوی نے جو حیرت انگیز آلہ اختراع کیا تھا بالآخر وہی اس کا قاتل ٹھہرا۔ قدرت نے اسی آلے کے ذریعہ اسے ہلاک کر کے مظلومون کا انتقام لیا۔

ہم لوگ بیک بیکر تصویر کی طرح بے حس و حرکت کھڑے رہے عبرت آموز تماشے نے ہمارے حواسون کو معطل کر دیا تھا۔ بڑی دیر کے بعد کاؤنس مرزا نے کہا۔

مسٹر قیصری! ہماری ساری محنت ضائع ہو گئی۔ ہر چند دو خطرناک دشمنون سے قدرت نے راستہ صاف کر دیا لیکن وہ اپنے ساتھ ایسا راز لے گئے جسکے معلوم کرنے کو ہم لوگ سر ہتیلی پہ دھرے پھر رہے ہین۔ معلوم ہوتا ہے سامنے والے بریکٹ پر وہ

سفرنامہ رکھا تھا۔

مین۔ آپ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے مالتی نے اپنی تقریر مین اسی طرف اشارہ کیا تھا اور کم بخت مرتے مرتے اُسے بھی خاکستر کر گئی۔

کاؤس مرزا۔ اب کیا رائے ہے؟

مین اس منحوس عمارت سے نکل چلنا ہی بہتر ہے۔

کاؤس مرزا۔ میری بھی یہی رائے ہے لیکن یون جانا ٹھیک نہین اس جگہ نہ معلوم کتنی خوفناک چیزین ہون گی اور اگر پروفیسر کے شریک کار ان ایجادون سے کام لینا چاہین گے تو پبلک کے لیئے بہت کچھ خطرناک ثابت ہون گی۔

مین۔ پھر اسکے متعلق آپ نے کیا تدبیر سوچی ہے؟

کاؤس مرزا۔ جس طرح قدرت نے ان کے ہاتھون انھین کیفر کردار کو پہونچایا شاید وہ اسی طرح ہمارے ہاتھون سے ان خطرناک چیزون کو تباہ و برباد کرانا چاہتی ہے ہم اس عجیب و غریب مکان اور اس کے اندر کی تمام چیزون کو اسی آلہ کی مدد سے تباہ کر دین گے جس کے ذریعہ مالتی نے اپنے بھائی کو ہلاک کیا اور ایک بڑے راز کو اپنے ساتھ لے گئی۔

مین۔ واقعی اس طلسم خانہ کا مٹ جانا ہی مناسب ہے۔

ہم لوگ المارہی سرکا کر تہ خانہ کے اندر داخل ہو گئے وہ خطرناک آلہ ابھی تک مالتی کے ہاتھ مین تھا۔ کاؤس مرزا نے سب سے پہلے اس آلے پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد کمرے کی تلاشی لینا شروع کی۔

برقی تجربات کا بہت سا سامان اپنی اپنی جگہ پر رکھا تھا۔ الماریون مین شیشیان بھری تھین ان مین عرقیات اور پوڈر رکھے جو برقی امتحانات مین کام آتے تھے شیشیون پر لیبل بھی تھے لیکن وہ نام اتنے عجیب تھے کہ کسی طرح سمجھ مین نہ آسکے۔

ایک گھنٹہ تک ہم لوگ کونے کونے کا جائزہ لیتے پھرے لیکن اندر پر روشنی ڈالنے والی کوئی چیز ہاتھ نہ لگی۔ آخر دیکھ بھال کر مکان سے باہر نکلے کوٹھی کے سامنے کھڑے ہو کر کاؤس مرزا نے برقی آلہ کا بٹن دبانا شروع کر دیا۔ اس کے منہ سے بجلیون کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک گھنٹے کے اندر سارا مکان معہ اسباب کے جل کر خاک ہو گیا۔ جہان سہ منزلی عمارت کھڑی تھی اب وہان اینٹون اور چونے کے ڈھیر یا جلی ہوئی لکڑی کی راکھ کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ وہان کی حالت دیکھ کر از خود میری زبان پر یہ شعر آگیا ؎

بیک گردش چرخ نیلوفری
نہ نادر بجا ماند نے نادری

ہم لوگ حسرت و عبرت کا انبار لیئے ہوئے مکان سے نکلے کاؤس مرزا کے ہاتھ مین ابھی تک برقی آلہ تھا۔ فریدون مرزا ان عجائبات سے اتنا متاثر تھا کہ اس کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی دم بخود تھا پریشان تھا اور دل ہی دل مین پروفیسر کی ذہانت کا قائل ہو رہا تھا۔

سابرمتی ندی عجیب دلفریبی کے ساتھ بہ رہی تھی اس کی

ننھی ننھی لہروں سے سامعہ نواز نغمہ بلند ہو رہا تھا ہوا میں نسبتہً خنکی پیدا ہو چلی تھی جو صبح کی آمد سے مطلع کر رہی تھی۔ ہم لوگ سیدھے دریا کنارے پہنچے اتنی دیر میں ہمارے کپڑے پنڈے کی گرمی سے خشک ہو چکے تھے پیر کر پروفیسر کے مکان میں داخل ہونے کی وجہ سے جو تری آئی تھی اس کا نام ونشان تک باقی نہ تھا۔

تازی ہوا سے دل کی پریشانی مٹانے کے خیال سے ہم لوگ پتھر کی ایک چٹان پر بیٹھ گئے تھوڑی گھڑی گھڑی اکر ہمارے پاؤں چومیں رتبہ شناس ہوا میں چاروں جانب سے خود رو پھولوں کی مہک لا لا کر دماغ میں تازگی پیدا کر رہی تھوڑی دیر میں بکھرے ہوئے حواس بجا ہوئے کاؤس مرزا نے مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

”آغا صاحب! اس منحوس آلے کا ساتھ رکھنا مناسب نہیں پروفیسر مالوی کے ساتھ اس کی ایسی خطرناک ایجاد کو بھی نیست ونابود ہو جانا چاہیئے۔

یہ کہہ کر اس آلے کو کاؤس مرزا نے دریا کے سامنے بیچ میں پھینک دیا آلہ بیچ پانی میں گر کر گھومتا ہوا سطح پر بیٹھ گیا اس کے گرنے سے پانی میں ارتعاش پیدا ہوا اور اس کے حلقے دور تک پھیلتے چلے گئے تھوڑی دیر میں پھر سطح برستور ہو گئی۔ کاؤس مرزا نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ خانہ بیداد کی بنیاد تک باقی نہ رہی ان مظلوموں کا انتقام پورا ہو گیا جو اس موذی ایجاد کی بدولت پنجۂ اجل میں گرفتار ہو کر جان عزیز ضائع کر چکے ہیں۔ پروفیسر اور اسکی

خون آشام بن اپنے اعمالوں کا خمیازہ بھگتنے اُس عالم مین پہنچ چکے۔ چلیئے ہمین اب دوسرے کاموں کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔

مین۔ ہمارے راستے مین ابھی اور بہت سے زبردست دشمن موجود ہین۔

کاؤس مرزا۔ کوئی مضایقہ نہین ہے۔ ہم لوگ حق کی مدد کرنا چاہتے ہین اور باطل سے لڑنے کے لیئے میدان عمل مین اُترے ہین۔ خدا ہماری مدد کرے گا۔

دشمن اگر قویست نگہبان قوی ترست

مین۔ اب جہان فرمایئے۔ وہان چلون۔

کاؤس مرزا۔ آپ نے بیان کیا تھا کہ اسی جانب سے آپ ان غارون مین داخل ہوئے تھے اور پھر خواجہ سدا سہاگ علیہ الرحمتہ کے مزار پر حاضر ہو کر سلطانہ سے ملے تھے۔

مین۔ درست ہے۔ مزار پانچسو قدم چلنے کے بعد جو پگڈنڈی ملے گی وہ سیدھی انھین غارون تک پہنچا دے گی۔

کاؤس مرزا۔ میرا ارادہ ہے کہ چل کر خواجہ صاحب کا راز بھی دریافت کرون کہ یہ کون بزرگ ہین اور ان کی اصلیت کیا ہے۔

مین۔ ان کی نسبت مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھین آپ کے گوش گذار کر چکا ہون۔

کاؤس مرزا۔ معاف کیجیئے گا آغا صاحب! مجھے ان باتون پر اعتبار نہین ہے اگر وہ حقیقت مین کسی اہل اللہ کا مزار ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ احمد آباد کی مسلم آبادی اس سے ناواقف ہوتی۔ مین جہانتک

خیال کرتا ہون اس مین کوئی نہ کوئی راز ضرور ہے بہت ممکن ہے ہمین وہان جانے سے کچھ ایسی باتین معلوم ہو جائین جو آیندہ کامون مین مدد دے سکین اور ہم اپنی تفتیش کو وسعت دینے کے قابل ہو جائین۔

مین۔ آپ کا خیال بہت اچھا ہے لیکن آج کی تکان ایسی نہین جو ہمین زیادہ محنت کی اجازت دے۔ مجھے ڈر ہے کہ شدید مشقت سے آپ کی صحت پر ناخوشگوار اثر نہ پڑے جس سے ہم کو مزید تفتیش ملتوی کرنا پڑے۔

کاؤس مرزا۔ مین گوشت پوست کا آدمی نہین بلکہ لوہے سے بنایا گیا ہون جس طرح کام کرنے سے مشین کے پرزے کبھی نہین تھکتے مین بھی اپنی خدمات انجام دینے سے مضمحل نہین ہوتا۔

نیلائے شب اپنے سفر کے تین حصّے طے کر چکی تھی آسمان پر ستارون کے منور پھول کھلے ہوے تھے۔ مرغان ہوا کی نغمہ سنجیان پردۂ سکوت مین پنہان تھین فرحناک ہوا کے جھونکے سابرمتی ندی کی ننھی منی لہرون سے اٹھکھیلیون مین مصروف تھے کہ ہم تین آدمیون کا مختصر قافلہ پروفیسر کے خرابے سے نکل کر ندی کے کنارے کنارے اراولی پہاڑ کے طویل سلسلے کی طرف روانہ ہو گیا جو حد نظر تک پھیلتا ہوا چلا گیا تھا۔ اندھیری رات مین اس کی مہیب چوٹیان یونانی دیوتاؤن کی طرح منھ پھاڑے کھڑی تھین جو اندھیرے مین معمول سے زیادہ بھیانک معلوم ہوتی تھین۔ ان کے دوسرے پہلو مین پہاڑی چشمے پیچ مرجان کی طرح لپٹے ہوئے ساحل کے کھاڑ اور پیچ در پیچ پہاڑی راستے کو طے کرتے ہوئے دہشتناک اور مسلسل نشیبی حصّے تک جا پہنچے تھے جن کے عادی

طویل اور خاردار جھاڑیان، چٹانون پر پھیلی ہوئی سطح آب کی تہ پر کہین نمایان اور کہین مخفی دور تک چلی گئی تھین۔ وہ چٹانین جو پہاڑیون کے باہر اور چشمون کی گہرائی تک دوڑی ہوئی تھین اپنے دامن والے غارون مین صدہا بلکہ ہزارہا زہریلے کیڑے اور خون آشام درندون کو لیئے ہوئے تھین لیکن ہم لوگ تمام خطرات کو نظرانداز کیئے ہوئے منزل کی طرف چلے جاتے تھے۔

چند میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد تاریک غارون کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ہرچند راہ ڈراونی اور خطرناک تھی لیکن اسے عبور کیئے بغیر منزل مقصود تک پہونچنا ناممکن تھا۔ مین ایک غار کے جوف پر کھڑے ہوکر غور کرنے لگا۔ ہرچند اب سے پہلے دو مرتبہ اسی راستے سے گذر چکا تھا لیکن غارون کا پر پیچ سلسلہ کچھ اس عنوان سے واقع ہوا تھا کہ انسانی عقل اُس کی بھول بھلیان مین پڑکر گم ہوجاتی تھی۔

چند منٹ کے غور کرنے سے کچھ کچھ حافظہ تازہ ہوا اور مین ایک غار مین داخل ہوگیا۔ اپنے پیچھے کاؤس مرزا اور فریدون کو بھی آنے کا اشارہ کیا۔ غار شب یلدا کی مانند تاریک تھا اور راستے کو نوکیلی چٹانون کے اُبھار نے زیادہ پُرخطر بنا دیا تھا۔ ہم لوگون نے کئی جگہ ٹھوکرین کھائین لیکن خدا کی مہربانی سے زیادہ چوٹ نہین آئی اور گرتے پڑتے کئی فرلانگ تک بڑھتے چلے گئے۔ یہان تک کہ اس مقام پر جا پہونچے جہان پہلے روز آکر سلطانہ کو پروفیسر کے نیم وحشی آدمیون کے پنجۂ ظلم سے رہائی دلائی تھی اور آسوجی کو ہلاک کردیا تھا۔

آسوجی کا گوشت پوست تو جانورون کی غذا کے کام آچکا تھا البتہ ہستی کی یاد دلانے کو کہین کہین ٹوٹی پھوٹی ہڈیان نظر آجاتی تھین جنھین کاؤس مرزا کے الکٹرک لیمپ کی مدد سے دیکھکر عبرت حاصل کی آگے وہ سرنگ تھی جس مین سلطانہ مجھے لے کر داخل ہوئی تھی اور عجیب عنوان سے دو وحشیون کو ہلاک کیا تھا یہان سے راستہ پہچانا ہوا تھا۔ ہم لوگ سرنگ مین داخل ہوئے اور لیمپ کی روشنی سے راستہ دیکھتے ہوئے مرمری محل کی طرف بڑھنے لگے۔ تھوڑی مسافت طے کرکے اُس مچھلی کے پاس جا پہونچے جو سیدھی کھڑی ہوئی تھی اور اسکے منھ سے آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ روشنی کی مدد سے بہت جلد وہ جگہ مل گئی جسے دبانے سے راستہ پیدا ہوتا تھا مین نے شکم ماہی پر ہاتھ رکھ دیا یا معاً خفیف سی صدا کے ساتھ ایک چٹان ہٹ گئی اور اندر داخل ہونے کا راستہ پیدا ہو گیا۔ ہم لوگ بے کھٹکے اندر داخل ہو گئے اور دیوار سے بھڑے ہوئے چلنے لگے کم و بیش پچاس قدم چلنے کے بعد خوشبو کی لپٹین آنا شروع ہو گئین جن سے ہمارا دماغ معطر ہو گیا

**کاؤس مرزا۔** یہ خوشبو کیسی ہے۔

**مین۔** خواجہ سدا سہاگ علیہ الرحمۃ کا مزار بہت قریب ہے ان کی قبر پر جو پھول چڑھائے جاتے ہین یہ ان کی مہک ہے۔

چند قدم چلنے کے بعد اسی صحرائے مینو سواد مین داخلہ ہوا۔ جہان کی عنبر بیز ہوا اور گلہائے رنگا رنگ کے نظارے نے پہلے دن میرے مضمحل دل مین بالیدگی کی نئی روح پھونک دی تھی جنگل کی

فضائیت اور طائران زمزمہ سرا کی ترانہ سنجیون نے کاؤس مرزا اور فریدون کو محو کر لیا وہ خدائے وحدہ لاشریک کی حمد و ثنا کرنے لگے ہم لوگ قدرت کے بچھائے ہوئے ہرے ہرے مخملین فرش اور نسیم فرحت بیز کے بکھیرے ہوئے مختلف اللون پھولون کو روندتے اور پامال کرتے ہوئے آگے کی جانب بڑھنے لگے۔ نگاہون کے سامنے صنعت باغبان حقیقی کا لامحدود نمونہ حد نظر تک پھیلا ہوا تھا بیشمار دلچسپ چیزین جن مین ہر شے اپنی رنگینی و لطافت سے ہم لوگون کی توجہ اپنی طرف کھینچنے مین مصروف تھی اور ہماری نظرین غیر ارادی طور پر ان کے تماشے مین ڈوب ڈوب جاتی تھین دیکھین تیسی محویت کے عالم مین اس نزہت بخش باغ کے بیچون بیچ ایک مرمری عمارت نظر آئی معلوم ہوتا تھا بے مثل صناع نے ایک سڈول موتی کو تراش کے محل تیار کر دیا ہے! ایک ستون حسینان طناز کے عریان بازوؤن کی طرح دلکشی کی بہار دکھانے مین مصروف تھا ایک برج ثمر نخل شباب کی ہمسری کر رہا تھا محرابون پر ابروئے خمدار یا ہلال نو کا گمان ہوتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ سطح ارض پر اس کا مماثل عنقا ہے۔ کاؤس مرزا نے پُر ذوق انداز سے ادھر اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

یہ بارہ دری کس کی ہے۔

مین۔ اسی بارہ دری مین خواجہ سدا سہاگ علیہ الرحمۃ خواب سرمدی مین مصروف ہین۔

مین نے بارہ دری مین داخل ہو کر مدور ہال مین قدم رکھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح شمع کافوری کی روشنی مین عالم نور پیدا کئے تھا۔

طاقچون مین گنگا جمنی انگیٹھیان تھین اور ان مین عود و عنبر سلگ رہا تھا ترکی قالین کا فرش تھا اور وسط مین مزار شریف تھا جسپر کشمیری شال پڑی تھی۔ چارون طرف پھولون کے انبار لگے تھے مزار شریف پر زربفت کا زرکار شامیانہ گنگا جمنی چوبون پر کھنچا ہوا تھا۔ چھت مین بیش قیمت پتھرون کے ترشے ہوئے جھاڑ کنول اور ہانڈیان لٹک رہی تھین۔ قبر کے سرہانے سلطانہ اپنی تمام زاہد شکن اداؤن اور ملائک فریب حسن کے ساتھ سر دوزانو بیٹھی تھی اسکے سیاہ لمبے اور ریشم کی مانند نرم گیسو بکھرے ہوئے تھے اُن مین خوبصورت چہرہ بدلی کے چاند کی طرح نمایان تھا۔ گل عارض پر ہموم وغم کی افسردگی چھائی تھی روشن و پرشش آنکھون مین آنسوؤن کی نمی جھلک رہی تھی۔ اس کے گرد چند نازنینان پری جمال موئے سر پریشان کیئے استادہ تھین چنگ و بربط پر غم انگیز نغمہ چھڑا ہوا تھا۔

ہم لوگ بھی ایک گوشہ مین چپ چاپ کھڑے ہوگئے۔ ماتمی نغمہ نے ہمین اپنے غم فزا کیف و اثر مین جذب کر لیا۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ نوحہ ختم ہوتے ہی سلطانہ ریشمی رومال سے آنسو پاک کرتی ہوئی اٹھی۔ ابھی تک اُسے محویت کی وجہ سے ہم لوگون کے آنے کی خبر نہوئی تھی۔ زانو سے سر اٹھاتے ہی سب سے پہلے مجھ پر نظر پڑی چند بار ملاقات ہونے سے میرا بشرہ حافظہ مین تھا۔ پہچان کر تعجبانہ انداز سے استفسار کیا۔

"مسٹر قصری! کہان تشریف لائے؟"

مین (ہمراہیون کو بتا کر) ان حضرات کو مزار شریف کی زیارت کا اشتیاق تھا۔ آج حسن اتفاق سے موقع مل گیا تو انھین لیکر حاضر ہوا ہون۔

سلطانہ نے مشکوک نظروں سے کاؤس مرزا اور فریدون کو دیکھتے ہوئے کہا۔

سلطانہ ۔ قیصری صاحب! آپ نے ایک دفعہ میری جان بچا کر احسان کیا تھا ۔ نیز اور بھی خدمات کی وجہ سے آپ کے یہاں تشریف لانے میں تعارض نہیں کیا جاتا لیکن کسی اجنبی کو اس مخفی مقام میں لانے کا حکم نہیں ہے اور میں اپنے فرائض سے مجبور ہوں کہ آیندہ آپ کو بھی یہاں آنے سے روک دوں۔

میں ۔ واقعی آپ کی نوازشوں نے مجھے دلیر کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس طرح بے خوف خود بھی حاضر ہوا اور اپنے ہمراہ دو مہمانوں کو بھی لیتا آیا ۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ دونوں حضرات دوست ہیں اور مس پالنی دیوی کی تلاش میں جان و دل سے کوشش کر رہے ہیں ۔

سلطانہ (حیرت سے) پالنی دیوی کی تلاش ؟ مجھے تو مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ وہ مسٹر جعفری انسپکٹر کے ساتھ عجیب دون کے کلب تشریف لے گئی ہیں ۔ اور آپ بھی ان کے ہمراہ گئے ہیں ۔

میں ۔ جی ہاں واقعہ ایسا ہی تھا ۔ لیکن حریف کی چالاک جاسوسہ قرنشیہ نے راستے سے مس پالنی دیوی کو اغوا کیا اور اس کے بعد مسٹر جعفری اور ان کے خادم احسان کو بھی عجیب طریقے سے اپنے قابو میں کر لیا ۔

سلطانہ (مشکوک انداز سے) اور آپ ؟

میں ۔ میں اس کی زد سے دور تھا اس لیے محفوظ رہا ۔ (تبسم)

بدلتے ہوئے) اور سچ پوچھیئے تو میرا محفوظ رہنا ہی بہتر ہوا۔

سلطانہ۔ کیسے؟

مین۔ ان کی آزادی کی تدبیرین اور حق دار کو حق دلانے کی کوشش کرنے کے لیئے (کاؤس مرزا اور فریدون کی طرف اشارہ کرکے) یہ دونون صاحبان انڈیا کے پیرس یعنے لکھنؤ کے رہنے والے ہین۔ اگر آپ کو اخبار بینی کا شوق ہے تو یقیناً کاؤس مرزا صاحب سراغرسان اور ان کے بھائی فریدون مرزا صاحب کے کارنامے پڑھنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔

سلطانہ۔ ہرچند مجھے اپنے ہی دھندون سے فرصت نہین ہوتی مگر گاہ بگاہ بیرونی دنیا کے اخبار معلوم کرنے کے واسطے رسائل وجرائد کا مطالعہ کرلیتی ہون اور خیال پڑتا ہے کہ مین نے ان مین مرزا صاحب کے متعلق پڑھا بھی ہے۔

مین۔ بس تو ہمارے کرمفرماؤن مین ایک کاؤس مرزا صاحب اور دوسرے ان کے برادر خورد فریدون مرزا صاحب ہین۔ ان دونون صاحبان نے میری التجا کو شرف قبول عنایت فرماتے ہوئے مس بالینی دیوی کی جستجو اور راز ہائے سربستہ کے انکشاف کا ارادہ کرلیا ہے۔

کاؤس مرزا اور فریدون مرزا اب تک خاموش کھڑے تھے تعارف ہوجانے کے بعد دونون آگے بڑھے اور کاؤس مرزا نے کہنا شروع کیا۔

خاتون! آپ میری جانب سے سوء ظن نہ کیجیئے۔ مجھ سے

آپ کو یا اُن لوگوں کو جو حق کے طرفدار ہیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ مجھے پالنی دیوی کی گمشدگی کا افسوس ہے! اور ہمہ تن ان کی جستجو میں مصروف ہوں۔ میں نے چار روز کی تحقیقات میں عجیب و غریب راز معلوم کر لیے ہیں لیکن تھوڑی سی آپ کی مدد بھی چاہتا ہوں اگر آپ دستگیری پر آمادہ ہو جائیں گی تو میں بہت جلد دشمنوں سے میدان صاف کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

سلطانہ۔ لیکن میں آپ کی کیا امداد کر سکتی ہوں۔

**کاؤس مرزا۔** آپ بہت کچھ مدد دے سکتی ہیں آپ کے سینے میں کئی ایسے راز مخفی ہیں کہ اگر ظاہر ہو جائیں تو بڑی آسانی سے تمام چھپی ہوئی باتوں کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔

**سلطانہ۔** مثلاً؟

**کاؤس مرزا۔** مثلاً یہ کہ مس پالنی دیوی اصلی پرمی نہیں ہیں ........" کاؤس مرزا کے الفاظ کڑکتی چمکتی بجلی تھی جس نے یکبارگی سلطانہ کے خرمن ہوش و حواس کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ وہ حیرت و استعجاب سے ہمہ تن صورت بن کر رہ گئی۔ لیکن بہت اچھا اپنے کو سنبھال کر بولی

مس پالنی دیوی اصلی پرمی نہیں؟ مرزا صاحب آپ کیا فرما رہے ہیں کیا مجھے دھوکا دے کر مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔

**کاؤس مرزا۔** دھوکا دینا میرا شیوہ نہیں بلکہ آپ کو بہت بڑی غلط فہمی سے بچانا چاہتا ہوں۔ آپ نے آج تک جسے مہارانی تارا بائی کی نور نظر سمجھ کر حق دیا دیا وہ چند خود غرضوں کے فریب

کاری کا اثر ہے۔ اگرچہ فی الحال یہ نہیں بتا سکتا کہ پالنی دیوی کی اصل کیا ہے کیونکہ اس کی ولادت کا راز حل طلب ہے لیکن اتنا تحقیق ہو چکا ہے کہ اصلی میری چند روز پہلے تک پونا کے پاگل خانے میں بند تھی اور پالنی دیوی اس کے اخراجات کے لیے پانچ سو روپیہ ماہوار ادا کیا کرتی تھی لیکن اب وہ حریفوں کے شکنجے میں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی معلومات سے فائدہ اٹھا کر اس کی مدد کروں اور ہمارا پالی کا نزاع ادرگی پیاری بیٹی کے حوالے کر دوں۔

سلطانہ۔ کیا اب تک میں فریب میں مبتلا [illegible] کیا نہیں ہوں۔ آپ مجھے دھوکا دینے کی ناکام کوشش [illegible] فرما رہے ہیں۔

کاؤنٹ مرزا۔ خاتون! قاعدے کی بات ہے کہ کوئی شخص اپنی غلطی آسانی سے تسلیم نہیں کرتا۔ اس کی خودداری کا یہی تقاضہ ہے کہ وہ اپنی عقل کو سمجھ پر بھروسہ رکھے لیکن تجربہ خود ہی غلطی کا احساس کرا دیتا ہے۔ ایک وقت آئے گا جب پالنی دیوی کی زبانی راز عریاں ہوں گے اور آپ اپنی غلطی پر شرمندگی کا اظہار کیجیئے گا۔

سلطانہ (سنجیدگی و متانت سے) مرزا صاحب! آپ کے بشرے سے شرافت نمایاں ہے اور شریف انسان کبھی دروغگو نہیں ہو سکتا۔ میرا ضمیر کہتا ہے کہ میں آپ کے بیانات پر اعتبار کر لوں لیکن میں نے شریف گود میں پرورش پائی ہے۔ میری رگوں میں شریف خون دوڑ رہا ہے مجھے نمک حلالی اور وفاداری کی تعلیم دی گئی ہے اور ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک میں نے

اپنے جملہ فرائض کو کمال ایمانداری اور دیانت سے ادا کیا ہے۔ اگرچہ آپ کا دعویٰ سچا ہی سہی لیکن بغیر کافی تحقیقات کے اعتبار کر لینا میرے فرائض کا منافی ہے اسلیئے اگر مین آپ کے ارشادات پر نہ عمل نہ کرون تو قابل عفو ہون۔ ہان وقت آنے پر مین سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاؤن گی۔

**کاؤس مرزا**۔ صبح کا نور پھیلنا شروع ہو گیا ہے مجھے اور کام بھی ہین اس لیئے آپ کا زیادہ وقت خراب کرنا منظور نہین۔ بس صاحب مزار کے حالات سنائیے اور پھر رخصت کر دیجیئے۔

**سلطانہ**۔ شاید آپ نے محتانہ کا نام سنا ہوگا۔ یہ اسی نیک و وفادار خاتون کی قبر ہے۔ وہ میری والدہ اور مہارانی تارا بائی کی رازدار خواص تھین۔ تارا بائی نہایت پرجلال و پرسطوت مہارانی تھین۔ میرے والد بڑے باخدا تھے۔ آخر مین ان کا عشق اللہ اس درجہ ترقی کر گیا کہ تارک دنیا ہو کر پہاڑون مین بیٹھ رہے۔ عبادت و نفس کشی کے سوا کسی چیز سے سروکار نہ رکھا جس مقام کو انھون نے اپنی عبادت کے واسطے منتخب کیا تھا وہ یہی جگہ ہے۔ میری والدہ کبھی کبھی ان کی زیارت کو یہان آیا کرتی تھین اور ہفتے عشرے قیام کر کے پلٹا نہ واپس چلی جاتی تھین۔ آخری دفعہ جب آئی ہین تو میرا سن تین برس کا تھا۔ یہان پہنچ کر انھین معلوم ہوا کہ خواجہ سدا سہاگ لاپتہ ہین انھون نے تلاش و جستجو کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا لیکن اس دن سے آج کی گھڑی تک خواجہ صاحب کا سراغ نہ ملا۔ جب والدہ کا انتقال ہونے لگا ہے تو انھون نے مجھے ایک نیک اور مسلمان عورت کے سپرد کر کے

یہ حالات بیان کیئے اور وصیت کرگئین کہ مجھے اسی جگہ دفن کرنا اور میری قبر کو خواجہ سدا سہاگ کا مزار مشہور کرنا چنانچہ اس وصیت پر عمل ہو رہا ہے۔

**کاؤس مرزا**۔ جن خاتون نے آپ کو پرورش و تربیت کیا تھا وہ کیا ہوئین۔

**سلطانہ**۔ جب مین مہارانی پرہی دیوی کی اتالیق مقرر ہوئی تو وہ حج بیت اللہ کے لیے حجاز روانہ ہوگئین اس کے بعد سے کوئی خیر خبر معلوم نہوئی۔ نہ جانے حیات ہین یا وصال ہوگیا۔

**کاؤس مرزا**۔ اس عمارت کی تاریخ معلوم ہو تو لگے ہاتھوں اس سے بھی مطلع کر دیجیے۔

**سلطانہ** مجھے زیادہ تحقیق نہین البتہ پرانے لوگون سے بر سبیل تذکرہ جو کچھ سنا ہے عرض کیئے دیتی ہون۔ ان لوگون کا بیان ہے کہ زمنہ قدیم مین ہندوستان جنگ وجدل کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ملوک ہند باہمی خانہ جنگیون مین مصروف رہا کرتے تھے جسکو عروج حاصل ہوا اس نے سب سے پہلے ہمسایہ ریاستون پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا شاہان گجرات کو اسی ضرورت سے ایسی سنگین عمارت تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی جس سے وقت پڑنے پر محفوظ قلعہ کا کام لیا جاسکے لہذا احمد آباد کے کسی سلطان نے اس جگہ کو محفوظ خیال کرتے ہوئے عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اسکے بعد یکے بعد دیگرے جو سلطان اگذرے وہ اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق رد وبدل اور ترمیم کرتے رہے۔ آخری سلطان نہایت عیش پرست اور رنگیلا گذرا

اُس نے اس جگہ کو اپنی عشرت گاہ بنا دیا اور عمارت کو اس رنگ مین رنگ دیا جس حالت مین آپ ملاحظہ فرما رہے ہین۔ یہان حسینان گجرات کا جمگھٹا رہتا تھا بربط و ارغنون کی آوازین آیا کرتی تھین۔ در و دیوار سے نغمہ نکلتا رہتا تھا۔ جب دولت احمد آباد کو زوال آیا تو اس محل کی رنگ رلیان فنا ہو گئین۔ عوام الناس نے اس کے متعلق عجیب و غریب روایتین گڑھنا شروع کین اور رفتہ رفتہ لوگون کے حافظہ سے یہ جگہ محو ہو گئی۔ اس کے بعد خواجہ سدا سہاگ نے اسے خانقاہ بنایا مگر شہرت نہ دی۔ بجز خاص آدمیون کے کسیکو معلوم نہین کہ اس جگہ کوئی ایسا محل ہے ان کے بعد سے ہمارے قبضے مین ہے۔ مین نے اس کی ٹوٹی پھوٹی صنعتون کی مرمت کرکے درست کر لیا ہے۔ اور یہان آرام سے والدہ کی قبر کی مجاوری اور مہارانی کے خزانے کی حفاظت کرتی رہتی ہون۔

**کاؤس مرزا۔** کیا حورون کے کلب کے متعلق بھی کچھ بیان کر سکتی ہین؟

**سلطانہ۔** ایک لفظ بھی نہین۔ وہ راز مہارانی سے تعلق رکھتا ہے اور مین بغیر کافی اطمینان حاصل کیے ہوے کچھ عرض کرنے سے معذور ہون۔

**کاؤس مرزا۔** آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اگرچہ ان باتون سے مجھے اپنے کام مین کوئی خاص مدد نہین مل سکتی۔ پھر بھی یہ اُن واقعات کی کڑیان ہین جن کی نقاب کشائی کا ارادہ کر چکا ہون۔ خاتون! معاف کیجیئے گا اس وقت میری وجہ سے آپ کو گونہ زحمت

ہوئی۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ خدا نے چاہا تو بہت جلد پھر حاضر خدمت ہو کر آپ کو اپنی دوستی کا ثبوت دوں گا۔

سلطانہ مناسب جواب دیتی ہوئی شاہانہ سطوت و ملوکانہ انداز سے اٹھی ہم لوگوں کو دروازے تک پہونچا کر بغلی کمرے میں داخل ہو گئی

# باب آٹھواں

## "عشم اور بیلا"

ہم لوگ جس عنوان سے غاروں میں داخل ہوئے تھے اسی طرح واپس آ گئے۔ شہر میں داخل ہو کر کاؤس مرزا سے چار بجے ملاقات کا وعدہ کر کے میں ہوٹل آیا۔ سردار احمد خان قدوائی، اور بیگم قدوائی میرے متعلق رائے زنی میں مصروف تھے ان کے ساتھ چائے پی اور عذر کر کے اپنے کمرے میں چلا آیا۔ ساری رات کا تھکا ہوا تھا پڑ کے جو سویا تو سر و پا کی خبر نہ رہی۔

آفتاب عالمتاب مغرب کی طرف جھک چکا تھا کہ بیدار ہوا۔ کئی گھنٹے آرام کرنے سے سکون تو تھا لیکن ہاتھ پاؤں میں درد محسوس ہو رہا تھا طبیعت کو صاف اور چاق کرنے کے لئے حمام جا کر غسل کیا۔ نہانے سے طبیعت ہلکی ہو گئی۔ اور اب کاؤس مرزا سے ملنے کی تیاریاں کرنے لگا۔

چار بجے ہوٹل سے نکلا۔ شہر سے باہر شاہی زمانے کی عالیشان مسجد بنی تھی کسی زمانے میں تو اس کی رونق و خوبصورتی ضرب المثل ہوگی لیکن اب بالکل غیر آباد تھی۔ اور اُن سیاحون کے سوا بہت کم کوئی دکھائی دیتا تھا۔ جو ممالک غیر سے ہندوستان کے پرانے عجائبات دیکھنے چلے آتے ہین۔ اسی مسجد مین کاؤس مرزا نے صلاح و مشورے کی غرض سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔

مین احمد آباد کی بازارون مین پھرتا ہوا بیرون شہر آیا اور اسی مسجد کا رخ کیا۔ اس کی سیڑھیان بے مرمتی کی وجہ سے جابجا سے ٹوٹ پھوٹ گئی تھین لیکن اس قابل تھین کہ احتیاط سے قدم رکھنے والا ان پر سے گذرتا ہوا صحن مسجد مین بعافیت داخل ہو سکے۔

وسیع مسجد کے ایک ایسے گوشے مین جسے ہر طرف سے قناتی دیوار نے گھیر رکھا تھا۔ کاؤس مرزا صاحب میرے منتظر تھے جیسے ہی مین اُس جگہ پہونچا انھون نے ایسے طرز سے جس مین شکایت کا پہلو تھا کہا:۔

آغا صاحب! آپ نے پورے ایک گھنٹے کی تاخیر کر دی۔ حالانکہ ہمین ایک ایک منٹ کی قدر کرنا چاہیئے۔

**مین** (خجالت سے) بیشک دیر ہوگئی! رات بھر کا جاگا تھا۔ سویا تو بے خبر سو گیا اور وقت پر آنکھ نہ کھلی۔

**کاؤس مرزا۔** میرا بھی یہی خیال تھا۔ خیر! مین نے یہ دن بھی کام ہی مین گذارا ہماری نیند ہمارے کام کا پورا ہونا ہے۔

**مین۔** کوئی نئی بات معلوم ہوئی؟

**کاؤس مرزا۔** آپ سے رخصت ہو کر اپنی قیام گاہ پہنچا۔ ہاتھ منہ دھویا کچھ ناشتہ کیا اور اسپتال چل کھڑا ہوا خیال تھا کہ اعثم سے ملاقات ہوگی لیکن دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کل شام کو اُسے ایک ادھیڑ عورت لے گئی ہے۔

**مین۔** تو کیا اعثم اب اسپتال مین نہین ہے۔ اس کا دماغ صحیح ہو گیا؟

**کاؤس مرزا۔** نہین۔ وہ عورت اپنا عزیز بتا کر لے گئی۔ خیر! مین اسپتال سے واپس ہو کر اسٹیشن گیا۔ کیونکہ ڈاکٹر چیٹرجی کلکتے سے آنے والے تھے یہ وہی ڈاکٹر ہین جن کا تذکرہ آپ سے کر چکا ہون مجھے اپنے کامون مین جب طبی امداد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو انھین کو تکلیف دیتا ہون۔

**مین۔** ڈاکٹر چیٹرجی تشریف لے آئے؟

**کاؤس مرزا۔** جی ہان۔ اور آپ ہی کے ہوٹل مین مقیم ہین۔

**مین۔** ہوٹل مین روزانہ کچھ مسافر آتے اور کچھ جاتے رہتے ہین اسلیئے اُن کا خیال نہین کیا جاتا اور آج کی نسبت تو ذرا بھی معلوم نہین سارا دن سونے مین بسر ہوا ہے۔

**کاؤس مرزا۔** مجھے اسپتال مین اس عورت کا جو حلیہ بتایا گیا ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ بیلا خود یا کسی کی تحریص سے اعثم کو اپنے یہان لے گئی ہے۔

**مین۔** آپ کا قیاس صحیح ہے احمد آباد مین بیلا کے سوا کوئی اعثم کا دوست معلوم نہین ہوتا۔

**کاؤس مرزا۔** اسی غرض سے مین نے ارادہ کیا ہے کہ آج رات کو ہم لوگ بیلا کے یہان جائین اور اس سے گفتگو کر کے سراغ نکالین۔ میرا خیال ہے کہ بیلا بھی اس معاملے مین تھوڑا بہت جانتی ہے۔

**مین۔** ضرور اسی تدبیر پر عمل کرنا چاہیئے۔

گیارہ بجے رات کے بیلا کے یہان چلنا طے ہوا۔ مین پھر ہوٹل واپس آیا۔ شام ہو چکی تھی۔ جب مین اپنے کمرے مین جانے لگا تو مین نے ایک بوڑھے کم رو بنگالی کو برآمدے مین آرام کرسی پر نیم دراز پایا اوس کی صورت سے سادگی برستی تھی۔ وہ قدیم بنگالی وضع کا لباس پہنے تھا اور ظاہری حالت سے مطلق گمان نہین ہو سکتا تھا کہ وہ ماہر سمیات ہے۔ چونکہ مجھ سے اور اس سے شناسائی نہ تھی اس لیے صاحب سلامت یا بات چیت کی نوبت نہ آئی۔ مین اپنے کمرے مین پہنچ کر ایک رسالہ پڑھنے مین مصروف ہو گیا۔ بیگم قدوائی مس زائرہ کے یہان گئی ہوئی تھین اور شاید مسٹر قدوائی بھی اُن کے ساتھ تھے۔ اگر وہ ہوٹل مین موجود ہوتے تو شاید مجھے کتاب کے مطالعہ کا موقع نہ مل سکتا۔

اا بجے مین تیار ہو کر ہوٹل سے نکلا اور ....... کنکر لین روانہ ہو گیا اس محلے کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ جب محلے کے نکڑ پر پہنچا تو تین شخصون کو آتے ہوئے دیکھا اول تو شناخت مین دشواری ہوئی۔ مگر جب وہ لوگ قریب آ گئے اور ان کے چہرے پر مینونسپل بورڈ کی لگائی ہوئی لالٹین کی روشنی پڑی تو پہچان لیا۔ یہ کاؤس مرزا۔ فریدون اور ڈاکٹر چیٹرجی تھے۔ مین بھی انکے ساتھ ہو لیا اور ہم لوگ بیلا کے خام مکان کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے

کاؤس مرزا سب سے آگے تھے۔ مکان کے پٹ بھڑے ہوئے تھے مرزا صاحب نے دروازے سے کان لگا کر اندر کی سُن گُن لینا شروع کی۔ تھوڑی دیر تک سُن گُن لی لیکن کچھ سُنائی نہ دیا۔ اور انھین شبہہ گذرنے لگا کہ کہین حریف بیلا اور اعثم چاؤش کو لے کر پہلے سے غائب تو نہین ہو گئے۔ مگر یہ شبہہ درست نہ تھا۔ چند منٹ کے بعد کسی کے بکنے کی آواز آئی جیسے کوئی آپ ہی آپ بے تکی زٹل ہانک رہا ہے ہم لوگون نے سمجھ لیا کہ یہ اعثم چاؤش کی آواز ہے۔ دماغ کی خرابی سے ہر وقت بے سر و پا باتین بکا کرتا ہے۔ جو اپنی زد مین گاہ بگاہ راز کی طرف بھی اشارا کر دیتا ہے۔

ابھی ہم لوگ اندر جانے نہ جانے کے بارے مین غور ہی کر رہے تھے کہ بیلا کی گرجتی ہوئی آواز سُنائی دی جو اعثم کو ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش رہنے کی ہدایت کر رہی تھی لیکن اس پر اس تنبیہ کا مطلق اثر نہ ہوا۔ اس کی مجذوبانہ بڑ کچھ اور زیادہ ہو گئی۔ وہ پہلے آہستہ آہستہ بک رہا تھا اب زور زور ہانکین لگانے لگا۔

کاؤس مرزا نے بھڑے ہوئے پٹون پر آہستہ سے ہاتھ رکھا۔ اندر سے زنجیر نہین چڑھائی گئی تھی۔ جو ذرا سا سہارا دینے سے کھل گیا۔ صلاح ٹھہری دو دو آدمی ساتھ مکان مین داخل ہون پہلے مین اور فریدون مرزا مکان مین داخل ہوئے اندر ایک ڈھیمی ٹمٹما رہی تھی۔ کچھ مٹی کے گھڑے نصف زمین مین گڑے اور نصف باہر۔ ان مین دیسی بدبودار شراب بھری تھی۔ ایک دیوار مین الماری تھی جس کے دروازے ندارد تھے تین تختے تھوڑے تھوڑے فصل سے لگے تھے اور ان پر چند میلی گرد آلود تلے

رکھی تھیں۔ ان میں بھی شراب تھی اور جب کوئی شوقین خریدار آجاتا تھا تو انھیں بوتلوں کی شراب خریدتا تھا۔ الماری کے نیچے ایک میلا کچیلا بوریا پڑا تھا اس پر بیلا بائی عجب و نخوت کی پتلی بنی بیٹھی تھی ہم لوگوں کو دیکھتے ہی پہلے تو کچھ ڈری ہمیں ہماری وضع آوارہ گرد بدمعاشوں کی سی تھی اور انھیں لوگوں سے بیلا کو روزانہ سابقہ پڑا کرتا تھا۔ اس لیئے اس کا خوف و ہراس دور ہو گیا بکری کی امید نے خرانٹ صورت پر خوشی کی غازہ گری کر دی۔ اس نے کھڑے ہو کر ہمارا خیر مقدم کیا دو ٹوٹے پھوٹے اسٹول جو ایک کنارے رکھے تھے پیش کرتی ہوئی بولی۔

"کہیئے صاحب! ولائتی شراب حاضر کروں یا دیسی۔ میری دکان میں ناقص شراب بالکل نہیں (گھڑوں کی طرف اشارہ کرکے) ان میں تازہ کھنچی ہوئی شراب ہے جو اچھے کاریگروں سے کشید کرائی گئی ہے"

ہم دونوں اسٹول پر بیٹھ گئے۔ اس کی ہرزہ سرائی کا جواب نہ دیکر چاروں طرف متجسس نگاہوں سے دیکھتے رہے جس دالان میں دونوں بیٹھے تھے اس کے سامنے ایک مختصر سا کمرہ تھا۔ اس کمرے میں ایک پلنگ پر اعثم چاؤش بیٹھا ہوا نڑ لگا رہا تھا۔ میں نے ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمھارے یہاں یہ دیوانہ کہاں سے آگیا ہے جو اپنی بے تکی باتوں سے پریشان کر رہا ہے"

بیلا سمجھی کہ ہم گ اعثم کی وجہ سے شراب پینے سے تکلف کر رہے ہیں۔ اپنے نقصان پر اسے غصہ آگیا اور دانت پیس پیس کر اسے صلواتیں سناتے ہوئے بولی۔

بیلا۔ کیا بتاؤں سرکار! یہ بلا کیونکر گلے پڑی۔ تھوڑے دن ہوئے اچھا بھلا تھا میرے یہاں شراب پینے آیا کرتا تھا ایک دفعہ بیمار ہو کے اسپتال گیا۔ وہیں سے یہ حالت ہو گئی نہ جانے کیا کیا بکا کرتا ہے؟ نکالنا چاہتی ہوں تو چی کر ہٹتا ہے کہ نگوڑا ناٹھا کہاں جائیگا؟

میں۔ کیا اس کا کوئی خبر گیر نہیں ہے؟

بیلا۔ کوئی نہیں۔

اتنے میں پھر دروازہ کھلا اور مسٹر چیٹرجی کاؤس مرزا کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے۔ انھیں دیکھ کر بیلا تھر تھر کانپنے لگی کیونکہ وہ بدمعاشوں کی وضع میں نہ تھے قبل اس کے کہ اُن کے منھ سے ایک لفظ بھی نکلے خود ہی ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔

میں نے تو دروازہ بند کر دیا تھا لیکن (ہماری طرف اشارہ کر کے) ان شریف آدمیوں کے کہنے سے کھول دیا تھا۔ سرکار! اب کی قصور معاف کر دیجئے آئندہ نو بجے کے بعد کبھی دوکان کھلی ہوئی نہ دیکھئے گا۔

اس نے گڑگڑا گڑگڑا کر بہت کچھ کہا لیکن کاؤس مرزا نے کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ دالان میں آ کر پہلے ہم دونوں کو اس طرح گھورا جیسے شکاری بلی چوہے کو گھورتی ہے۔ پھر بیلا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

بیلا تمھارا ہی نام ہے؟

بیلا (لرزتے ہوئے) جی ہاں میں بہت غریب عورت ہوں میری دوکان میں کچھ بکری نہیں ہوتی۔ شراب کے خریدار تو نو بجے کے بعد ہی آیا جاہیں اور یہاں نو بجے دوکان بڑھا دینے کا حکم ہے۔

کاؤس مرزا۔ میں بمبئی پولیس کا انسپکٹر ہوں۔ مخبروں سے

معلوم ہوا ہے کہ تمھاری دوکان مین جرائم ہوا کرتے ہین اور بعض مجرمین
تمھارے یہان مخفی ہوتے ہین۔ وہان کی سرکار نے تمھاری گرفتاری
کا وارنٹ جاری کر دیا ہے اور مین اس کی تعمیل کے لیئے یہان آیا ہون
اس دھمکی نے بیلا کے رہے سہے ہوش و حواس پر بھی چھاپہ مار
کے تحس نحس کر دیا۔ اس دھمکی سے وہ بید کی طرح لرزنے لگی۔ بدحواسی
مین زبان سے پوری لفظ نہ نکل سکتی تھی تاہم اپنی غربت مظلومی اور
بے گناہی ثابت کرنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جہانتک
زبان نے یاری دی ایک سانس مین سیکڑون باتین کہتی چلی گئی۔ آخر
کاؤس مرزا نے ڈانٹتے ہوئے پھر کہا۔

بس خاموش! مین ان فضول باتون سے دھوکا نہین کھا سکتا
میرے پاس پورا ثبوت پہنچ چکا ہے۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے تو نے ایک
خونی کو اپنے گھر مین چھپا رکھا تھا پھر اسے تیرے یہان ایک عورت نے گولی
ماری تھی اور کل تو اسی شخص کو اسپتال سے اپنا عزیز بنا کر لائی ہے۔

بیلا کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے سر پر بجلی گر پڑی۔ اس کے چہرے
پر مردنی سی چھا گئی اور اس نے بڑی لجاجت سے کہا۔

بیلا۔ داروغہ جی! مین بہت غریب عورت ہون مجھے بالکل معلوم
نہ تھا کہ اعظم خونی ہے اگر معلوم ہوتا تو ہرگز اپنے یہان کھٹکنے نہ دیتی۔ وہ سامنے
والے کمرے مین ہے آپ شوق سے اُسے لے جایئے قید کرایئے یا پھانسی
دلایئے مجھے کوئی واسطہ نہین۔ لیکن میری جان چھوڑ دیجیے۔

کاؤس مرزا۔ اُسے تو لے ہی جاؤن گا۔ مگر تمھین بھی ساتھ چلنا ہوگا
بیلا نے جھک کر مرزا صاحب کے قدم پکڑ لئے اور رو رو کر رحم کی

درخواست کرنے لگی جب تھوڑی دیر روتے اور منتین کرتے گذر گئی تو انھوں نے کہا۔

"اچھا ایک شرط پر تمھیں چھوڑا جا سکتا ہے"

بیلا۔ مجھے وہ شرط منظور ہے۔ اگر آپ حکم دین تو مین شہر چھوڑ کر چلی جاؤن لیکن میرے بڑھاپے پر رحم کھائیے۔ مجھ سے قید کی سختی نہین اٹھ سکتی۔

کاؤس مرزا۔ اگر ساری باتین جو تمھین معلوم ہین بیان کر دو تو مین تم کو چھوڑ دون گا۔ مگر دیکھو کوئی بات چھپانے یا جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گی تو تمھارے واسطے اچھا نہ ہوگا۔

بیلا۔ پوچھیے۔ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہین۔ مین کوئی بات مخفی نہ کرون گی۔

کاؤس مرزا۔ مجھے راجکمار کے قتل کے متعلق حالات معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔

بیلا (کانپ کر) راجکمار! مجھے ان کے بارے مین کچھ بھی علم نہین۔

کاؤس مرزا۔ تم جھوٹ بولتی ہو۔ دیکھو بیلا! اپنی خیریت چاہتی ہو تو بیان کر دو۔ ورنہ جیل مین چکی پیستے پیستے اور رام بانس کوٹتے کوٹتے مر جاؤ گی۔

بیلا۔ (لرز کر) مین سچ کہتی ہون مجھے اس خون کے بارے مین کچھ معلوم نہین البتہ اتنا جانتی ہون کہ جس روز اعظم اور اس کے ساتھ ایک اور آدمی ہمارے یہان آیا تھا اسی رات کو راجکمار قتل کیا گیا۔ پھر دوسرا آدمی تو کہین چلا گیا۔ اعظم برابر یہین رہا۔ وہ کبھی کبھی شیخی مین راجکمار یا اپنی دیوی

**کاؤس مرزا**۔ اعظم کا خرچ کیونکر چلتا تھا؟

**بیلا**۔ میں خود حیران ہوں کہ اللے تللے کرنے کو روپیہ کہاں سے آتا تھا؟ وہ شراب کثرت سے پیتا تھا۔ دن بھر میں پڑا رہتا تھا۔ نہ کام کرتا تھا نہ کاج لیکن کبھی خرچ کی تنگی نہیں ہوئی جیسے کیمیا بنانا جانتا ہے۔

**کاؤس مرزا**۔ اور کیا کیا جانتی ہو؟

**بیلا**۔ ایک دفعہ اس کے پاس ایک آدمی آیا اس نے مجھ سے بیر کی ایک بوتل خریدی اور اعظم کی نذر کر دی۔ اعظم نے مفت کی شراب پائی تو ساری بوتل پی گیا اور نشہ میں ڈینگیں ہانکنے لگا اس نے بتایا کہ اس قتل کے حالات سے پولیس واقف نہیں ہو سکتی ایک عورت بھی اُس کے قبضے میں تھی جسے نیا ملاقاتی لینے آیا تھا۔ اعظم تو سارا راز ظاہر کئے دیتا تھا لیکن یکایک اس کے بازو میں طمنچے کی گولی لگی اور وہ گر کر تڑپنے لگا۔ اس کا ملاقاتی گولی مارنے والے کی تلاش میں دوکان سے نکل کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک جوان اور خوبصورت عورت یہاں آئی۔ اعظم کا زخم دیکھا۔ کچھ بڑبڑائی۔ پھر بوتل کی بچی کھچی شراب اسکے منھ میں انڈیل دلی۔ جیب سے دوا کی چھوٹی شیشی نکالی اور اس کے چند قطرے بھی حلق میں ٹپکا دیے اس کے بعد زخم پر رومال باندھ کر مجھ سے کہا کہ خبردار کسی کو اس راز سے مطلع نہ کرنا اور مجھے تھوڑے روپیے بطور انعام دے کر چلی گئی۔

**کاؤس مرزا**۔ وہ عورت پھر کبھی یہاں آئی؟

**بیلا**۔ جی نہیں۔

**کاؤس مرزا**۔ اسکے جانے کے بعد کیا ہوا؟

بیلا۔ بہت دیر کے بعد عشم کو ہوش آیا وہ بہکی بہکی باتین کرتا تھا۔ زخم سے تھوڑا تھوڑا خون بھی رستا تھا۔ مین نے دو آدمیون کی مدد سے اُسے اسپتال بھجوا دیا۔ زخم تو اچھا ہوگیا لیکن دماغ کی خرابی نہ گئی۔ نہ معلوم گولی کس رگ مین لگی جس کی وجہ سے بیچارہ اعشم پاگل ہوگیا۔

**کاؤس مرزا۔** تم اسے اسپتال سے کیون لے آئین۔

بیلا۔ مجھے ایک آدمی نے تاکید کی اور اسکے اخراجات پورے کرنے کو پچیس روپے بھی دیے اور ہمیشہ اسی طرح دینے کا وعدہ بھی کیا۔

**کاؤس مرزا۔** تم اس شخص کو پہچانتی ہو۔

بیلا۔ بالکل نہین۔ وہ اپنا منھ چھپا کر آیا تھا اور آواز بدل کر باتین کرتا تھا میرے پاس بہت کم ٹھہرا اور روپے دیکر فوراً بھاگ گیا۔ شاید کسی سے ڈر رہا تھا۔

اب کاؤس مرزا نے اس کمرے کا رخ کیا جہان اعشم چاؤش بیٹھا ہوا زٹ لگا رہا تھا۔ اگرچہ اس کی صحت ہر طرح بہتر تھی لیکن دماغی حالت بالکل بگڑ چکی تھی۔ اس سے ہم لوگون نے جتنے سوالات کیے ان سب کا جواب الٹا ملا بقول شخصے سے

سوئے مین اونچ نیچ نہ سوجھی جہان کی
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

کاؤس مرزا نے جیٹرجی سے معائنہ کی استدعا کی انھون نے آلات کے ذریعہ سے ایک ایک عضو کا معائنہ کیا۔ کم و بیش ایک گھنٹہ اس تحقیقات مین صرف ہوا جب معائنہ ختم ہوا تو انھون نے کہا۔

مرزا صاحب! معلوم ہوتا ہے اسکے کسی قسم کا زہر دیا گیا ہے جس کے

اثر سے دماغ درست نہین۔
کاؤس مرزا۔ زہر دیا گیا۔
چیٹرجی۔ جی ہان۔
کاؤس مرزا۔ پھر اس کا کیا علاج ہے؟
چیٹرجی۔ ہان علاج تو ہر چیز کا ہے لیکن کوشش زیادہ کرنا پڑے گی (غور کرکے) حال کے سائنس دانون نے نکوٹائن نامی ایک زہر دریافت کیا ہے جو مقررہ مقدار مین کھلانے سے فوراً ہلاک کر دیتا ہے لیکن کیسکی جان لینا منظور نہو تو کم مقدار مین دینے سے دماغ بگاڑ دیتا ہے۔ جہانتک مین خیال کرتا ہون اسکے نکوٹائن دیا گیا ہے۔ مگر کیون دیا گیا؟ یہ آپ خود سمجھ سکتے ہین۔
کاؤس مرزا۔ آپ کا گمان صحیح ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ شخص بعض رازون سے واقفیت رکھتا ہے۔ اگر وہ فاش ہو جائین تو زہر دینے والون کو عظیم نقصان کی توقع ہے انھون نے اس کی زبان بند کرنے اور رازون پر پردہ ڈالنے کے لیئے یہ تدبیر اختیار کی ہے لیکن آپ کوشش کیجیئے کہ یہ جلد سے جلد ہوش مین آجائے مجھے اسکے ذریعہ سے بڑے بڑے کام نکالنا ہین۔
چیٹرجی (مسکرا کر) مرزا صاحب! آپ جس مریض کو میرے حوالے کرتے ہین وہ ایسا ہی ہوتا ہے جسکے لیئے شدید محنت کی جائے۔ بہر نوع تعمیل ارشاد کرون گا اور ایشور کی مرضی ہوئی تو تین چار روز مین آپکے سوالون کا جواب دینے کے قابل ہو جائے گا۔
کاؤس مرزا۔ مین بھی اتنا ہی چاہتا ہون۔

# باب نوان

## "پنڈت شیو ناتھ"

ہم لوگ اعظم چاؤلش کو لے کر بیلا سے رخصت ہو گئے۔ وہ رات غوروفت کرنے مین گذری جس قدر جستجو کی جاتی تھی راز پیچیدہ ہوتا جاتا تھا میری عقل ٹھکانے نہ تھی۔ لیکن کاؤس مرزا کو امید کی روشنی نظر آنے لگی تھی۔ دوسرے روز جب مین کاؤس مرزا سے ملا تو انھون نے بتایا کہ اب پنڈت شیو ناتھ سے ملنے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر وہ کہین مل جائے تو راز معلوم کرنے مین بہت آسانی ہو جائے۔

پنڈت شیو ناتھ عرصہ سے عدم پتہ تھا تاہم امید موہوم پر ہم لوگون نے آج کی رات گاؤن کے مندر مین جانا اور مضافات مین پنڈت کی تلاش کرنا طے کیا۔ ڈاکٹر چیٹر جی اعظم کے علاج معالجہ مین مصروف تھا۔ اس لیے اسے ہوٹل مین چھوڑا۔

ہم لوگ حسب قرارداد شب کے سیاہ پردے مین گاؤن کی طرف چل کھڑے ہوئے جب گاؤن مین داخل ہوئے تو رات کے دس بج چکے تھے ہر طرف سناٹا اور خاموشی طاری تھی کسی کسی جھونپڑی مین چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ البتہ گاؤن کے کتے ذرا سی آہٹ پا کر غل و شور مچانے لگتے تھے۔ آسمان صاف اور نیلگون تھا۔ اس کے منظر کو دوبالا

کرنے کے لیے تارے اپنی دھیمی اور ٹھنڈی روشنی سے چمک رہے تھے۔

ہم لوگ پختہ سڑک سے مڑکر اس پگڈنڈی پر ہو لیے جو کھیتوں سے گذرتی ہوئی مندر کی طرف چلی گئی ہے۔ دو فرلانگ راستہ طے کرنے کے بعد مندر نظر آنے لگا جس کے چاروں طرف کیلے کے درختوں کا جھنڈ تھا۔ اس کے سامنے مختصر سی پھلواری تھی۔ اور گیندے کثرت سے کھلے ہوئے تھے۔

ہم لوگ بڑھتے ہوئے مندر کے سامنے پہونچ گئے یہاں بھی وہی سکوت اور سناٹا تھا۔ معلوم ہوتا تھا دور تک کسی کا نام و نشان تک نہین ہے۔ اس کا دروازہ خلاف معمول کھلا ہوا تھا۔ خیال ہوتا تھا کہ اس مین کوئی داخل ہوا ہے یا اندر سے نکلکر باہر گیا ہے ہم لوگون نے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر آہستہ سے کان لگائے اور سننا شروع کیا مگر مندر کے اندر کسی کی موجودگی محسوس نہ ہو سکی چند منٹ توقف کرنے کے بعد ہم لوگ یکے بعد دیگرے مندر مین داخل ہو گئے۔ کاوس مرزا نے الکٹرک لیمپ روشن کیا۔ پتھر کی مورتی بدستور اپنی جگہ قائم تھی اور اس پر ہار پھول بھی چڑھے تھے جو دن گذرنے کی وجہ سے سوکھ گئے تھے۔ البتہ چند گیندے بالکل تازے تھے معلوم ہوتا تھا آج ہی کسی پجاری نے آرتی کرتے ہوئے چڑھائے ہین۔

مندر بہت وسیع یا دالان در دالان۔ کمرہ در کمرہ نہ تھا جو تلاش کرنے مین وقت صرف ہوتا۔ ہم لوگون نے گشتی نظرین ڈال کر معلوم کر لیا کہ وہ بالکل خالی ہے۔ ممکن ہے کوئی گاؤن والا چراغ جلانے آکر گیندے کے ہار چڑھا گیا ہو۔ ہم لوگ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ ایک طرف سے

دردناک چیخ سنائی دی۔ ساتھ ہی ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی تیزی سے جنگل کی طرف بھاگ رہا ہے۔

اتنی رات کو دردناک چیخ سنائی دینا کسی حادثے کا شبہہ پیدا کرتا تھا۔ کاؤس مرزا نے ریوالور نکال لیا اور ہم لوگوں کو بھی اپنی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ میں اور فریدون مرزا بھی طمنچے سنبھال کر آنے والی مصیبت کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ ابھی کسی کے بھاگنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ لیکن لمحہ لمحہ دور ہوتی جاتی تھی۔ چیخ آنا بند ہو چکا تھا اسکے بدلے کراہنے کی ہلکی صدا کانوں میں گونج رہی تھی۔

**کاؤس مرزا**۔ میرا خیال ہے اس وقت یہاں کوئی جرم کیا گیا ہے۔

**میں**۔ مجھے بھی یہی شبہہ ہو رہا ہے۔ ہم کو کراہنے کی آواز پر چلنا چاہیئے۔

**کاؤس مرزا**۔ چلیئے ضرور چلیئے۔

ہم لوگ مندر سے نکل کر پھلواری میں آئے۔ اس پھلواری میں ایک کنواں تھا۔ اس کے قریب ہی جانوروں کے پانی پینے کے لیئے چرہی (حوض) بنی تھی جس میں ہر وقت پانی بھرا رہتا تھا۔ چرہی اور کنویں کی جگت پختہ تھی۔ اسی چرہی کے قریب کوئی چیز پڑی تھی۔ کاؤس مرزا نے الکٹرک لیمپ روشن کر کے لائٹ ڈالی۔ وہ کوئی آدمی تھا جو خاک وخون میں لوٹ رہا تھا۔ اس کے منھ سے کراہنے کی آواز نکل رہی تھی۔ ہم لوگ جھپٹ کر قریب پہونچے۔ کاؤس مرزا نے نبض پر ہاتھ رکھا۔ وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ اگرچہ سینے میں زخم آیا تھا

لیکن پہلی نظر میں مہلک ثابت نہ ہوا۔ آدمی بہت بوڑھا تھا۔ خون نکل جانے سے بالکل مردہ ہو رہا تھا۔ میں دوڑ کر مندر سے گھڑا اٹھا لایا۔ اور فریدون مرزا کی مدد سے بوڑھے کا زخم دھویا۔ کاؤس مرزا نے اپنا رومال باندھ دیا پھر ہم تینوں آدمی اسے مندر میں اٹھا لائے۔

محفوظ جگہ پہونچ کر اطمینان ہوا اور پھر بجلی کے لیمپ کی روشنی میں بوڑھے کو پہچاننے کی کوشش کی۔ روشنی میں جیسے ہی چہرے کے خط وخال نظر آئے میری زبان سے بے اختیار نکل گیا۔

"ہیں! پنڈت شیوناتھ"

**کاؤس مرزا**۔ کیا...... کیا پنڈت شیوناتھ یہی ہے؟

**مین**۔ بیشک اگر میری آنکھیں مجھے دھوکا نہیں دیتیں تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ چند روز پہلے اس نے مجھے اپنا نام پنڈت شیوناتھ بتاتے ہوئے پاتنی دیوی کو اپنی نواسی ظاہر کیا تھا۔

**کاؤس مرزا**۔ جب تو ہمیں پنڈت جی کی جان بچانے کی پوری کوشش کرنا چاہیئے۔

**مین**۔ ڈاکٹر چٹرجی آجاتے تو سب کام بن جاتا۔

**کاؤس مرزا**۔ کیا ہم لوگ پنڈت جی کو وہاں نہیں لے جاسکتے۔

**مین**۔ بظاہر زخم مہلک نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن پنڈت جی کا سن زیادہ ہے مبتلائے امراض رہنے سے طاقت طاق ہو چکی ہے۔ ایسا نہو تکان سے موت واقع ہو جائے۔

کاؤس مرزا نے فریدون مرزا کو دودھ لانے کا حکم دیا۔ وہ مندر سے نکلکر گاؤں کی جانب دودھ لینے روانہ ہو گیا اور ہم دونوں پنڈت جی کو

ہوش مین لانے اور آرام پہونچانے کی تدبیرون پر عمل کرنے لگے۔

ایک گھنٹے کے اندر فریدون مرزا ایک کہار کے ہاتھ دودھ لے کر واپس آگیا۔ ہم لوگون نے مجروح کا منھ کھول کر حلق مین دودھ ٹپکانا شروع کیا آدھ گھنٹہ مین پنڈت نے ناتوان آنکھین کھول دین اور ہم لوگون کو دیکھکر سہمے ہوئے انداز مین کہا۔

"ظالمو! رحم کرو۔ غریب برہمن کو تکلیف دینے سے کوئی فائدہ نہوگا تم دھوکے مین پڑے ہو۔

**کاؤس مرزا**۔ مہراج نہ گھبراؤ، ہم دشمن نہین بلکہ دوست ہین دشمن بھاگ گئے۔ تم آرام کرو صبح تم کو اسپتال پہنچا دیا جائے گا۔

**پنڈت**۔ نہین نہین۔ دیا کرو۔ اگر تم دوست ہو تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو مین اسپتال نہین جاؤن گا۔

**کاؤس مرزا**۔ اچھا۔ مین تمھارے واسطے ڈاکٹر کو یہین بلا دون گا

**پنڈت**۔ آہ! مین ڈاکٹرون۔ حکیمون۔ ویدون کا مرہون منت ہونا نہین چاہتا مین تنہا رہنا اور تنہائی مین مرنا چاہتا ہون۔

**کاؤس مرزا**۔ خیر! اس وقت خاموش رہو۔ زیادہ بات کرنیسے طبیعت مضمحل ہوگی۔ تھوڑی دیر آرام کرو۔

کہ سن کر پنڈت شیوناتھ کو خاموش کر دیا۔ ہم لوگون نے وہ رات وہین بسر کی فریدون مرزا نور کے تڑکے شہر گیا اور آفتاب نکلتے نکلتے ڈاکٹر چیٹرجی کو معہ دواؤن کے بکس کے ساتھ لایا۔

ڈاکٹر چیٹرجی نے کاؤس مرزا کی خواہش پر مجروح کا معائنہ کیا زخم حقیقت مین زیادہ گہرا نہ تھا لیکن جس آلے سے ضرب لگائی گئی تھی

وہ زہر کا بجھا ہوا تھا جو سارے جسم مین پھیلنا شروع ہو گیا تھا اور بوڑھے پنڈت کی زندگی کی کوئی امید باقی نہ تھی۔ کاؤس مرزا ان حالات کی اطلاع پاکر مایوس سے ہو کر بولے۔

ڈاکٹر چٹرجی! کوئی صورت بھی ایسی نہین کہ بوڑھا پنڈت جانبر ہو سکے؟

چٹرجی۔ افسوس مرزا صاحب! قاتل نے ایسا وار کیا ہے جس سے جان بچنے کی کوئی امید نہین کی جا سکتی۔ لیکن اتنا ممکن ہے کہ مجروح چند گھنٹون کے واسطے اس قابل ہو سکے کہ گفتگو کرے اور جواب دے۔

**کاؤس مرزا**۔ خدا کے لیئے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھیئے میری کامیابی اور ناکامی کا انحصار زیادہ تر اسی کی گفتگو پر ہے۔

چٹرجی نے دوا کا بکس کھول کر دو تین شیشیان نکالین۔ ایک ظرف مین پانی بھرا اور ایک شیشی کی دوا کے چند قطرے اس پانی مین ڈالکر مجروح کا زخم دھویا۔ پھر دوسری شیشی کے عرق مین ایک کپڑا تر کر کے زخم پر رکھا اور پٹی کس دی۔ پھر تیسری شیشی سے تھوڑا عرق انڈیل کر چمچہ سے مریض کے حلق مین ڈال دیا۔

پنڈت شیوناتھ بے ہوش تھا جب سے کاؤس مرزا نے خاموش کر کے سلایا تھا۔ اس وقت تک آنکھ نہ کھولی تھی۔ زہر سارے جسم مین سرایت کر چکا تھا۔ پنڈے پر نیلاہٹ نمودار تھی لیکن ڈاکٹر چٹرجی کی تدبیر سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ نیلاہٹ ایک حد پر قائم ہو گئی۔ کاؤس مرزا امید و بیم کی حالت مین مجروح کے قریب بیٹھا تھا۔

پندرہ منٹ کے بعد ڈاکٹر نے پھر ویسا ہی عمل کیا۔ اسی طرح زخم صاف کر کے پھاہا بدلا جو اتنی ہی دیر مین نیلا پڑ گیا تھا۔ اسی طرح عرق کی

ایک خوراک چمچہ سے پلائی اب نیلاہٹ مین کچھ کمی محسوس ہوئی مگر مجروح کو ہوش نہ آیا۔ پندرہ منٹ کے بعد تیسری دفعہ وہی پہلا سا عمل کیا گیا۔

اس دفعہ مجروح نے آنکھین کھول کر پانی طلب کیا۔ جرّجی نے دولے کے چند قطرے ملا کر پانی پلایا۔ کامل تین گھنٹے کی دیکھ بھال کے بعد پنڈت شیوناتھ کو بالکل ہوش آگیا اور وہ اس قابل ہوگیا کہ رحیم النفس تیمارداروں کی شکر گذاری کر سکے۔

کاؤس مرزا۔ اس کے شکریہ کا جواب دیتے ہوئے) پنڈت جی انسانون کا یہی فرض ہے جو ہم نے ادا کیا۔ اس کے لیئے کسی شکریہ کی حاجت نہین۔

شیوناتھ۔ انسان انسان مین فرق ہوتا ہے۔ وہ بھی انسان تھے جنھون نے مجھ پر حملہ کیا اور آپ بھی انسان ہین کہ مشکل کے وقت کام آئے۔

کاؤس مرزا۔ دنیا مین ہر طرح کے لوگ آباد ہین۔ اگر آپ اپنے دشمن کا کچھ پتہ دین تو ہم لوگ اُسے گرفتار کرانے کی سعی کرین۔

شیوناتھ۔ مجھے بدلا لینے کی آرزو نہین۔ ایشور خود عوض لیگا البتہ ایک خیال کانٹے کی طرح کھٹکا کرتا ہے۔ یقین ہے یہ کانٹا مرتے وقت بھی ایذا پہنچائے گا۔

کاؤس مرزا۔ کوئی ہرج نہ ہو تو ہم لوگون سے بیان کیجیئے۔ ہم وعدہ کرتے ہین کہ مقدور بھر آپ کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کرینگے۔

شیوناتھ۔ افسوس! کہ مین بیان کرنا بھی نہین چاہتا۔

کاؤس مرزا۔ ہم لوگون سے مطمئن رہیئے۔ کوئی بات ایسی نہ کرینگے

جو آپ کے خلاف ہو۔

**شیونا تھ۔** نہیں مہاشہ! مجھے اس کے لئے مجبور نہ کیجئے۔

**کاؤس مرزا۔** (تقریر بدل کر) ڈاکٹر کی رائے ہے کہ ایک ہفتہ آپ کو اور تکلیف ہے اس کے بعد آرام ہو جائے گا۔

**شیونا تھ۔** (مسکرا کر) میں بچہ نہیں ہوں۔ دنیا دیکھی ہے اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایک ہفتہ تو کیا۔ آج کی رات کٹنا دشوار ہے لیکن مجھے موت کا ذرا خوف نہیں وہ اور لوگ ہیں جنھیں جان عزیز ہوتی ہے مجھے جان پیاری نہیں ؎

موت ہم کو عزیز ہے خنجر
زندگی بس خضر کو پیاری ہے

اب سے پہلے میں دفعہ ندی میں گر کر جان دینے کی کوشش کر چکا ہوں۔ لیکن بھگوان کو زندہ رکھنا منظور تھا۔ اسلیئے بچ بچ گیا اب کی دشمن نے زہر آلود چھری سے حملہ کیا ہے جس سے جان بری ممکن نہیں۔

**کاؤس مرزا۔** کیا اچھا ہوتا اگر آپ اپنے حالات بیان کر کے دلوں کی تسلی کر دیتے۔

**شیونا تھ۔** میری زندگی خود ایک راز ہے۔ تاہم میں آپ کے احسانوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بقدر مناسب بیان کیئے دیتا ہوں۔ میرا نام شیونا تھ ہے۔ میں نہایت غریب تھا اور مالوہ دیش کے قصبہ بڑھا وا میں نربدا ندی کے کنارے رہا کرتا تھا۔ مجھے ابتدا سے یاترا کا شوق تھا۔ دھیان گیان بھی کیا کرتا تھا۔ ست پڑا پہاڑ کی کھوؤں میں

زندگی کا بڑا حصہ بسر کیا۔ اور اب آٹھ سال سے یہان مقیم ہون۔
**کاؤس مرزا۔** لیکن چند روز سے آپ اس مندر مین نہ تھے
کل صبح آئے تھے اور رات کو زخمی ہوئے۔
شیو ناتھ نے حیرت سے کاؤس مرزا کا منھ دیکھا۔ اسکے زردی مائل چہرے نے جلد جلد رنگ بدلنا شروع کیا جیسے وہ دلی اضطراب مین مبتلا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد بولا۔
"مہاشہ! آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔
**کاؤس مرزا۔** مین اس اطراف مین کئی روز سے آپ کو تلاش کر رہا ہون کئی دفعہ مندر مین دیکھ گیا ہون۔ لیکن آپ کا کہین پتہ نہ تھا کل پھر ہم لوگ آپ کی جستجو مین آئے تھے۔ اور خدا کے فضل سے آپ کو پا لیا۔
**شیو ناتھ۔** (حیرت سے) آپ لوگ میری تلاش کر رہے ہین! آخر کیون؟ مین اپنے مین کوئی ہنر ایسا نہین دیکھتا جس کے لیے کوئی مجھے تلاش کرے۔
**کاؤس مرزا۔** پنڈت جی صاف بات یہ ہے کہ آپ ایک ایسے راز سے واقف ہین جو ظاہر ہو کر حقداروں کا حق دلا سکتا ہے اور دشمنوں کی قلعی کھولتے ہوئے کیفر کردار کو پہونچا سکتا ہے۔
**شیو ناتھ۔** اُف! اسی غلطی نے ایک شخص کو میری جان لینے آمادہ کیا اور اسی شبہہ نے آپ کو میری جان بچانے پر ابھارا۔ حالانکہ دونون ایک ہی غلط فہمی کا شکار ہین۔
**کاؤس مرزا۔** ابھی آپ بیان کر چکے ہین کہ "میری زندگی راز ہو"

اس کے علاوہ آپ مسٹر قصری سے پریمی کے متعلق بعض باتین ظاہر کر چکے ہین۔

کاؤس مرزا نے مجھے سامنے بلایا۔ پنڈت شیوناتھ مجھے دیکھتے ہی پہچان گیا چند لمحہ کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"ہان مین نے ایک دفعہ ان سے اپنی نواسی کے متعلق تذکرہ کیا تھا اُن دنون یہ مولوی تھے مگر اب مسٹر ہین۔ خیر! وہ کوئی سہی۔ مین اس سے زیادہ کوئی بات نہین جانتا۔

**کاؤس مرزا**۔ نہین پنڈت جی! ایسا نہ کہیئے۔ آپ بہت کچھ جانتے ہین اور اس کے کافی ثبوت موجود ہین۔

**شیوناتھ**۔ مثلاً؟

**کاؤس مرزا**۔ مثلاً مہارانی تارا بائی کی ملازمت۔ مالتی کے شوہر کے ساتھ عہدنامہ پر دستخط کر کے پلٹا نے آنا۔ محتانہ سے ملنا اور راج کماری پریمی دیوی کو اپنی حفاظت مین ایک پہاڑی مخفی جگہ لے جانا وغیرہ وغیرہ۔

اس بیان سے شیوناتھ حیران و ششدر ہو گیا۔ اُس کی صورت سے حیرانی ظاہر ہونے لگی اُسے وہم بھی نہین ہو سکتا تھا کہ ان رازون سے کوئی غیر آگاہ ہو سکتا ہے چند منٹ تک وہ چپ چاپ کاؤس مرزا کا منھ تاکتا رہا۔ پھر متعجبانہ انداز سے سوال کیا۔

"صاحب! آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کیا کام کرتے ہین اور ان رازون کی خبر کیونکر ہوئی؟"

**کاؤس مرزا**۔ میرا نام کاؤس مرزا ہے۔ لکھنؤ کا رہنے والا ہون

مجرمون کو گرفتار کرکے قانون کے سپرد کردینا میرا پیشہ ہے راجکمار کے قتل اور راجکماری پریمی دیوی کا پتہ لگانے کی خدمت میرے سپرد کی گئی ہے۔

**شیونا تھ۔** اس معاملے مین آپ نے کہان تک کامیابی حاصل کی ہے؟

**کاؤس مرزا۔** مین نے بہت سے راز معلوم کرلیئے ہین مجھے معلوم ہے کہ رامیشر سنگھ نے پریمی دیوی اور پالنی دیوی کو اپنے قبضے مین کر رکھا ہے اور اب مہارانی تارابائی کے خزانے پر قبضہ کرنے کی فکر کر رہا ہے۔ مین سلطانہ محافظ خزانہ سے بھی ملا ہون اور اس مخفی مقام کو دیکھا ہے جہان خواجہ سدا سہاگ کے نام سے محتانہ کی قبر بنی ہے اور جس مرمرین محل مین پریمی دیوی کو رکھا جانا تجویز ہوا تھا۔ مین تمھارے شریک کار کی بیوی مالتی اور اس کے بھائی پروفیسر دیا شنکر مالوی سے بھی مل چکا ہون اس کے علاوہ بھی کئی چھوٹی چھوٹی باتین دریافت کرچکا ہون (کچھ رک کر) مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس معاملہ مین آپ کا کیریکٹر صاف نہین۔ لیکن مین آپکو سرکاری گواہ بناکر صاف بھی کرا سکتا ہون اگر آپ سارا کچا چھٹا بیان کردین تو مجرمین فوراً گرفتار کیئے جاسکتے ہین۔ پنڈت جی! دنیا مین تو جو گذرنا تھی گذرگئی۔ اب عقبےٰ بہتر بنانے کی سعی کیجیئے۔ مکافات عمل کا وقت ہے اس کو ضائع کرنا دانشمندی کے خلاف ہے۔ اگر اپنے اعمال کی تلافی کردیجیئے گا تو دل سے گناہون کا بوجھ ہلکا ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ جس کی راحت کے واسطے آپ نے یہ چالین کھیلین تھین وہ خود

حق کی طرفدار ہے۔ وہ مہارانی تارا بائی کا خزانہ راجکماری پریمی دیوی کے حوالے کرنا چاہتی ہے۔ اگر آپ ان رازوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کریں گے تو بھی صداقت چھپنے سے رہی ہمیشہ حق کی فتح ہوتی ہے اور اب بھی وہی ہوگا۔ اس سے بہتر ہے کہ آپ دنیا سے ہلکے پھلکے اٹھیں۔

پنڈت شیوناتھ نے کاؤس مرزا کی گفتگو بڑے دھیان سے سُنی کچھ دیر خاموش رہ کر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد بولا۔

مرزا صاحب! میں نے سماچار پتروں میں آپ کا نام اور کام پڑھا ہے مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ بڑے دیالو ہیں۔ اگرچہ میں نے عہد کیا تھا کہ اس راز کو کبھی ظاہر نہ کروں گا اور اپنے کرموں پہ ہمیشہ پردہ ڈالے رہوں گا لیکن اب آپ کی نصیحتوں کی وجہ سے ارادہ بدل دیا ہے اگر آپ مجھے یہ بتا دیں کہ ان رازوں کو کیوں کر دریافت کیا تو میں سب کچھ کہہ دوں۔

کاؤس مرزا۔ یہ کوئی اہم سوال نہیں جس کا جواب نہ دیا جا سکے میرے دوست آغا نصری صاحب نے مالتی کے شوہر کے سفرنامہ کا ایک ورق حاصل کیا تھا اُسے پڑھنے سے آپ کی شرکت کا علم حاصل ہوا۔ بقیہ حالات سلطانہ۔ پالنی۔ پروفیسر اور اس کی بہن سے دریافت ہوئے ہیں۔

شیوناتھ۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ پالنی خزانے کے اصلی وارث کو تلاش کرنا چاہتی ہے۔

کاؤس مرزا۔ وہ اسی ارادے سے مسٹر جعفری خفیہ انسپکٹر کے

ساتھ بمبئی روانہ ہوئی تھی لیکن راستے مین حریف کی چالاک جاسوسہ لے اُڑی۔

**شیونا تھ**۔ اب وہ کہان ہے؟

**کاؤس مرزا**۔ حریف کے قبضے مین۔

**شیونا تھ**۔ آپ جھوٹ نہین بولتے۔ اس لیئے جو کچھ بیان کیا ہے سچ ہی ہوگا۔

اب مین آپ سے سب حال کہے دیتا ہون۔ جانتا ہون کہ میری زندگی صرف چند گھنٹون کی ہے اگر آپ گرفتار کرکے قانون کے سپرد کرنا چاہین گے تو کامیاب نہ ہون گے۔ اس سے پہلے ہی میری جان نکل چلی ہوگی۔ مین نے جس کے واسطے پاپون کا بوجھ اُٹھایا وہ بھی رہی نہین تو چھپانے سے کیا فائدہ؟ مرزا صاحب! آپ مجھے جیسا دیکھتے ہین حقیقت مین ایسا نہ تھا۔ میری زندگی افلاس و مفلسیت کا نمونہ تھی تاہم مجھے بھی امیرون کی طرح عیش کرنے اور موج اڑانے کا شائق تھا۔ مالوہ دیش کے قصبہ بڑھاوا مین نربدا ندی کے کنارے گھر تھا۔ مگر مین راجون مہاراجون کے دربارون مین پہونچنے کی کوشش کرتا تھا۔ میرا تعلق مہارانی تارا بائی کے دربار سے ہوگیا تھا۔ یہ رانی مہاراجہ رام گڑھ کی اکلوتی لڑکی تھی بڑی سندر بڑی روپ وتی تھی اپنے باپ کے بعد ریاست کی مالک ہوئی۔ اور بہت اچھی طرح راج پاٹ کرنے لگی۔ اس کا حسن۔ دانائی اور پاک بازی کا شہرہ سارے ملک مین مچا ہوا تھا۔ بڑے بڑے تلک دھاری راجہ مہاراجہ اس کے خواہشمند تھے لیکن وہ بیاہ کرنے پر رضامند نہ تھی۔ اسے

گھومنے پھرنے کا بڑا شوق تھا۔ سال بھر مین ایک دفعہ بہار کے زمانے
مین جنگلی علاقہ مین جاتی اور ایک مہینہ جشن مناتی تھی اس نے سندر سبھا
مین نئی جان ڈالی تھی۔ اطراف ہند سے حسین حسین رانیان اور جوان
جوان راج تیر آکے جشن مین شریک ہوتے تھے یہ سندر سبھا ایسے اچھے
مقام پر ایسی کاریگری سے بنائی گئی تھی کہ بیکنٹھ معلوم ہوتی تھی یہ قدیم
زمانے کی عمارت تھی اور نہ معلوم کب سے گمنام اور غیر آباد پڑی تھی
اس کے چارون طرف اونچے اونچے پہاڑ ہین جو انسانی نظرون سے
سبھا کو چھپائے ہین۔ بہت سی دلدلین۔ بہت سے جنگل بہت سی
سرنگین انسانون کو وہان تک جانے سے روکتے ہین۔

**کاؤس مرزا**۔ کیا آپ وہان گئے ہین؟

**شیو ناتھ**۔ ہان مین گیا ہون لیکن اب نہین پہونچ سکتا بعض
راستون پر میری آنکھین ایک موٹی پٹی سے بند کر دی جاتی تھین لیکن
مین نے جواہر نگار مرمرین عمارت پُر فضا باغ۔ خوشنما نہرین اور دلفریب
فوارے دیکھے ہین۔ مین نے ان سندریون کی زیارت کی ہے جو اس
جنت ارضی کی حورین ہین۔ مین نے ان نغمون کو سنا ہے جس سے وہان
کی زمین۔ وہان کا آسمان اور وہان کی فضا مست رہتی ہے جب بہار
کا آغاز ہوتا ہے۔ شاخون مین غنچے کھلتے ہین۔ ڈالیان زمین بوسی کرتی ہین
اور فرحت افزا ہوا کے جھونکے شاہدان چمن کو جھولا جھلاتے ہین اس
جنت مین راجکمار اور راجکماریان جمع ہو کر بہار کا خیر مقدم کرتی ہین
ایک مہینہ جشن مناتی ہین اور پھر رخصت ہو جاتی ہین۔ وہان کا مزہ
آج تک دل مین ہے۔ وہ ایسی جگہ ہے جہان پہونچنے کے بعد کسی

انسان کا نکلنے کو دل نہین چاہتا۔

**کاؤس مرزا**۔ کیا اُسی کا نام حورون کا کلب ہے؟

**شیو ناتھ**۔ ہان، شاید بعد مین لوگ اسے حورون کا کلب کہنے لگے ہون۔ لیکن پرانا نام جنت الہند یا سندر سبھا ہے۔ وہان تکلیف نہین۔ رنج نہین۔ فکر نہین۔ ہر طرف بے فکری۔ خوشی خرمی۔ راجمان رہتی ہے۔ جو جی مین آئے کیجئے کوئی پرسان نہین سچ ہے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

مہارانی تارا بائی اس سبھا کی صدرنشین تھی کیونکہ اُسی کے بزرگون نے اس قدیم کوٹھی اور باغ کا سراغ نکالا تھا اور اُس کی مرمت کر کے ازسرنو انجمن کی بنیاد ڈالی تھی۔

**کاؤس مرزا**۔ اس سے پریمی دیوی کو کیا واسطہ ہے؟

**شیو ناتھ**۔ سنتے جائیے۔ مین سب باتین بیان کرتا ہون۔ خیر! ہر سال آغاز بہار مین مہارانی تارا بائی وہان جایا کرتی تھی۔ وہ زمانہ اس کے عنفوان شباب کا تھا۔ وہ قدرتی طور پر سب حسینون کی سرتاج تھی عاشق مزاج راجکمار اس کی ایک ایک ادا پر جان دیتے تھے اور اسے اپنی محبت مین پھنسانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے لیکن وہ وحشی ہرنی کی طرح کسی کے بس مین نہ آتی تھی۔ لیکن کب تک بچتی۔ وہ بھی انسان تھی۔ اس کے سینے مین بھی جذبات شباب سے بھرا ہوا دل تھا۔ آخر ایک راجکمار کا افسون محبت چل ہی گیا وہ دونون جوانانہ جوش مین غلط راستے پر جا پڑے۔ اور چپ چپاتے بیاہ ہو گیا

کچھ دنوں تک خوب رنگ رلیاں مچیں۔ آخر میں راج کمار نے بیوفائی کرتے ہوئے ایک راج کماری سے بیاہ کر لیا اور مہارانی تارا بائی سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ مہارانی حاملہ تھیں انھیں یقین تھا کہ راجکمار خفیہ شادی کا اعلان کر کے اس کلنک کو مٹائے گا جو بظاہر ان کے دامن عصمت پر آچکا ہے۔ امیدوں کے خلاف حالات نے اُسے رنج و غم میں مبتلا کر دیا۔ شادمانیاں ہمیشہ کے لیئے رخصت ہوگئیں اور اس کی زندگی غم و ہم ہو کر رہ گئی۔ اسی درمیان میں راجکماری پریم دیوی کی ولادت ہوئی جو پالتانہ کی باشندہ محتانہ کی حسن کارگذاری سے بالکل مخفی رہی۔ یہ عورت عربستان سے اپنے شوہر کے ساتھ ہندوستان آئی تھی اس کا شوہر عشق اللہ میں دنیا ترک کر کے پہاڑوں میں عبادت کرتا تھا اور محتانہ پالتانہ میں رہتی تھی۔ سال میں ایک دفعہ شوہر کے پاس جاتی اور ہفتہ عشرہ قیام کر کے واپس آجاتی مہارانی کے دوران سیاحت میں محتانہ نے شرف باریابی حاصل کیا تھا۔ اور اپنی تمیز داری سلیقہ اور خدمات سے دل میں گھر کر لیا تھا۔ مہارانی نے اسی محتانہ کو اپنی پارہ جگر پریم دیوی کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا کام تفویض کیا وہ پاس ناموس سے پریم دیوی کو ریاست میں رکھنے کی جرائت نہیں کر سکتی تھی۔ ابھی لڑکی دو ڈھائی سال کی تھی کہ مہاراج گلاب سنگھ نے مہارانی سے بیاہ کی خواہش کی۔ مہارانی نے نادانی کے کفارے کے لیئے ساری عمر بن بیاہی رہنے کا عہد کیا تھا لیکن گلاب سنگھ کے شریفانہ اصرار اور ارکین ریاست کے زور دینے سے مجبوراً عقد کرنا گوارا کیا دھوم دھڑکے سے بیاہ ہو گیا۔ میاں بیوی خوش و ناخوش زندگی بسر

کرنے لگے لیکن مہارانی کو دلی خوشی نصیب نہ ہوئی پہلے بیاہ کا خیال کانٹے کی طرح کھٹکا کرتا۔ پریمی جو بالکل بے قصور تھی اپنی معصومانہ اداؤن سے ان کی خیالی آنکھون مین گھر بنایا کرتی۔ مہارانی بیٹی کو بہت کم دیکھ سکتین یہان تک کہ پریمی دس برس کی ہوگئی انھین دنون مین مہاراجہ گلاب سنگھ کو مہارانی کے دلی خیالات معلوم ہو گئے۔ انھون نے غیظ وغضب کی حالت مین مہارانی کے دل پر زبان کی تلوار سے ایسے ایسے کاری زخم لگائے جس سے مہارانی جان بر نہ ہوسکی اگرچہ فوراً ہی اس کی روح نے مفارقت نہین کی لیکن مرض الموت شروع ہوگیا اسی حالت مین پیچ و تاب کھاتی ہوئی وہان سے نکل کھڑی ہوئی۔ اس نے مخفی طریقہ پر اپنی بیٹی کے لئے بڑا خزانہ جمع کیا تھا اور ایسی جگہ محفوظ کیا تھا جو محتانہ کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ اس نے مجھے اور پنڈت راماشنکر دالتی کاشوہر کو بلاکر یہ تمام راز بیان کئے اور ساری عمر عیش کرنے کے لئے کثیر رقم دینے کا وعدہ کرتے ہوئے ایک عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔ شرط یہ تھی کہ ہم لوگ پریمی دیوی کی حفاظت کرین اور محتانہ کے ساتھ ایسی جگہ جلے جائین جہان کسی دشمن کا ہاتھ پریمی دیوی تک نہ پہونچ سکے۔ جب عہدنامہ مکمل ہوچکا تو ہم لوگ محتانہ کے پاس پالٹانہ آئے۔ مہارانی کا فرمان پیش کیا اور پریمی دیوی کو اس محفوظ مقام پر لے چلنے کا تقاضا کیا جو محتانہ کو قبل ہی سے معلوم تھا۔ اس لئے عہدنامہ دیکھا اور اطمینان کرنے کے بعد پریمی دیوی کو لے کر ہمارے ساتھ رہی جب وہ محفوظ مقام قریب رہ گیا تو ہماری آنکھون پر پٹی باندھ دی گئی اور کشتی پر بٹھا کر ایک سرنگ مین داخل ہونا پڑا۔ وہ جگہ پہاڑون سے گھری تھی بیچ مین وسیع قطعہ زمین پرفضا

باغ اور نہایت حسین سنگ مرمر کی بارہ دری تعمیر تھی۔ وہاں کا کل سازو سامان بیش قیمت اور شاہانہ تھا۔ یہیں مہارانی تارا بائی کا وہ گران بہا جواہرات اور خزانہ تھا جس سے ہندوستان کے تمام راجاؤں کی دولت بھی دعوائے ہمسری نہیں کر سکتی تھی۔ ہم لوگ راج کماری کو وہاں پہونچا کر مہارانی کے پاس واپس گئے۔ انھوں نے حسب وعدہ ہم لوگوں کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور وظیفہ مقرر کرکے راجکماری کی کفالت سپرد کر دی اور خود طول ہستی گذارنے لگیں ان کی جان کو غم کا روگ لگ چکا تھا مسلسل علالتوں نے ان کی خوبصورتی فنا کر دی وہ سوکھ کر کانٹا ہو گئیں بخار نے گوشت کے ساتھ ہڈیوں کو بھی گھلا ڈالا۔ کھانسی بھی شروع ہو گئی آخر کار ایک سال تک روحانی آلام میں مبتلا رہ کر دنیا سے چل بسیں۔ مجھ نا بھی ضعیف ہو چکی تھی بڑھاپے کے علاوہ شوہر کی گمشدگی کا ایسا صدمہ اٹھایا کہ بہت دنوں زندہ نہ رہ سکی اور اپنی اکلوتی بچی سلطانہ کو راجکماری کا نگران حال مقرر کرکے راہی عدم ہوئی ان دونوں کے مرنے سے راما شنکر اور میں طمع میں پڑ گیا۔ یہیں سے ہماری نمک حرامی کا آغاز ہوتا ہے۔ ہم دونوں ایک موقع پر ملے اور باہمی مشورت کے بعد یہ صلاح ٹھہری کہ راجکماری پریمی دیوی کو کسی حیلے سے ہٹا کر خزانہ پر قبضہ و تصرف کرنا چاہئیے۔ ہم دونوں کامیابی کے بعد آدھا آدھا خزانہ تقسیم کر لیں گے میری بیوی اور بیٹی مر چکی تھی صرف ایک نواسی زندہ تھی۔ اس کی صورت راجکماری سے ملتی تھی قد و قامت بھی ویسا ہی تھا اور سن میں تو مشکل سے بیس پچیس روز کا فرق ہو گا مجھے اس لڑکی سے دلی محبت تھی۔ چاہتا تھا اسے رانی

بنا کر چھوڑ جاؤں۔ سوچا کہ پریمی دیوی کو غائب کر کے اسے پریمی دیوی بنا دوں اس ذریعہ سے خزانے پر قبضہ ہو جائے گا۔ راما شنکر لاکھ حیلہ گر اور مکار سہی پھر بھی میں اُسے آسانی سے دھوکا دے سکوں گا یہ تجویز دل میں ٹھہرا کر سلطانہ سے ملا اور پریمی دیوی کو تعلیم دلانے کے حیلے سے حاصل کر لیا۔ اسے تو پونا کے پاگل خانے میں داخل کر دیا۔ پاگل خانے میں طبی امداد حاصل کی اور ڈاکٹر کو رشوت دے کر ایسا زہر کھلا دیا جس سے وہ لڑکی دیوانی ہو گئی اور اپنی نواسی کو جسکا نام سندری تھا پریمی دیوی کے نام سے کالج میں بھرتی کر دیا۔ راما شنکر نے یہ تمام باتیں اور خزانے کا راز ایک سفرنامہ کی صورت میں لکھ لیا تھا۔ اتفاق سے اُس کی وہ کتاب مالتی نے دیکھ لی اور خزانہ حاصل کرنے کی آرزو دامن گیر ہوئی اُسنے پہلے تو راما شنکر سے سازش کر کے خزانہ حاصل کرنا چاہا لیکن راما شنکر نے آنا کانی کی، تو زہر دے کر ٹھنڈا کر دیا اس طرح ایک بڑا کانٹا میری راہ سے دور ہو گیا۔ تاہم مالتی بے پناہ عورت تھی اس نے اپنے جنتر سے نہ معلوم کتنے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا نہ جانے کیا بات تھی کہ میں اس سے ہمیشہ خائف رہتا تھا اس کی بدولت چھپتا پھرا کئی دفعہ خزانہ حاصل کرنے کی جرات کی لیکن وہ ہر مرتبہ میری کوششوں کو مٹاتی رہی۔ آخر میں نے سلطانہ کو اس امر سے مطلع کیا کہ کچھ لوگ خزانہ چرانے کی فکر میں ہیں اُن سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ سلطانہ بڑی دانشمند اور وفادار لڑکی ہے وہ سندری کو پریمی سمجھ کر اس سے محبت کرتی ہے اسے خزانے کا اصلی وارث تصور کرتے ہوئے کمال وفاداری سے خدمات انجام دیتی ہے لیکن ادھر کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور لوگ بھی

اس راز سے ماہر ہیں اور وہ خزانہ پر قبضہ و تصرف کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں مجھے زخمی کرنے والے اسی گروہ کے آدمی تھے۔

**کاوس مرزا۔** آپ کا خیال صحیح ہے۔ مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔

# باب دسواں

## سُندری کی ولادت کا راز

پنڈت شیوناتھ کی سانس چڑھنے لگی۔ وہ خاموش ہو گیا۔ کاؤس مرزا نے اس کے چہرے کی رنگت سے اضمحلال معلوم کیا چونکہ ابھی جاں بلب پنڈت سے کئی باتیں دریافت کرنا تھیں اسلیئے اس کی شمع حیات کا روشن رہنا ضروری تھا۔ اس نے ڈاکٹر چیٹرجی سے خواہش کی کہ وہ اُسے قوت کی دوا دے کر اس قابل کر دے کہ گھنٹہ دو گھنٹے اور گفتگو جاری رکھی جا سکے۔ ڈاکٹر نے کچھ دیر تک غور کرنے کے بعد ایک شیشی سے تھوڑا سفوف نکالا اور تھوڑے دودھ میں گھول کر شیوناتھ کو پلا دیا۔

واقعی اس دوا نے اکسیر کا کام دیا شیوناتھ کے چہرے کی مردنی دفع ہو گئی اور اس کے بجھتے حیات کا روغن چمکنے لگا۔ اُسنے

لپنے پنڈے مین طاقت محسوس کی ڈوبی ہوئی نبضین اُبھرین اور وہ پھر تازہ دم ہو کر بقیہ رازون کی نقاب کشائی کے قابل ہو گیا۔ کاؤس مرزا نے کہا۔

پنڈت جی! آپ نے بہت مفید بیان دیا اس کے ذریعہ تمام معمے حل ہو سکتے ہین لیکن ابھی بعض راز غیر معلوم ہین۔

**شیوناتھ** شاید اب کوئی راز ایسا نہین جس کا علم مجھے ہو

**کاؤس مرزا** نہین مہاراج! مین اس بیان کی تصدیق نہین کر سکتا۔ میرے کانون مین پروفیسر مالوی اور اس کی بہن مالتی کا وہ مکالمہ گونج رہا ہے جو ایک موقعہ پر ان دونون مین ہوا تھا اور جس کی روسے پالنی دیوی یا سندری بائی کی ولادت ایک ایسا راز ہے کہ اگر وہ ظاہر نہو تو ہمارا نی تارا بائی کا خزانہ اسے مل سکتا ہے۔ خود پالنی دیوی نے بھی ایک موقعہ پر اس کی طرف اشارہ کیا تھا نیز پالنی دیوی اور مالتی کا یہ بھی خیال تھا کہ آپ کے سوا اس راز سے اب کوئی آگاہ نہین۔

اس بیان سے شیوناتھ چپ ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا کسی دلدوز خیال نے اُسے کرب دبے چینی مین مبتلا کر دیا ہے۔ کاؤس مرزا نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

پنڈت جی! واقعات اس حد تک پہونچ چکے ہین اب اخفا سے کوئی فائدہ نہین اسلیے بیان کر دینا ہی مناسب ہے۔ مین وعدہ کرتا ہون کہ عدالت مین صرف وہی باتین ظاہر کی جائین گی جو ازروے قانون ضروری ہون گی۔ باقی تمام راز میرے سینے مین ہمیشہ محفوظ رہینگے

**شیو ناتھ۔** (ٹھنڈی سانس لے کر) آہ! ان واقعات کو دریافت نہ کیجیئے اس بیان سے زخم دل آلے ہو جاتے ہیں۔

**کاؤس مرزا۔** لیکن بغیر دریافت کیئے بھی چارہ نہیں ہے۔

**شیو ناتھ۔** مرزا صاحب آپ بڑی غلط فہمی مین مبتلا ہین سندری یعنے پالنی دیوی کی ولادت کوئی راز نہین ہے۔ مالتی جانتی ہے کہ وہ راجکماری نہین اور اس راز سے میرے اور مالتی کے سوا کوئی واقف نہین۔ اگر وہ یہ ظاہر کر دے کہ اصلی راجکماری کون ہے تو سندری مہارانی تارا بائی کے خزانے سے محروم کی جا سکتی ہے بہر نوع آپ کی خوشی کے لیئے پھر بیان کیئے دیتا ہون جن دنون مین تیرتھ یاترا کو گیا ہوا تھا۔ بدری ناتھ جی کے پہاڑون، جنگلون اور وادیون کی سیر کرتا پھرتا تھا۔ ان دنون میری بیٹی رام کماری جوان ہو چکی تھی اس کے حسن و سیرت نے مالوہ دیش مین سب کو گرویدہ بنا لیا تھا۔ اسکا معمول تھا کہ روزانہ طلوع آفتاب کے وقت آتی اور اشنان کرنے ندی کے کنارے جایا کرتی تھی۔ نہانے دھونے اور پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر گاگر بھرتی اور گنگا جل لے کر مکان واپس آتی تھی۔ اتفاق سے مہاراجہ پرتاب سنگھ جی اس جگہ سیر و شکار کی غرض سے آئے ہوئے تھے ان کا مصاحب پنڈت ہری ہر ناتھ بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ نہایت وجیہ اور خوشرو جوان تھا۔ مہاراجہ کو اس سے بڑی محبت تھی یہ پنڈت روزانہ ندی پر اشنان کرتے آتا تھا ایک روز میری بیٹی کو دیکھکر فریفتہ ہو گیا اور ایسا گرویدہ ہوا کہ خواب و خور حرام ہو گیا۔ اس نے مہاراجہ سے کہہ سن کر میری استری کو بیاہ کا پیام دیا۔ اُسنے میری عدم موجودگی کا

عذر کیا لیکن مہاراجہ نے زور دیا اور اس بات پر فیصلہ ہوا کہ مہاراجہ مجھے
راضی کرنے کا وعدہ کرلیں۔ چنانچہ انھون نے وعدہ کیا اور جیٹ منگنی
پٹ بیاہ ہو گیا۔ دلھن بیاہ کر سسرال گئی لیکن مجھے اطلاع نہ تھی
بیاہ کے ایک سال بعد سندری پیدا ہوئی اور جب اس کی عمر
دو برس کی ہوئی تو پنڈت ہری ہرناتھ کا انتقال ہو گیا اور رام کماری
ناسک مین اپنی مان کے یہان چلی آئی انھین دنون مین وطن واپس آیا
تو دنیا ہی بدل چکی تھی میری بیٹی بیاہی بھی گئی اور ایک بچی کی مان بننے
کے بعد بیوہ بھی ہو چکی تھی۔ مین اپنی استری پر ناراض ہوا کہ اُسنے
کیون میری غیر حاضری مین بیاہ کردیا لیکن غصہ یا خفگی بیکار تھی ہونیوالی
بات ہو چکی تھی پچھتانے اور صدمہ کرنے سے کچھ حاصل نہ تھا ناچار معصوم
بچی کو کلیجے سے لگایا اور دل کا ٹکڑا سمجھ کر پرورش کرنا شروع کیا کچھ دنون کے
بعد میری استری کا انتقال ہو گیا مین نواسی اور بیٹی کے خیال سے
کہین جا نہ سکتا تھا افلاس نے ہم لوگون کا گھر تاک لیا تھا۔ بارہا
ایسا ہوا ہے کہ میری الم نصیب بیٹی کو کئی کئی وقت فاقہ کرنا پڑا ہے
لیکن اس نے کبھی مجھ سے شکوہ نہین کیا یہان تک کہ سندری دس
برس کی ہو گئی وہ گجراتی اور مرہٹی زبان مین لکھنے پڑھنے لگی۔ اس کا
حافظہ تیز تھا ایک دفعہ یاد کرنے کے بعد کبھی نہین بھولتی تھی۔ وہ کنول
کی طرح نظر فریب اور شاما کی طرح خوش گفتار تھی انھین دنون میری بیٹی
رام کماری بھی فوت ہو گئی اور مین اپنی یتیم و بیسر نواسی کی تعلیم و تربیت
کرنے لگا۔ چند روز گذرنے کے بعد راما سنکر پانتی کا شوہر میرے
پاس آیا اور مہارانی تارا بائی کا پیام دیا مین سندری کو لے کر پاٹنا نے آیا

اور محتانہ سے ملا یہین اقرارنامہ تحریر ہوا محتانہ نے راج کماری کو بغرض تعلیم باہر بھیجدیا تھا۔ہم لوگ جاکر اسے لے آئے اور اُسی مخفی مقام کی طرف روانہ ہوگئے۔جیسے آپ دیکھ چکے ہین۔یہان پہنچ کر کچھ دنون پریمی دیوی اور سندری ساتھ ساتھ رہین۔اس کے بعد محتانہ مرگئی اور اسنے بدلے اپنی کمسن لڑکی سلطانہ کو پریمی دیوی کی امینہ بناگئی سلطانہ پالنے مین بھی وہان سے اپنی خدمات کی انجام دہی کو اس مخفی اور محفوظ مقام کی طرف چل کھڑی ہوئی وہ اپنے ساتھ ایک خط بھی لائی جس کی رو سے راجکماری ریاست بلب گڈھ کی وارث تسلیم کی گئی تھی مگر شرط یہ تھی کہ وہان کا راجکمار اپنی بدچلنی ترک نہ کرے تو ریاست پانے سے محروم رہے اور اس کے عوض پریمی دیوی کو مہارانی تسلیم کی جائے۔یہین سے میری نیت کی خرابی شروع ہوتی ہے۔مین نے سلطانہ کو دھوکا دینے کے لیئے پریمی دیوی کو غائب کرنے اور سندری کو راجکماری بنانے کی تجویز سوچی اور سندری سے اپنا خیال ظاہر کیا اسنے پریمی دیوی بننے سے صاف انکار کردیا لیکن میرے بیحد اصرار سے چار ونا چار قبول کیا اور مین اپنے منصوبون مین کامیاب ہوگیا اور پریمی دیوی بناکر کالج مین بھرتی کردیا۔

سندری پندرہ برس کی تھی اور تعطیل منانے میرے یہان آئی ہوئی تھی۔وہ بھرپور جوان تھی اس کا حسن چاند کو شرماتا اور سورج کو مات کرتا تھا۔شمع رُخ کی روشنی سے سارا دیش جگمگا رہا تھا۔نہ جانے کس طرح راجکمار نے دیکھ لیا وہ اُسیر دل وجان سے فریفتہ ہوگیا۔ان دنون وہ چورل ندی کے کنارے شکار کے حیلے سے ٹھہرا ہوا تھا۔اُسنے اپنے

خواص نظیر بخش کو میرے پاس سندری کا پیام دے کر بھیجا۔ مین جی مین بہت خوش ہو گیا۔ میری دلی آرزو تھی کہ سندری کو رانی کے روپ مین دیکھون۔ وہ حقیقت مین راجکماری معلوم ہوتی تھی۔ اسلیئے اسے راجکمار سے بیاہنا چاہیئے تھا۔

ادھر مہارانی تارا بائی کا خزانہ تو حکمت عملی سے گویا مل ہی چکا تھا اب ایک ریاست پر بھی قبضہ ہونے کا سامان پیدا ہو گیا مین خوش خوش سندری کے پاس آیا۔ پہلے شفقت آمیز باتین کین۔ پند و نصائح سے کام لیا اسکے بعد بیاہ کا ذکر چھیڑا۔ اپنی مصیبت اور تنگ دستی کا رونا رویا۔ میرا گمان تھا کہ سندری اس پیام کو غیبی امداد سمجھ کر خوش و مسرور ہوگی اور فوراً اپنی رضامندی ظاہر کر دے گی لیکن وہ میری زبان سے پیام سنتے ہی آگ بگولا ہو گئی۔ بید کی طرح لرزنے لگی جوش غضب مین راجکمار کو سیکڑون باتین سنا ڈالین مجھے بھی جھڑک دیا۔ نظیر بخش خواص سامنے بیٹھا سُن رہا تھا۔ وہ واپس گیا اور راجکمار سے ساری کیفیت بیان کر دی راجکمار کو بہت غصہ آیا اور اسنے قسم کھائی کہ جب تک سندری سے (جسے وہ بھی شاید پری سمجھتا تھا) انتقام لیکر دل کی آگ نہ بجھائے گا کوئی کام نہ کرے گا۔ چنانچہ اُس نے بہت جلد بند و بست کر کے ایک رات سندری کو گرفتار کرا منگایا۔ اس کے بعد سے مجھے نہین معلوم کیا ہوا۔ پھر وہ کبھی میرے پاس پلٹ کر نہین آئی۔ سُنتا ہون راج کمار کے یہان بھی صرف ایک دن اور ایک رات رہی۔ وہ بڑی شریف۔ غیرت دار اور حیادار لڑکی ہے۔ بہت دنون کے بعد ایک دن احمد آباد مین بیاکھان کی صحبت مین

سندری کو دیکھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اب وہ پالنی دیوی کے نام سے موسوم ہے۔

**کاؤس مرزا**۔ کیا آپ گمان کرتے ہین کہ پریمی دیوی یا سندری بائی راجکمار کے قتل مین شریک ہے۔

**شیونا تھ**۔ اس باب مین کوئی یقینی بات نہین کہہ سکتا جذبۂ انتقام استریون کے ہاتھ مین بھی مردانہ قوت پیدا کرسکتا ہے۔ بہت ممکن ہے اس نے عصمت کے لٹیرے کو قتل کرکے اس کے خون سے ٹوٹا ہوا دل جوڑنے کی سعی کی ہو۔ مگر وہ بڑی دیالو استری ہے وہ دشمنون کی تکلیف بھی نہین دیکھ سکتی اس لیئے اس کی طرف سوءظن درست نہین

**کاؤس مرزا**۔ مالتی کی نسبت بھی آپ کو کچھ معلوم ہے۔

**شیونا تھ**۔ بس اسی قدر جانتا ہون کہ وہ بھی ہماری طرح مضافات احمد آباد کی رہنے والی ہے۔ مگر وہ نہایت شریر، کینہ تو زاور بدچلن عورت ہے اُس نے روپیہ حاصل کرنے کے لیئے ہر طرح کی قربانی جائز سمجھ لی ہے۔ وہ دنیا مین اپنے بھائی کے سوا کسی کی دوست نہین روپیہ اس کا ایمان ہے۔

**کاؤس مرزا**۔ وہ اور اس کا بھائی اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے (واقعات بیان کرگئے) اب ان کے طلسمی مکان مین کھنڈر، اینٹ اور چونے کے ڈھیرون کے سوا کچھ نہین۔

**شیونا تھ**۔ اچھا ہی ہوا۔ دنیا ان کے شر سے اور وہ دنیا کے شر سے بچ گئے۔

**کاؤس مرزا**۔ آپ نے بیان کیا تھا کہ مہارانی نے آپ کو

انعام واکرام دیا تھا اور وظیفہ بھی مقرر کیا تھا۔ لیکن جن دنون راجکمار نے سندری بائی کی خواستگاری کی ہے اُن دنون آپ اپنا مفلس ہونا بیان کرتے ہین! آخر وہ روپیہ اور وظیفہ کیا ہوا؟

**شیوناتھ**۔ وظیفہ تو مہارانی تارابائی کے مرتے ہی بند ہوگیا نقد جو کچھ ملا تھا وہ خزانہ حاصل کرنے اور اپنی تدبیرون کو کامیاب بنانے کی ضرورتون مین صرف ہوا۔ چونکہ مجھے اپنے پاپون کا احساس تھا اس لیئے اس کے کفارے مین بہت کچھ دان پُن بھی کیا۔ حتی کہ بالکل مفلس ہوگیا۔

**کاؤس مرزا**۔ اگر آپ پسند کرین تو ہم آپ کو شہر لے چلین وہان اسپتال مین داخل کرکے علاج معالجہ کرین۔ آپ نے اصلی حالات سے مطلع کرکے ہماری بہت بڑی مدد کی ہے۔ نیز آپ کی باتون سے ظاہر ہوچکا ہے کہ آپ اپنے اعمال پر شرمندہ بھی ہین جو انسان سچے دل سے اپنے گناہون کی معافی چاہتا ہے خدائے رحیم اسے معاف کرتا ہے اسلیئے مجھے خدا کے فضل وکرم اور بے پایان رحمت سے یقین ہے کہ وہ آپ کو مایوس نہ کرے گا۔ آپ کے گذشتہ گناہ معاف کردے گا اور آپ دنیا سے پاک صاف اُٹھین گے۔ مین بھی آپ کو عدالت مین نہ گھسیٹون گا۔ بلکہ ضرورت پر سرکاری گواہ بناکر پیش کرون گا۔ آپ میرے وعدون پر بھروسہ کرتے ہوئے میرے ساتھ چلنے سے انکار نہ کیجیئے۔

**شیوناتھ**۔ مرزا صاحب! مجھے آپ کے وعدون پر اعتماد ہے اور اگر زندگی کی امید ہوتی تو ضرور ساتھ چلنے پر رضامند ہوجاتا

لیکن میری عمر کا پیمانہ بھر چکا ہے۔ چراغ زندگی کا تیل ختم ہو چکا جو دو چار قطرے باقی ہیں انھیں توبہ کی نذر کرنا چاہتا ہوں میں التجا کرتا ہوں کہ آپ میرے بچانے اور زندہ رکھنے کی کوشش نہ کیجیئے اگر آپ میرے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہتے ہیں تو ان وصیتوں پر عمل کیجیئے گا جو عنقریب گوش گذار کرنے والا ہوں۔ مرزا صاحب! مجھے سندری سے محبت ہے میں نے صرف اسی کے لیئے پاپ کرنا گوارا کیئے ہیں جہاں تک ممکن ہو اُسے ان مصیبتوں سے بچایئے گا اور ایسا انتظام کر دیجیئے گا کہ وہ آرام کی زندگی بسر کر سکے میں جانتا ہوں کہ صبح کا آفتاب دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اس لیئے آپ ہی کرپا کر کے یہاں کے پنڈتوں سے میری کریا کرم کرا دیجیئے گا۔ بس۔ اب مجھے اور کچھ کہنا نہیں ہے چاہتا ہوں کہ چند لمحوں کے واسطے مندر میں چھوڑ دیا جاؤں تاکہ الحاح وزاری کے ساتھ ایشور کی پرارتھنا کر سکوں۔

بوڑھا پنڈت شیوناتھ خاموش ہو گیا۔ گذشتہ معصیت کی یاد سے اُس کی دونوں آنکھیں نمناک تھیں۔ اس کا ہر بن مو زبان استغفار بن گیا تھا۔ ہم لوگ مندر سے باہر نکل آئے اور ایک کنج میں بیٹھ گئے۔

دن تمام ہو کر رات کی تاریکی پھیل گئی تھی کھیتوں میں سناٹا پڑا تھا کسان کندھے پر ہل رکھ کر بیلوں کی جوڑی لیئے ہوئے جھونپڑیوں کو واپس جا چکے تھے میں نے کاؤس مرزا سے کہا۔

مرزا صاحب! ہم لوگوں کو یہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے؟

کاؤس مرزا۔ مجھے پنڈت کی وصیت کی تعمیل کے لیئے یہاں

ٹھہرنے کی ضرورت ہے اس لیے ڈاکٹر چیٹر جی کو لے کر شہر واپس جائیے۔ انشاء اللہ کل ہوٹل مین ملاقات ہوگی۔ فریدون میرے ساتھ رہے گا۔

**مین۔** لیکن یہان آپ کیسے رات گذارینگے۔

**کاؤس مرزا۔** اس کی پروانہ کیجئے۔ ہمین ضرورت پڑنے پر کئی کئی راتین جاگنا ہوتا ہے اور خشک پتیون مین چھپ کر بسر کرنا پڑتا ہے۔ اسکے ماسوا ممکن ہے کہ مجرم آج کی رات پھر یہان آئے اور ہم اُسے گرفتار کرنے مین کامیاب ہوجائین۔

**مین۔** اس صورت مین تو مجھے یہان رہنا چاہیئے اگر حریف تعداد مین زیادہ ہوئے تو مین بھی کچھ مدد دیسکون گا۔

**کاؤس مرزا۔** (مسکرا کر) مسٹر آغا قصری! ہم لوگ مجرمون سے تامقدور جنگ نہین کرتے زیادہ تر تدبیرون سے کام لیتے ہین۔ مین تکلفاً نہین بلکہ ضرورتاً آپ کو احمد آباد واپس جانے کا مشورہ دیتا ہون ایسا نہو بیلا پر کوئی آنچ آئے اگر آپ وہان ہون گے تو دشمن کو یکایک حملہ کرنے کی جرأت نہوگی۔

ڈاکٹر چیٹر جی کو لے کر مین واپس آگیا۔ مسز قدوائی میری عدم موجودگی سے بہت پریشان تھین جب مین انکے سامنے پہونچا تو کلی کی طرح کھل گئین اُن کا خوشنما چہرہ جذبات مسرت کا آئینہ بن گیا۔ مجھ سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ مین نے مصلحتاً بات بنادی۔

**مسز قدوائی۔** اس طرح غائب ہونا اچھا نہین۔ اب تو آپ نے اپنی عادت کے خلاف پیٹ سے پاؤن نکالے ہین! آخر سنون تو سہی

کس فکر مین مارے مارے پھرا کرتے ہین ؟-

مین- بیگم صاحبہ ! میری جانب سے بدگمانی ٹھیک نہین- خدا کی عنایت سے میرے پہلو مین دل نہین پتھر کا ایک ٹکڑا ہے جسپر حسن کا جادو کارگر نہین ہو سکتا- سوء اتفاق سے کوئی حسین صورت نظر پڑ بھی گئی بھی تو بہت تھوڑے عرصے کے لیئے- البتہ ادھر مین خلاف معمول بہت غائب رہا- اس کا سبب بھی عنقریب ظاہر ہو جائیگا- مین نے جس خدمت کو اپنے ذمے لے رکھا ہے تا مقدور اُسے پورا کرونگا-

مسز قدوائی- وہی مقدمہ ؟

مین- جی ہان-

مسز قدوائی- کچھ سراغ بھی لگا ؟

مین- یون تو بہت سی باتین دریافت ہوئی ہین لیکن سب بے ربط ہین-

مسز قدوائی- ہان کچھ اور بھی سُنا ؟ آج کے اخبار مین ایک عجیب خبر شایع ہوئی ہے-

مین- کیا ؟

مسز قدوائی- پروفیسر مالوی برقی تجربہ کر رہے تھے اتفاقیہ بجلی کے تار دان مین آگ لگ گئی اور وہ اپنی بہن سمیت جل کر خاک ہو گئے سارا مکان بھی جل گیا اب وہان خاک کے ڈھیر کے سوا کچھ نہین- بیچارہ جوان اور ہم لوگون کا دوست تھا-

# باب گیارھوان (۱۱)

## اعظم جاؤش کا بیان

دوسرے روز صبح کو کاؤس مرزا اور فریدون گجراتی وضع مین ہوٹل پہونچے اور میرے پاس وزٹینگ کارڈ بھیجا۔ مین نے کارڈ پر کاؤس مرزا کی بنائی ہوئی علامت دیکھتے ہی فوراً طلب کرلیا ہوٹل کا ملازم انھین میرے کمرے تک پہونچا گیا۔ مین نے مرزا صاحب کی خواہش پر اندر سے کمرے کا دروازہ بند کرلیا۔ جب کاؤس مرزا اور فریدون مرزا کرسیون پر بیٹھ لیئے تو مین نے سگار سے تواضع کی مرزا صاحب نے مسکراتے ہوئے سگار سلگایا اور دھوان اڑاتے ہوئے بولے

مسٹر تصری! پنڈت شیوناتھ بیکنٹھ باشی ہوگئے۔ مین نے اُن کی وصیت کے مطابق اُنکی لاش جلوادی۔ برہمنون کو تھوڑا روپیہ دیدیا کہ اور جو رسمین باقی ہین ادا کردی جائین۔

مین۔ آپ نے بہت مناسب کیا۔

کاؤس مرزا۔ اعظم کی کیا حالت ہے کچھ سنا ہے؟

مین۔ ڈاکٹر چٹرجی کا بیان ہے کہ اب دماغی کیفیت درست ہوتی جاتی ہے اور عنقریب ہوش مین آنے والا ہے۔

کاؤس مرزا۔ اعظم کے جنون نے ہمین معطل کر رکھا ہے راجکمار کے قتل کے صحیح اسباب پر اسی کے بیان سے روشنی

پڑ سکتی ہے۔ شیو ناتھ کو پالنی پر شبہہ ضرور تھا لیکن اُسکی رحم دلی کا خیال کر کے وہ اس شبہہ کو حقیر سمجھنے لگتا تھا۔

مین۔ یہ تو مین بھی کہہ سکتا ہون کہ اسے پالنی دیوی نے قتل نہین کیا اس کے نازک ہاتھون مین اتنا کس ہو ہی نہین سکتا ضرور یہ کسی مرد کا کام ہے۔

کاوس مرزا۔ آپ ہی نے بیان کیا تھا کہ مسٹر جعفری اس طویل القامت ولاغر اندام عورت کو مشکوک سمجھتے تھے جو میلی کچیلی حالت مین آپ کو نظر آئی تھی۔

مین۔ بیشک ان کا ایسا ہی گمان تھا۔ مگر اُسے مین باور نہین کر سکتا۔

کاوس مرزا۔ کیون؟

مین۔ جس عنوان سے راجکمار کے ضرب لگائی گئی ہے وہ عورت کے کمزور ہاتھون کی ضرب نہین ہو سکتی بلکہ کسی قوی ہاتھون کی جراحت کہی جا سکتی ہے

کاوس مرزا نے کچھ غور کرنا شروع کیا وہ برابر سگرٹ پینے کش چھوڑتے اور دل ہی دل مین اس گتھی کو سلجھانے مین مصروف تھے ہنوز فیصلہ کن رائے قائم نہ ہوئی تھی کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ مین نے جا کر دیکھا۔ ڈاکٹر جیجی کھڑے تھے۔ مین نے راستہ چھوڑ دیا وہ کمرے مین آ گئے۔ دروازہ بدستور بند کر دیا گیا۔

کاوس مرزا کہئے مسٹر جیجی! مریض کا کیا حال ہے۔

چیٹرجی۔ اُسے ہوش آچکا ہے۔ اور اس قابل ہے کہ آپ کے سوالوں کا تشفی بخش جواب دے سکے۔ مرزا صاحب! مجھے اس کی دماغی حالت درست کرنے میں بہت کافی محنت کرنا پڑی ہے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آیندہ اسے کبھی جنون کا دورہ نہ ہو گا۔

کاؤس مرزا۔ خیر! فی الحال دماغ اس کے ٹھکانے ہونے کا کفارہ ہو جائے گا۔

ہم لوگ ڈاکٹر چیٹرجی کے ساتھ عاصم پاشا کو دیکھنے روانہ ہو گئے جو اب ایک محفوظ مکان میں پہنچا دیا گیا تھا اور اس کی ضروریات کا سامان فراہم کر دیا گیا تھا۔

درحقیقت وہ اپنے ہوش میں تھا۔ نہ وہ بک بک تھی نہ بہکی بہکی گفتگو اب اس کی زبان پر مہر خاموشی لگ گئی تھی۔ خاموش بیٹھ کر واقعات کو حافظے میں تازہ کرتا اور پاداش عمل کے خیال سے اندر ہی اندر لرزتا اس کا کام تھا۔ ابھی تک اُسے یہ علم نہ تھا کہ وہ فی الحال کس کی حفاظت میں ہے۔ وہ گمان کرتا تھا کہ اس کے دوستوں نے علاج کی غرض سے یہاں مخفی کر رکھا ہے۔ چیٹرجی نے کمال دانائی سے تمام باتیں چھپا رکھی تھیں۔ جب ہم لوگ اس کے سامنے پہنچے تو اُس نے سمجھا کہ شاید ہم اس کے دوست اور نگران ہیں۔ کاؤس مرزا تھوڑی دیر تک غیر متعلق باتیں کر کے اس کی دماغی حالت کا اندازہ کرنے میں مصروف رہے۔ جب کافی اطمینان ہو چکا تو گفتگو کا رنگ بدلتے ہوئے کہا

عاصم پاشا! تم نے ہم لوگوں کے متعلق غور نہیں کیا مگر اب وقت آگیا ہے کہ میں تمہیں اُن خطرات سے مطلع کر دوں جن میں تم گرفتار ہو چکے ہو

تم نے جن لوگون کی دوستی کا دم بھرا ہے انھون نے تم کو گولی کا نشانہ بنایا۔ لیکن حسن اتفاق سے انسپکٹر جعفری کی موجودگی کام آئی اور تمھاری جان ضایع ہونے سے محفوظ رہی۔ چونکہ تم جرائم پیشہ لوگون کے رازدار تھے اور انھین خوف تھا کہ تمھاری زبان سے نکلا ہوا صرف ایک جملہ اُن کی بربادی کا سبب بن سکتا ہے اس لیے کوٹائن زہر سے تمھارے قوائے عقلی کو معطل کرکے زندگی بیکار کر دی تھی۔ مجھے عین وقت پر اطلاع مل گئی۔ فوراً بمبئی سے یہان آیا تمھین تلاش کیا اور کلکتے سے ماہر سمیات ڈاکٹر طلب کرکے علاج جاری کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ محنت ضائع نہین ہوئی اور اب تمھارے قلب و دماغ زہر کا اثر زائل کر چکے ہین۔

**عشم** (تعجب آمیز نظرون سے دیکھتے ہوئے) آپ لوگ کون ہین۔ مجھے زہر دینے والا کون تھا۔ انسپکٹر جعفری نے مجھے کب اور کہان بچایا اور ......"

**کاؤس مرزا** تمھاری حیرت بے جا نہین۔ واقعات ہی اس طرح ظاہر ہوئے کہ ہر شخص متحیر ہو سکتا ہے۔ سنو عشم! تم نے بدقسمتی سے مجرمون کا ساتھ دے کر راجکمار کے قتل مین شرکت کی ہے سرکار اُن کے قاتلون کو پکڑنا چاہتی ہے اور وہ راز معلوم کرنا چاہتی ہے جسکی بنا پر راجکمار مارے گئے ہین۔ انسپکٹر جعفری اسی امر کی تفتیش کرتے ہوئے بیلا کی دوکان مین تم سے ملے اور شراب پلا کر راز معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن مجرمون کی جاسوسہ قریشیہ نے عین وقت پر تمھارے گولی ماردی تم زخمی ہو کر بیہوش ہو گئے۔ انسپکٹر مجرمہ کی تلاش مین روانہ ہو گئے

اور مجرموں نے موقعہ پاکر زہر کے ذریعہ تمہارا دماغ خراب کر دیا پھر مجھے اطلاع ہوئی اور میں نے علاج معالجہ سے تمہیں گواہی دینے کے قابل بنایا۔

**عثم**۔ آپ کون ہیں اور اس معاملے میں کیوں دخیل ہو رہے ہیں؟

**کاؤس مرزا**۔ میں جاسوس ہوں میرا نام کاؤس مرزا ہے اب مجھے اس معاملے کی تحقیقات سپرد کی گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں سرکاری گواہ بنا کر سزا پانے سے بچالوں۔ تم ایک سمجھدار اور اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ ضرورت سے مجبور ہو کر تم نے جرم کیا ہے اگر عقل سے کام لو تو بچ سکتے ہو جن لوگوں نے سٹری سودائی بنا کر تمہاری زندگی خراب کر دی اُن کا ساتھ دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ مجرم ہیں عنقریب پولیس انہیں گرفتار کرے گی۔ انھوں نے تمہارے ساتھ بھلائی بھی نہیں کی ہے۔ پھر اُن کا ساتھ دینے سے کیا فائدہ۔ دیکھو، بیلا نے بھی اپنے جرموں سے توبہ کر لی ہے۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا ہے۔ تم بھی جو کچھ جانتے ہو بیان کر کے اپنے گناہوں کی تلافی کر دو۔ اگر اس کے خلاف کرو گے تو یاد رکھو عمر بھر جیل میں سڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا مجھے تمہاری حالت پر رحم آتا ہے اس لیئے سمجھا دیا ہے میری نصیحتوں پر عمل کرنا نہ کرنا تمہارا فعل ہے۔

عثم جاؤش کی آنکھوں میں جیل کی تصویر پھرنے لگی۔ خوف سے بند بند کانپ گیا۔ اُس نے سوچا جن لوگوں نے اپنے فائدے پر مجھے بھینٹ چڑھا دینے میں تامل نہیں کیا جن کے نزدیک میری جان کی اتنی قیمت نہیں جو ایک کھٹمل کی جان کی ہوتی ہے! اُن کا ساتھ دینے سے

پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہین معلوم ہوتا ہے خدائی انتقام شروع ہو گیا ہے مجرم بہت جلد فنا ہو جائین گے میرے حق مین یہی بہتر ہے کہ کاؤس مرزا کا کہنا مان کر جو کچھ جانتا ہون بیان کردون دنیا مین جان اور آزادی سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہین ہوتی رہا پیٹ وہ کسی نہ کسی طرح بھر ہی جائے گا۔ اہل وعیال کا جھگڑا انھین مر دیکھ ہون ڈلیا ڈھولون گا تو کھانے بھر کا مل جائے گا۔ راز چھپا کر مفت مین کیون سزا بھگتون میری بدقسمتی تھی کہ سیدھا راستہ چھوڑ کر گمراہ ہو گیا مجھ سے جس انعام کے وعدے کئے گئے تھے وہ بھی پورے نہین ہوئے۔ بدعہدی کی ابتدا فریق ثانی کی طرف سے ہو چکی ہے اب مجھ پر کوئی الزام بھی نہین آسکتا۔ اسنے غور کرنے کے بعد کہا۔

مرزا صاحب! آپ میرے لئے خضر راہ ثابت ہوئے آپنے بھٹکے ہوئے مسافر کو منزل کی سیدھی راہ دکھا دی آہ! مفلسی نے مجھ سے جرمون کا ارتکاب کرایا۔ مین بدمعاشون کے سبز باغ دکھانے سے پھسل پڑا۔ مین نے وہ کام کیا جو زیب نہ تھا۔ آہ! اب کس زبان سے شرافت کا دعویٰ کرون انسانیت کا مدعی بنون۔ مین نے دولت کے ساتھ شرف خاندانی بھی کھو دیا اگر مکافات عمل کا خیال ہاتھ نہ پکڑتا تو یقیناً خودکشی کر کے مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کر دیتا لیکن نہین ایسا نہ ہوگا۔ مین جیون گا......... اپنے گمراہ کرنے والون سے انتقام لینے کے لئے جیون گا۔ مین انھین دکھا دون گا کہ مفلس شریف کو دولت کی طمع دے کر جرائم کرانے انجام کیا ہوتا ہے؟ سُنئے مرزا صاحب مین بغیر کسی جرم کسی طمع کے سارا کچا چٹھا بیان کرنے پر راضی ہون

مین نے جس آوارگی مین زندگی کا یہ حصہ گذارا ہے اُس کی تلافی میرا فرض ہے۔ پوچھئیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہین؟ مین جو کچھ جانتا ہون سب بیان کر دون گا۔

**کاؤس مرزا**۔ شاباش! ایسا ہی چاہیئے۔ میرا خیال غلط نہ تھا کہ تم اچھے خیال کے آدمی ہو۔ اچھا اب مہربانی کر کے وہ تمام راز بیان کر دو جو راجکمار کے قتل سے علاقہ رکھتے ہین۔

**اعثم**۔ لیکن مجھے اُس کے بیان کرنے کے لیئے پہلے تمہید اُٹھانا پڑے گی کیونکہ بغیر اسکے مین اپنا مطلب صحت کے ساتھ نہین سمجھا سکتا

**کاؤس مرزا**۔ خیر! کچھ مضائقہ نہین ہے۔

ہم چارون آدمی اعثم کی زبان سے وہ راز معلوم کرنے کے لیے سنبھل بیٹھے جو ابھی تک پردہ خفا مین تھا۔ اعثم نے کھنکھار کر گلا صاف کیا اور سنجیدگی کے ساتھ بولا۔

**اعثم**۔ مرزا صاحب! مین جانتا ہون کہ افشائے راز کے بعد چند روز بھی میرا رہنا دشوار ہے مجھے ظالمون کے ہاتھ سے کوئی بچا نہین سکتا۔ لیکن جو غلطی ہو چکی ہے اُس کی تلافی مین جان بھی کام آئے تو دریغ نہ کرونگا سُنیئے مین عربی النسل اور بغداد کا باشندہ ہون میرے والد نعمان بغدادی تجارت کے سلسلے مین بمبئی چلے آئے اور کامیاب تجارت شروع کر دی۔ مین انکا واحد فرزند ہون میرے سوا عظیم جائداد اور تجارت کا کوئی وارث نہ تھا۔ مجھے بمبئی کے اوباش لوگون نے بد عادتون کا شکار بنا دیا۔ چونکہ اکیلا مین ہی وارث تھا اس لیئے والد نے کسی بات کی تنبیہ نہین کی جو جی مین آیا خرچ کیا۔ جہان چاہا چلا گیا۔

مجھے جوئے کی لت بھی پڑ گئی۔ شراب کا بھی عادی ہو گیا اور عیاشی کو تو حاصل زندگی سمجھ رکھا تھا۔ والد کی زندگی تک کچھ معلوم نہ ہوا وہ میرے خرچ کرنے کے واسطے کمایا کرتے تھے اگرچہ میری شادی شریف خاندانون ہندوستان مین ہو سکتی تھی لیکن والد اپنے قبیلے مین عقد کرنا چاہتے تھے اس لیئے اب تک بن بیاہا ہون۔ دو سال کا زمانہ ہوا کہ والد بقضائے الہی فوت ہو گئے۔ مجھ مین کاروبار سنبھالنے کی صلاحیت نہ تھی طرہ یہ ہوا کہ خوشامدیون نے دم جھانسے دے کر میرا سارا کاروبار اپنے ہاتھ مین کر لیا۔ باپ کے وقت کے پرانے اور تجربے کار آدمیون کو جواب دیدیا گیا۔ اس حماقت کا جو انجام ہونا چاہیئے تھا وہی ظہور مین آیا۔ میرا کام بگڑ گیا۔ جائداد تلف ہو گئی۔ روپیہ اڑ گیا اور آخر کار مین بیک بینی و دو گوش دنیا کے ناپیدا کنار سمندر کے تھپیڑے کھانے کو رہ گیا۔ خود غرض دوستون نے چشم پوشی اختیار کی اور اچھی سوسائٹی سے مجھے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس لیئے ان کی ہمدردی بھی حاصل نہ ہو سکی۔ اب میرے لیئے بجز اُن فاحشہ عورتون کے یہان پڑ رہنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ جنھین تمول کے زمانے مین ہزارہا روپیہ دے ڈالا تھا۔ قمار خانون مین جواریون کی خدمت کر کے کچھ حاصل کرنا اور کلوارون کے یہان نشہ بازون کی جوتیان سیدھی کرنا میرا کام رہ گیا تھا۔ اسی سلسلے مین نظیر بخش نامی ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو بظاہر راجکمار کا خواص تھا لیکن حقیقت مین پکا ڈاکو اور دغاباز عیار تھا اُسنے مجھے اپنے مطلب کا پا کر بہت سے سبز باغ دکھائے۔ میری کفالت کا ذمہ لیا اور یقین دلادیا کہ اگر مین اُس کی

مرضی کے مطابق کام کرون گا تو وہ بہت جلد اتنی دولت دلا دے گا جس سے مین اپنی گذشتہ زندگی کی راحتون کو بھول جاؤن گا اسنے مجھ سے قسم اقسام سے کر بیان کیا کہ مجھے مہارانی تارا بائی کے مخفی خزانے کا راز معلوم ہوگیا ہے نیز چورون کے کلب کا بھی سراغ ملگیا ہے۔ لیکن اس راستہ مین چند کانٹے بھی ہین جنھین ہٹائے بغیر ہملوگ نہ دولت پا سکتے ہین نہ چورون کے کلب کی سیر کر سکتے ہین۔ اسنے یہ بھی بتایا کہ دو نوجوان خاتونین اس خزانے اور کلب کی حقدار ہین لہذا ان پر بھی قابو کرنا ہوگا۔ اگر ہم لوگ موجودہ تجویز کو کامیاب بنا سکے تو بے قیاس دولت کے مالک ہوجائین گے مجھے روپئے کی شدید ضرورت تھی۔ مین مفلوک الحال زندگی سے تنگ تھا۔ میری اُٹھتی جوانی میرا دل گذشتہ زمانے کی یاد مین ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہتا تھا مین اس سے قول ہار گیا۔ مین نے رفاقت کا وعدہ کرلیا اور ہملوگ احمد آباد چلے آئے۔ اور بیلا کے مہمان ہوئے۔ نظیر بخش کہین اور ٹھہرا لیکن وقتاً فوقتاً مجھ سے ملتا رہتا تھا۔ اگرچہ اسنے مجھے صرف وہی باتین بتائین جن مین مجھ سے مدد لینا تھی لیکن قرینے سے معلوم ہوا کہ وہ تنہا اتنے بڑے کام کے لیئے میدان عمل مین نہین اترا ہے بلکہ کوئی دولتمند ہستی بھی اسے روپئے سے مدد دے رہی ہے۔ ہم لوگ اکثر کالی کا بھیانک راتون مین سلسلہ کوہ پر ملا جلا کرتے تھے احمد آباد آنے کا سب سے بڑا مقصد راج کمار کا قتل تھا جو خود بھی مہارانی تارا بائی کا خزانہ حاصل کرنے کی فکر مین لگا تھا اور جب تک اُسے اس راہ سے الگ نہ کردیا جاتا خزانے پر قابض ہونا دشوار نظر

اٹھا تھا چند روز ہم لوگ فکر کرتے رہے آخر ایک طوفانی رات میں موقعہ ہاتھ لگ گیا۔ ہم لوگوں کو اطلاع ملی کہ آدھی رات کو پالنی دیوی نے راجکمار سے ملکر گفتگو کرنا طے کیا ہے۔ نظیر بخش نے فوراً ایک چال کھیلنا تجویز کیا اور کامیاب بھی ہوا (جھرجھری لے کر) اُف جب اُس طوفانی رات کی واردات کا خیال کرتا ہوں تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ شاید آپ نے اس سنگی محل کا معائنہ تو ضرور کیا ہوگا جو راجکمار نے اپنی سکونت کے لیئے ایک پہاڑی کی چوٹی پر تعمیر کرایا تھا اور جسکے آہنی صدر پھاٹک پر کئی سنتری سنگینیں لیئے پہرا دیا کرتے ہیں۔ اس محل کے عقبی حصے میں بائیں باغ کی جانب ایک چور دروازہ بھی ہے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ ٹھیک بارہ بجے رات کو پالنی دیوی اسی دروازے سے محل میں داخل ہونے والی ہے لہذا ہم لوگ گیارہ بجے وہاں جا پہنچے۔ کچھ کچھ بارش کا سلسلہ شروع ہوچکا تھا زور زور چمک ہو رہی تھی اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بادل گرجنے لگتا تھا نظیر بخش نے ایک بڑا چاقو نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اگرچہ طپنچہ بھی تھا لیکن اس سے کام لینا منظور نہ تھا کیونکہ فیر کی آواز رات کی خاموش فضا میں گونج کر دور تک کسی حادثے کی اطلاع دے سکتی تھی۔ چور دروازے کے پٹ بھڑے ہوئے تھے لیکن جیسے ہی نظیر بخش نے ہاتھ رکھا وہ کھل گئے شاید راجکمار نے پہلے ہی سے پالنی دیوی کے لیئے کھول رکھے تھے۔ ہم لوگ بیخوف محل میں داخل ہوگئے کیونکہ جانتے تھے کہ راجکمار نے پالنی دیوی کے خیال سے تخلیہ کر رکھا ہوگا ہم لوگ ایک طویل اور پیچدار

راستے سے گزرتے ہوئے دوسری منزل پر پہونچے۔ یہین ایک کمرے مین راج کمار پالبی دیوی کا انتظار کررہا تھا۔ وہ بالکل جوان اور خوبصورت تھا۔ اس کے چہرے پر شادابی کی بہار نظر آرہی تھی۔ اور وہ لیمپ کی روشنی مین کتاب پڑھ رہا تھا اس کا مطالعہ اتنا گہرا تھا کہ ہمارے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ مین نے آہستہ آہستہ لیمپ کے قریب جاکر اسے بجھادیا کمرے مین قبر کی سی تاریکی پھیل گئی۔ راجکمار مضبوط اور جیالا جوان تھا۔ کھٹکا محسوس کرتے اور اندھیرا ہونے سے خائف نہ ہوا بلکہ اٹھ کر ہم لوگون کو دیکھنے لگا۔ اندھیرے مین صورت دیکھنا محال تھا لیکن اس نے ہماری موجودگی معلوم کرلی اور مدافعانہ انداز سے ہماری جانب بڑھا۔ نظیر بخش اور وہ دونون دست و گریبان ہوگئے۔ راجکمار خالی ہاتھ تھا اس لیئے بہت جلد نظیر بخش کی چھری سے مغلوب ہوگیا۔ اُس کے نازنین جسم پر کئی کاری زخم لگے تھے جس سے اُس کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اب کام ہوچکا تھا اور وہان ٹھہرنے مین خطرہ دکھائی دیتا تھا اسلیئے ہم لوگ کمرے سے نکلے۔ نظیر بخش نے چلتے وقت ایک کاغذ راجکمار کے ہاتھ مین دیدیا جیسے ہی ہم لوگ ہال کے قریب پہونچے کہ ایک لاغر اندام طویل القامت عورت پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے ادھر آتی دکھائی دی۔ اس کی چال سے اضطراب ظاہر تھا۔ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتی اور پھر کھڑے ہوکر چارون طرف دیکھنے لگتی تھی۔ ہم دونون ایک بغلی کمرے مین چھپ رہے۔ وہ اُسی احتیاط کے ساتھ راجکمار کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ ہم لوگون نے کمین گاہ سے نکلنے کا قصد

کیا تھا کہ موٹر کی آواز سنائی دی اور ہم لوگ پھر چھپ رہے۔ چند لمحون کے بعد پالنی دیوی بھی ہمارے سامنے سے راجکمار کی طرف چلی گئی۔ اب ہمین خیال پیدا ہوا کہ وہ پہلی طویل القامت لاغر اندام خاتون کون تھی۔ چونکہ ہمارا مقصد پورا ہو چکا تھا اس لئے اس کی تحقیقات فضول سمجھ کر ترک کر دی اور چکر دار زینے کے ذریعہ پائین باغ مین داخل ہوئے۔ ابھی چور دروازے سے پچیس تیس قدم کا فاصلہ طے کیا تھا کہ سارا باغ بجلی کی چمک سے جگمگا گیا! دل اس زور سے دھڑکا کہ ہم دونون لرز گئے۔ ہمین یقین ہو گیا کہ خدائی عذاب بجلی بن کر ہم پر ٹوٹ پڑا ہے۔ اور ہم دونون جلکر خاکستر ہوا چاہتے ہین لیکن بجلی کہین اور گری تھی اسی درمیان مین ہم دونون ایک تناور درخت کے سائے مین مخفی ہو گئے تھے چاہتے تھے کہ جلد از جلد اس خطرناک جگہ سے نکل جائین لیکن درخت کی آڑ سے باہر نہ آنے پائے تھے کہ ایک مرد بالکل زدہ حالت مین بڑی سودائی کی طرح محل مین داخل ہوا اور جدھر دونون عورتین گئی تھین اسی جانب چلا گیا ہم نے چند سکنڈ توقف کر کے اطمینان کر لیا کہ اب کوئی اور نہین ہے تو چلکے سے چور دروازے سے باہر آئے اور اسی کار پر بیٹھ کر بھاگ نکلے جس پر پالنی دیوی آئی تھی محل سے کئی میل دور پہونچ کر جنگل مین موٹر کار کھڑی کر دی اور خود پیدل یہان چلے آئے۔ اس رات کو نظیر بخش بھی ہمارے ساتھ تھا۔ وہ بہت خوش تھا کہ اس کی تدبیر کارگر ہوئی۔ اسی رات کو [illegible] کے مکان جا کر اس سے پونا کے پاگل خانے کے ڈاکٹر کے نام [illegible] لکھوایا

اس کا مضمون نظیر بخش نے بنایا تھا۔ دوسری صبح معلوم ہوا کہ پولیس نے راجکمار کے قتل کے شبہہ مین پالنی دیوی کو گرفتار کر لیا ہے ہم لوگ جانتے تھے کہ وہ بے قصور ہے۔ پھر بھی خوش تھے کہ ایک ہی وار مین دونون کانٹے راستے سے دور ہو گئے۔ نظیر بخش بمبئی چلا گیا لیکن آٹھ دس روز کے بعد ایک شخص احمد آباد آیا اور نہ معلوم کیا کہا سنا کہ پالنی دیوی ضمانت پر رہا کر دی گئی مین نے نظیر بخش کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ وہ پیٹ پکڑے ہوئے احمد آباد آیا اس کے ساتھ بیس بائیس برس کی ایک خوبصورت خاتون بھی تھی۔ وہ اپنا نام قریشیہ بتاتی تھی۔ اُف! مین نے اتنی تیز و طرار، ذہین و طباع خاتون اب تک نہین دیکھی اس عورت نے اپنی چالون سے بہت جلد پالنی دیوی کو مغلوب کر لیا۔ اور ایک مکان مین چھپا رکھا۔ ایک عورت اس کی خبرگیری کو رکھ دی۔ وہ ہمیشہ پالنی کو رسیون مین جکڑے رکھتی تھی۔ چند روز کے لیئے وہ کہین غائب ہو گئی۔ شاید بمبئی گئی ہو گی اس کے بعد پھر واپس آئی دو تین دن ادھر اُدھر گھومتی رہی مجھے اس کے حالات سے مطلق اطلاع نہ تھی۔ لیکن ایک دن جو مجھ سے ملی تو شیرنی کی طرح غضبناک تھی۔ اُسنے بتایا کہ جعفری رجسٹرار پالنی کو رہا کر لینے مین ساعی ہے لیکن مین اسے بہت جلد ان کوششون کا مزہ چکھاؤن گی اسی درمیان مین ایک شخص مجھ سے بیلا کے مکان مین ملا اس نے اپنے آپکو نظیر بخش کا فرستادہ بیان کیا ساتھ ہی پالنی دیوی کو ساتھ لے جانے کا خیال ظاہر کیا۔ مین نے اُسے اپنے حصے کا سمجھ کر بے تکلفی سے راز کی باتین بیان کرنا شروع کین۔ یکایک بازو بیت

طمنچے کی گولی لگی اور مین بیہوش ہو گیا پھر نہین معلوم کیا ہوا؟

کاؤس مرزا۔ تم کو معلوم ہے کہ نظیر بخش نے راجکمار کے ہاتھ مین کیا تحریر دی تھی؟

اعشم۔ مین نہین جانتا، کیونکہ وہ پہلے سے لکھ کر لایا تھا۔ جب ہاتھ مین دیکر بھاگنے لگا ہے تو مین نے دیکھا تھا۔

کاؤس مرزا۔ تمھین نظیر بخش کے متعلق کچھ اور حالات معلوم ہین

اعشم۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ پہلے راجکمار کا خواص تھا اور پھر خزانہ لینے کی طمع مین ان سے پھر کر نمک حرامی پر آمادہ ہو گیا۔

کاؤس مرزا۔ آج کل وہ کہان ہے؟

اعشم۔ اِدھر کا حال معلوم نہین لیکن میرا خیال ہے کہ وہ بمبئی مین ہو گا۔

کاؤس مرزا۔ تم اُس کا ٹھکانا جانتے ہو؟

اعشم۔ اُس کا ایک ٹھکانا ہو تو معلوم کیا جائے۔ وہ کبھی ایک جگہ جم کے نہین رہتا ہمیشہ جگہائین بدلتا رہتا ہے لیکن بمبئی پہونچکر پتہ لگا لینا ممکن ہے۔

بمبئی چلنے کی رائے طے ہو گئی۔ پہلے خیال کیا گیا کہ اعشم جاؤش کو بھی ساتھ لے لیا جائے۔ لیکن اعشم نے تنہا جانا طے کیا۔ اُسنے بتایا کہ اگر آپ کے ساتھ چلون گا تو بدمعاش بھڑک جائین گے اور پھر شاید مجھے راز دار بنانا منظور نہ کرین گے اس کا خیال قرین قیاس تھا اس لیئے رات کی گاڑی سے اُس کے روانہ ہونے کا سامان کر دیا گیا اور ہم لوگون نے اس کی روانگی کے ایک روز بعد چلنا طے کیا

ڈاکٹر چیٹرجی سے بھی خواہش کی گئی کہ وہ چند روز اور ساتھ رہکر اپنے تجربات سے مستفید کرتے رہیں۔ انھیں بھی اس معاملے میں کافی دلچسپی ہو چکی تھی۔ اُنھوں نے بخوشی ہم لوگوں کی درخواست منظور کرلی اور پہلے اُشم چپاوش۔ اس کے بعد ڈاکٹر چیٹرجی بمبئی روانہ ہوگئے کاؤس جی تھا۔ فریدوں جی تھا اور میں دو تین دن اور احمد آباد میں رہے پھر انہیں ہم لوگوں نے دوستوں کی پر لطف صحبت میں بسر کرکے اپنے دنوں کی تکان رفع کی اور آئندہ کی محنتوں کے واسطے تازہ دم ہوئے مس زائرہ اور بیگم فدائی کی دلچسپ باتوں، شائستہ مذاق سے بے حد دلچسپی رہی۔ اس کے بعد بشرط حیات پھر ملنے کا وعدہ کرکے ہم تینوں آدمی بھی بیلا کو ساتھ لے کر بمبئی روانہ ہوگئے۔

# (۱۲)
# باب بارھواں

## "مسٹر جعفری کی رہائی"

بمبئی کی ایک تنگ و تاریک گلی میں جہاں میونسپل بورڈ کی لگائی ہوئی لالٹینوں کے سوا کسی دوکان یا مکان کی روشنی کا پتہ نہیں ایک مختصر سے مکان کے دروازے پر ایک برقع پوش

عورت آ کے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس کا سارا جسم برقع میں لپٹا ہوا ہے چہرے پر جالی کی دوہری تہری نقاب ہے۔

راہیں سنسان اور بازارین غیر آباد ہیں۔ آدھی رات ہو چکی ہے ہوا سنکی ہوئی ہے۔ آمد و رفت بند ہوئے دیر ہو چکی ہے۔ عورت تھوڑی دیر تک خاموش کھڑی سوچتی رہی۔ شاید اندر کی سن گن لینا چاہتی تھی پھر آہستہ آہستہ تین بار دستک دے کر جواب کی منتظر ہوئی۔ چند منٹ کے بعد پھر تین دفعہ دستک دے کر خاموش ہو گئی۔ تیسری مرتبہ پھر وہی عمل کیا۔ اب کی کسی نے چوکھٹ کے پاس آکر بغیر دروازے کھولے ہوئے دریافت کیا۔

"کون ہے؟"

برقع پوش۔ میں ہوں بیلا۔

دروازہ کھل گیا۔ ایک خوبصورت عورت سامنے آ کھڑی ہوئی۔ سڑک والی لالٹین کی روشنی اس کے حسین چہرے کو روشن کر رہی تھی۔ وہ بائیس سال کی پری جمال نازنین تھی۔ اسکے بشرے سے منتہائے دانشمندی نمایاں تھی۔ برقع پوش کو سامنے دیکھکر نقاب الٹنے کا حکم دیا۔ برقع پوش نے تعمیل حکم کی اُسنے روشنی میں خوب غور سے اس کی صورت دیکھی۔ اس طرح جیسے کوئی طبی معائنہ کرتا ہے اور اپنا اطمینان کر کے بولی۔

"بیلا! تم [illegible] اعتم کا کیا حال ہے؟ میں تو کاموں میں ایسا الجھی [illegible] دریافت کرنے کا وقت نہ ملا۔

بیلا۔ پہلے مجھے مکان میں داخل ہونے کی اجازت دیجئے

تو سب حال عرض کرون راستے پر تمام باتین بیان کرنا مناسب نہین معلوم ہوتا۔

نازنین راستہ چھوڑ کر ہٹ گئی۔ بیلا مکان مین داخل ہوئی نازنین نے کنڈی چڑھائی اور بیلا کے عقب مین روانہ ہوئی۔

مکان بالکل مختصر سا تھا اندر دالان در دالان۔ دو تین کوٹھریان باورچی خانہ اور پائخانہ۔ آگے ڈیوڑھی۔ کو ٹھے پر ایک کمرہ۔ اس کے آگے تھوڑی سی چھت۔ لیکن غریبا نہ آسائش کی سب چیزین موجود تھین۔ تخت۔ پلنگ۔ ایک آرام کرسی۔ پانی بھرنے کا مٹکا۔ لوٹے کٹورے۔ گلاس۔ صراحیان۔ غرض مختصر سی گرہستی تھی۔ نازنین تخت پر بیٹھ گئی اور بیلا کو بھی بیٹھنے کا اشارا کیا۔ جب وہ بیٹھ چکی تو کہا۔

"ہان اب اپنے آنے کا سبب بیان کرو"

بیلا بیگم! آپ کے آنے کے بعد اعظم کا جنون بہت بڑھ گیا وہ نہ معلوم کیسی کیسی باتین بکتا رہتا تھا کہ مجھے سن سن کر ہول آنے لگا آخر تنگ آکر اسپتال مین بھرتی کر دیا۔ وہان چند روز رہا سنتی ہون کلکتے سے کوئی بوڑھا ڈاکٹر احمد آباد آیا ایک دن اسپتال دیکھنے گیا مریضون کو دیکھا اور اعظم کو دیکھ کر اس کے علاج کی خواہش کی ڈاکٹرون نے منظور کر لیا اُسنے نہ جانے کیا دوا کھلائی کہ اعظم بالکل اچھا ہو گیا۔ مگر ایک اور مصیبت آپڑی!

نازنین کیا؟

بیلا۔ لکھنؤ مین کوئی جاسوس کاؤس مرزا رہتا ہے۔ سرکار نے اُسے بلاکر زاجکمار کے قاتلون کا پتہ لگانے پر ما مور کر دیا۔

اس نے شہدون لچون کو چھوڑ کے مجھ غریب کو تاک لیا جب دیکھو میری دوکان مین دھرا ہوا ہے قید خانے مین ڈال دینے کی دھمکیان دیتا ہے اور کہتا ہے مجھے ان لوگون کا پتہ بتاؤ۔ لے بیوی؟ بھلا مین غریب انھین کیا جانون۔ آخر پریشان ہوکے دوکان اٹھا ڈالی۔ اور چھپ کر یہان بھاگ آئی کہ آپ کے قدمون مین چھپکر بیٹھون مجھے قید خانے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ سنتی ہون وہان چکّی پسوائی جاتی۔ رام بانس کٹوایا جاتا ہے اور مشکل کام لئے جاتے ہین اگر قیدی کام نہ کرین تو مار پڑتی ہے۔ مجھ سے تو ایک دن بھی یہ محنت نہین ہو سکتی۔

نازنین نے غور سے بیلا کا بیان سنا۔ کاؤس مرزا کا نام سنتے ہی پیاری پیاری جبین پر شکنین پڑگئین گویا دریائے بلور مین ننھی ننھی موجین اُٹھنے لگین۔ پھول سے رخسارون پر فکر کی بے رونقی چھاگئی لیکن دیر تک یہ حالت نہین رہی۔ چند منٹ کے بعد لب لعلین پر تبسم نمودار ہو گیا۔ چہرہ پھر پھول کے مانند شگفتہ بن گیا۔ اُسنے بیلا کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔

خیر! تم یہان بے فکر ہو کر رہو۔ مرزا صاحب تمھارا کچھ نہین کر سکتے............ ہان، اعظم کہان ہے؟

**بیلا**۔ وہ بھی بمبئی آیا ہے شاید میان نظیر بخش کے یہان گیا ہوگا۔

**نازنین** (ایک کوٹھری کی طرف اشارہ کرکے) اس کوٹھری مین ضروری سامان موجود ہے تم وہان جاکر آرام کرو۔ اطمینان رکھو

یہاں تمھیں کوئی پکڑ کر قید خانے نہیں بھیج سکتا۔

بیلا۔ اٹھ کر کوٹھری میں چلی گئی۔ یہاں زمین کا فرش تھا۔ ایک طرف پلنگ بچھا تھا اسپر بستر لگا تھا۔ تکیئے رکھے تھے اور پائنتی ایک اونی کمبل تھا۔ بیلا پلنگ پر لیٹ گئی کمبل اوڑھ لیا اور تھوڑی دیر میں خراٹوں کی آواز سے کوٹھری گونجنے لگی۔

تازمین بیلا کو کوٹھری میں بھیج کر کوٹھے پر گئی اور اندر سے زینے کا دروازہ بند کر لیا۔

دو بجے رات تک کوئی نئی بات نہیں ہوئی جب گھڑیال میں دو بجے تو بیلا کی کوٹھری کا دروازہ کھلا اور وہ آہستہ سے باہر نکلی اس کے ہاتھ میں الکٹرک لیمپ تھا جس کی مدد سے وہ نئے مکان کا راستہ دیکھتی بھالتی زینے کے قریب پہنچ کر رک گئی اور کان لگا کر سننا شروع کیا۔ اُسے کوئی آواز سُنائی نہ دی۔ اُسنے خوب غور کر کے سب کے سونے کا یقین کر لیا اور چوروں کی طرح آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازے کی کنڈی کھولنا معمولی کام تھا چند لمحوں میں دروازہ کھول کر راستے پر آگئی۔ باہر کے پٹ بھیڑ دیئے اور ایک طرف روانہ ہوئی۔ گلی کے موڑ پر اسے تین آدمی ملے آپس میں کچھ سرگوشیاں ہوئیں پھر ایک نے کہا۔

بیلا۔ واقعی تم نے اپنی کارگذاری سے مجھے خوش کر دیا لیکن جعفری، پالنی۔ اور احسان کا بھی سراغ ملا؟

بیلا۔ قریشہ بڑی ہوشیار ہے۔ اُس نے مجھے نیچے کے مکان میں ٹھہرایا ہے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ باتوں کی آوازیں سن سکوں

لیکن کامیاب نہ ہوئی مگر یہ یقین ہے کہ وہ لوگ اسی مکان میں ہون گے۔

پھر ان لوگون مین کچھ سرگوشیان ہوئین اور تینون آدمی بیلا کے ساتھ مکان مین داخل ہو کر بیلا کی کوٹھری مین چھپ رہے۔ بیلا نے زینے کے پاس کھڑے ہو کر "بیگم صاحبہ، بیگم صاحبہ" کہہ کر پکارنا شروع کیا۔ دو تین آوازون کے بعد قریشہ نے اوپر سے پوچھا کیا ہے؟

بیلا۔ ذرا نیچے تشریف لائیے مجھے کچھ کھٹکا معلوم ہوتا ہے
قریشہ فوراً نیچے آگئی۔ کیا ہے؟
بیلا۔ مجھے سوتے سوتے ایسا معلوم ہوا جیسے تین آدمی کسی طرف سے مکان مین آگئے ہین۔ مین جلدی سے باہر نکل آئی اور آپ کو آواز دی۔

قریشہ۔ شاید خواب دیکھ کر ڈر گئی ہو۔

بیلا۔ نہین بیگم صاحبہ! مین نے ان کے پاؤن کی چاپ سنی۔ انھین اپنی کوٹھری کی طرف جاتے دیکھا۔ مین سمجھتی ہون اس مکان مین آسیب ہے۔ مین یہان نہین رہ سکتی مجھے اپنے ساتھ رکھیئے۔

قریشہ۔ کیا وہ تمھاری کوٹھری مین گئے ہین؟
بیلا۔ جی ہان۔
قریشہ (ہنسکر) اچھا چلو مین ان بھوتون کو ابھی بھگائے دیتی ہون۔
قریشہ قدم بڑھاتی ہوئی کوٹھری کے قریب پہونچی۔ بیلا نے

دَوڑ کر اسے پیچھے سے پکڑ لیا اور سہمے ہوئے انداز مین بولی۔

نہین بیگم! مین آپ کو کوٹھری مین نہ جانے دون گی۔ وہان تین تین بھوت ہین کہین آپ کے دشمنون کو اذیت نہ پہونچائین۔

**قریشہ**۔ بلا! کیسے بھوت کیسا آسیب یہ سب کہنے کی باتین ہین مین ابھی تمھارا شک دور کئیے دیتی ہون۔

یہ کہکر قریشہ بے خوف کوٹھری مین داخل ہوگئی اور پلنگ کے قریب کھڑے ہوکر بولی "بیلا! تو آؤ دیکھو یہان ............"

جملہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ حملہ ہو گیا اور وہ تین آدمیون کی گرفت مین آگئی۔ جب تک سنبھلنے کی کوشش کرے کہ مشکین کس لی گئین۔ اس کے بعد اُس کے چہرے پر الکٹرک لائٹ پڑی اُسنے روشنی مین دیکھا کہ کاؤس مرزا۔ فریدون اور آغا قصری سامنے کھڑے ہوئے فاتحانہ ہنسی ہنس رہے ہین۔

**کاؤس مرزا**۔ کیون قریشہ! کیا وہ دن بھول گئین جب اپنے باپ کے ساتھ میرے پاس تعلیم کو آیا کرتی تھین۔ اب میرے مقابلے کو اٹھی ہو۔ بیٹی! ابھی جاسوسی سیکھو چند شعبدے دکھا کے مغرور ہو جانا زیبا نہین۔ مجھے بہت رنج ہوا کہ تم نے حق کا ساتھ چھوڑ کر مجرمانہ زندگی اختیار کی ہے۔ تمھاری ان غلط کاریون سے تمھارے والد کی روح بے چین ہوتی ہوگی۔ بیٹی! تم پڑھی لکھی سمجھدار ہو۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اس رویہ کو ترک کردو۔ مین وعدہ کرتا ہون کہ تمپر کوئی آنچ نہ آنے دون گا۔ اگر تمھین شہرت کی طمع ہے تو میرے ساتھ رہو۔ مین تمھین ایسے کام بتاؤن گا جس سے بہت جلد

ہندوستان تمھاری ذات پر فخر کرے گا۔ تمھارے ہاتھ پاؤن بندھے دیکھ کر میرا دل کڑھتا ہے۔ تمھارے ساتھ بے دردانہ کارروائی دیکھی نہین جاسکتی اس لیے مین تمھین آزاد کرتا ہون اس کام سے مجھے یہ دکھانا منظور تھا کہ ایک کوشش مین تمھارے تمام منصوبون کو تحس نحس کیا جاسکتا ہے۔ تم چالاک ہو سمجھدار ہو لیکن پھر بھی آسانی سے فریب کھاسکتی ہو یقین ہے کہ میری ان باتون کو بزرگانہ نصیحت سمجھ کر عمل کروگی۔

کاؤس مرزا نے بندش کھول دی اب قریشہ کی نظر نہ اٹھتی تھی اس کا ضمیر کہہ رہا تھا کہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط مسلک اختیار کیا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ حق فتحیاب ہوتا ہے پھر بھی وہ غیر حق کی ہوا خواہ تھی اس نے اپنی بہترین تدبیرین غلط صرف کی تھین پھول سا چہرہ عرق آلود تھا۔ آنکھون سے خجالت ٹپکی پڑتی تھی اسنے سچے دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

مرزا صاحب! اب والد کی جگہ آپ کا دم ہے۔ میری کیا مجال ہے کہ آپ سے مقابلے کی جرائت کرسکون۔ ہندوستان پہنچنے کے بعد یہ پہلا کام مجھے ملا تھا اور مین نے محض تفریحاً قبول کیا تھا مین آخر مین حقدارون کو حق دلواتی۔ اسی لیئے مین نے چن چن کر ان لوگون کو اپنے قبضے مین کرنا شروع کیا تھا جنھین اس معاملے مین کوئی واسطہ ہو لیکن اب مین وعدہ کرتی ہون کہ پالیسی بھی وہی اختیار کرون گی جو صاف ہو اگرچہ میری نیت نیک تھی لیکن دنیا نہین سمجھ سکتی۔ ہر شخص مجھے مجرمون کا طرفدار تصور کرتا ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ سا شفیق ناصح ملگیا جس نے مجھے بہت بڑی معصیت سے بچالیا۔ مین کل ہی بمبئی

چھوڑ کر کہین چلی جاؤن گی اور جب تک اس معاملہ کا نتیجہ نہ برآمد ہولے گا یہان قدم نہ رکھون گی مین مجرمون کی نشان دہی بھی کرتی لیکن ان سے عہد کر چکی ہون امید ہے آپ بھی مجھے بدعہدی پر مجبور نہ کرین گے۔

**کاؤس مرزا** - مین تمھین بدعہدی کا مشورہ نہین دون گا نہ کوئی راز دریافت کرون گا۔ مین صرف خدا کے بھروسے پر کام کرتا ہون وہی مدد کرے گا۔ البتہ اُن لوگون کو میرے حوالے کردو جنھین تمنے دھوکے سے گرفتار کر کے قید کر رکھا ہے۔

**قریشہ** - اس حکم سے انکار نہین کر سکتی انھین ابھی حاضر کیئے دیتی ہون۔

قریشہ نے سوئچ دبا کر برقی روشنی کی یا تو مکان مین اندھیرا چھایا تھا یا کثرت نور سے آنکھون مین چکا چوندھ مچ گئی قریشہ کوٹھری سے باہر نکلی اور سبھون کو اپنے عقب مین آنے کا اشارہ کیا۔ لوگ اسکے تعاقب مین ہوئے وہ ایک کوٹھری سے نکل کر دوسری کوٹھری مین داخل ہوئی لیمپ روشن کیا۔ روشنی مین دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہان فرش نہ تھا۔ زمین مرمرین تھی۔ دروازون کے نزدیک سنگ موسیٰ تراش کر قوسین بنائی گئی تھین۔ دیوارون پر خوبصورت نقش و نگار بنے تھے۔ کوٹھری کے وسط مین آبنوس کی میز تھی اور اس کے چارون طرف آبنوس کی بنی ہوئی منقش کرسیان تھین میز پر اکل و شرب کا سامان رکھا تھا۔

قریشہ دیوار کے پاس جا کر قوس کے درمیان مین کھڑی ہو گئی

کلمہ کی انگلی دیوار کے نقش پر رکھی اور ذرا سا زور دیا۔ ساتھ ہی ایک گھراٹا ہوا اور دیوار کا تھوڑا حصہ ٹھیک ٹیٹلے پردے کی طرح گھومتا ہوا ایک پہلو مین سما گیا اور دیوار مین اتنا بڑا جوف ہو گیا کہ ایک تنومند آدمی بسہولت اندر داخل ہو سکے۔ قریشہ نے جوف مین داخل ہوتے ہوئے کہا۔

مرزا صاحب! یہ خاص الخاص میری ایجاد ہے۔ مین نے بیشمار روپیہ خرچ کرکے یہ مکان امریکہ کے طریقے پر بنوایا ہے اسکے بنانے والے بھی امریکن ہین مین انھین امریکہ سے اپنے ساتھ لائی تھی یہان کے تمام کھٹکے لوہے کی کمانیون سے بنائے گئے ہین جو برقی طاقت کے ممنون نہین۔ اور یہی راز ہے کہ اس صنعت کا علم کسی کو نہین ہو سکتا مین جن لوگون کو پبلک کی نظر سے چھپانا چاہتی ہون انھین اسی چور مکان مین رکھتی ہون۔ مسٹر جعفری۔ پانتی دیوی اور احسان آرام سے ہین۔ مین نے انھین ذرا بھی تکلیف نہین ہونے دی۔ البتہ ایک وقت خاص تک کے لیے اُن کی آزادی سلب کر لی ہے۔

ہم لوگ قریشہ کے بعد اُس جوف مین داخل ہو گئے یہ عقبی حصہ تھا۔ جو ضروری سامان سے آراستہ تھا۔ اسی حصہ سے تہ خانے مین جانے کا زینہ تھا۔ اس کی ساخت بھی ایسی ہی عجیب وغریب تھی جو نظرون کو محسوس نہین ہو سکتی تھی۔ قریشہ نے اُسے بھی ایک بٹن دبا کر کھولا اور ہم لوگ ایک کے بعد ایک زینے سے تہ خانے مین پہنچے تہ خانہ کیا؟ پورا زمین دوز مکان تھا۔ اس کی آراستگی مین قریشہ کے اعلےٰ سلیقے کی جھلک نظر آتی تھی۔ بیش بہا ولایتی فرنیچر

بہت اچھے طریقے سے مناسب جگہ پر رکھا تھا۔ فرش وفروش بیش قیمت اور نفیس سے نفیس تر تھا اس تہ خانے کی تعمیر میں فن انجنیرنگ کا کمال صرف کیا گیا تھا۔ جا بجا ہوا آنے کے لیئے روشن دان اس خوش سلیقگی سے بنائے گئے تھے۔ کہ روشنی اور ہوا کافی مقدار میں داخل ہوتی رہے لیکن کوئی متلاشی سراغ لگانا چاہے تو کامیابی نہ ہو ایک خوشنما کمرے مین مسٹر جعفری مقیم تھے۔ ان کے ملازم کے لیئے علیحدہ جگہ تھی مس پالنی دیوی مسٹر جعفری کے برابر والے کمرے مین ٹھہرائی گئی تھین جب ہم لوگون کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اسیرون کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ لوگ نہایت گرم جوشی اور تپاک سے ملے انھون نے قریشہ کے اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے بتایا کہ ابتدائے اسیری سے اسوقت تک انھین کسی بات کی تکلیف نہین دی گئی اُن کے ساتھ قریشہ کا سلوک مشفقانہ رہا ہے۔ ان کے مطالعہ اور دلچسپی کے لیے روزانہ اخبارات وجرائد آتے رہتے تھے۔ وہ اس قبر (زمین دوز مکان) مین بھی بیرونی دنیا کے حالات سے بے خبر نہ تھے۔ البتہ اُنھین باہر نکلنے یا کسی سے ملنے جلنے کی اجازت نہ تھی۔ اگر وہ فرار ہونا بھی چاہتے تو نکل بھاگنے کے واسطے کوئی راستہ نہ تھا۔ قریشہ یا اس کے خادم جس راستے سے آمد ورفت رکھتے تھے وہ ایسے تھے جیسے دریافت کرنا دشوار ہی نہین بلکہ ناممکن تھا۔ کاؤس مرزا نے انھین تشفی دیتے ہوئے کہا مسٹر جعفری! قریشہ ایک تعلیم یافتہ اور مطباع لڑکی ہے اسے ابتدا سے سراغ رسانی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اگرچہ اس نے آپ لوگون کے ساتھ حبس بیجا کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن مین یقین دلاتا ہون کہ

اس جرم مین بدنیتی کو دخل نہین۔ بلکہ اس معاملے مین ہمارا اور اس کا مقصد واحد ہے البتہ طریقہ کار مختلف ہے۔ وہ مجرمون سے مل کر حقدار کو حق دلانا چاہتی تھی اور ہم ان سے الگ رہ کر وہی کام کر رہے ہین بہرنوع میرے سمجھانے سے قریشہ نے اپنی غلطی تسلیم کر لی ہے اور آیندہ وہ آپ کے راستے مین رکاوٹ ڈالنے کی سعی سے باز رہے گی۔

**قریشہ:** (عذر خواہی کے طور پر) مسٹر جعفری اور مس بالنی دیوی مین آپ لوگون سے معذرت کرتی ہون۔ واقعی! مین نے غلط طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ارادہ نیک ہونے پر بھی روّیہ مخالفانہ رہا۔ اگر مرزا صاحب کا قدم بیچ مین نہ آتا تو حورون کے کلب مین یہ راز ظاہر ہوتا۔ لیکن اب اس کے سوا کیا کہون کہ ع

اے روشنیٔ طبع تو بر من بلا شدی

جی چاہتا تھا افشائے راز کے بعد آپ کے استعجاب سے لطف اندوز ہون اور ہندوستانی جاسوسون کی قابلیت کا امتحان لون مگر پہلی ہی چال مین مات کھائی۔ آپ لوگ عنقریب غریب خانے سے مراجعت فرمائین گے۔ اس لیئے چاہتی ہون کہ مہمانداری مین جو قصور سرزد ہوئے ہین انھین عفو کرا لون اور آپ لوگون کے خلق و رحم سے معافی کی سند عطا ہو جانا بعید بھی نہین۔

قریشہ کی سنجیدہ گفتگو نے سب کو متاثر کر دیا۔ سب اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگے جو اب بھی کنول کے پھول کی طرح کھلا ہوا تازگی کی بہار دکھا رہا تھا۔ بادۂ جوانی سے چھلکی ہوئی آنکھون مین کشش تو ضرور تھی مگر ساتھ ہی ساتھ ہزیمت کی کدورت بھی جھلک رہی تھی

ہم لوگ خاموش تھے۔ تقریر نے کچھ ایسا اثر کیا تھا کہ منھ سے بات نہ نکلتی تھی۔ آخر مس پالنی دیوی نے مہر سکوت توڑتے ہوئے کہا۔

**پالنی**۔ بہن! جسطرح تمھارے کام محیر العقول ہین اسی طرح تقریر بھی عجیب و غریب ہے بہت دن نہین ہوئے جب مین تمھاری حفاظت مین دی گئی تھی اُس وقت تمھارا سلوک میرے ساتھ نہایت جابرانہ تھا۔ تم نے مجھے پلنگ سے کس کر باندھ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے مجھ مین جنبش کرنے کا یارا نہ تھا۔ مسٹر جعفری نے اس قید سخت سے رہائی دلائی تھی۔ اس کے بعد تم نے دوبارہ مجھ پر قابو حاصل کیا لیکن اس دفعہ کمال مہربانی و عنایت کا برتاؤ کیا۔ اگرچہ فن سراغرسانی سے نابلد ہون اور اُن امور کے سمجھنے کی قابلیت نہین رکھتی لیکن جی چاہتا ہے کہ تمھاری زبان سے وجہ سنکر تسلی حاصل کرون۔

**قریشہ**۔ بہن! یہ تو کوئی معمہ نہین جو سمجھ مین نہ آئے۔ وجہ ظاہر ہے کہ جب میرا مکان نہ تھا تنہا تھی اور زبردست سراغرسان سے مقابلہ آپڑا تھا اگر تمھین آزاد چھوڑ دیتی تو شاید تم ایک منٹ بھی یہان ٹھہرنا پسند نہ کرتین۔ فوراً اپنا راستہ لیتین اس لیئے سختی کرنے پر مجبور تھی اور یہان مجھے وہ خوف نہ تھا۔ مسٹر جعفری بھی میرے بس مین تھے لہذا انسانیت سے کام لینا میرا فرض ہوگیا۔

تھوڑی دیر مین ایک وردی پوش خادم چائے کی کشتی لے کر حاضر ہوا۔ قریشہ نے کمال عجز کے ساتھ ہم لوگون سے چائے نوش کرنے کی التجا کی۔ ہم لوگون نے میزبانی کی خاطر شکنی کے خیال سے دعوت قبول کی۔ بقیہ رات تفریح مین بسر ہوئی۔ علی الصباح ہم لوگ حسین

وچالاک میزبان سے رخصت ہوئے۔

# باب تیرھوان

## راج کماری پریمی دیوی

مسٹر جعفری کو انتہا سے زیادہ ندامت تھی۔ اُن کی تمام شہرت، ساری نیک نامی ایک نوجوان حسینہ کی چالاکیون سے خاک مین مل چکی تھی۔ وہ ہمارے ساتھ تھے لیکن فرط خجالت سے آنکھین چار نہ ہوتی تھین۔ کاؤس مرزا نے تالیف قلوب کرتے ہوئے بہت کچھ کہا مگر اُن کے دل کو جو رنج و قلق تھا وہ کم نہ ہوا۔

مکان پہونچ کر مجلس شوریٰ گرم ہوئی۔ کاؤس مرزا نے چند روز مین راستہ صاف کر کے بہت کچھ کھوج نکال لیا تھا اب ہمارے سامنے راج کماری پریمی دیوی کی رہائی اور راجکمار کے قاتل کی گرفتاری کا سوال تھا۔ فریشہ ان رازون مین خاطر خواہ مدد دے سکتی تھی لیکن اسے بدعہدی پر مجبور نہ کرنے کا وعدہ کیا جا چکا تھا اس لیے اُدھر کی امیدین قطع ہو چکی تھین اب جو کچھ سہارا تھا وہ خدا کے فضل اور اپنی کوششون کا تھا۔

مسٹر جعفری کا خیال تھا کہ وہ گمنام رہ کر مخفی طریقے سے

کوشش جاری رکھیں۔ مجرم کو رہائی کی اطلاع نہ ہونے پائے وہ یہی خیال کرتا رہے کہ اس کے راستے میں کانٹے بچھانے والا کوئی باقی نہیں۔ یہ خیال اس کی غفلتوں میں اضافہ کرنے کو کافی ہے اور ہم لوگ اس غفلت سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے کامیابی کی طرف بڑھے چلیں۔

یہ رائے معقول تھی۔ ہم لوگوں نے صاد کر دیا مسٹر جعفری تھوڑا آرام لے کر احسان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ فریدون مرزا بھی کسی ضرورت سے بازار چلا گیا۔ بنگلے میں صرف میں اور مرزا صاحب رہ گئے وہ آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر سگار نوشی اور اخبار بینی میں محو ہو گئے اور میں صوفہ پر خاموش بیٹھ کر خیالی پلاؤ پکانے لگا۔

یکایک کسی کی آہٹ محسوس ہوئی۔ نظر اٹھا کے دیکھا تو دربان سامنے تھا وہ مرزا صاحب سے کچھ کہنا چاہتا تھا اور وہ اخبار بینی میں منہمک تھے۔ چند منٹ تک دربان نے اُنکے متوجہ ہونے کا انتظار کیا جب وہ مخاطب ہوئے تو ادب آموز عنوان سے گذارش کی۔

سرکار! ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے

**کاؤس مرزا**۔ اس نے اپنا کارڈ دیا ہے۔

**دربان**۔ سرکار! وہ بالکل معمولی آدمی معلوم ہوتا ہے میں نے کارڈ مانگا تھا مگر اُس نے کہا کہ "میرا نام اعظم چاؤش ہے، مرزا صاحب اس نام سے مجھے پہچان لیں گے"

کاؤس مرزا نے اعظم کو بھیج دینے کا حکم دیا۔ دربان چلا گیا اور

ہم دونوں کوئی نئی خبر معلوم کرنے کے لیئے تیار ہو بیٹھے۔ چند لمحوں کے بعد اعثم کمرے میں داخل ہوا اس کے جسم میں اب تک وہی میلا لباس تھا جو احمد آباد سے پہن کر آیا تھا ظاہری حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ مرزا صاحب نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کہو اعثم! اتنے دنوں کہاں رہے۔ نظیر بخش کا پتہ معلوم ہوا یا نہیں ؟

اعثم۔ میں کئی روز تک اسی فکر میں سرگردان رہا۔ بڑی مشکل سے ایک روز راستے میں ملاقات ہوئی۔ میں نے پہچان کر ٹوکا۔ وہ میرے بمبئی آنے سے متعجب سا ہو گیا۔ مجھ سے حالات دریافت کیئے میں نے مصلحت وقت دیکھ کر مناسب جواب دیا ایک فرضی افسانہ بھی تصنیف کر کے سُنا دیا۔ اول اول تو اُس کا طریقہ مشکوک رہا بارے یقین آگیا اور وہ مجھے دال کیسر پر ایسے مکان میں لے گیا جو بالکل طلسم معلوم ہوتا ہے۔ بظاہر معمولی ہے لیکن عفونتوں سے معمور ہے۔ میں ایک ہفتہ تک اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ جب اُسے شیشے میں اُتار لیا تو راز جوئی شروع کی۔ ظالم بڑا محتاط واقع ہوا ہے۔ اعتبار کرنے کے بعد بھی مجھے مخفی رازوں کی بھنک تک نہیں دیتا۔

کاؤس مرزا۔ راجکماری کا بھی پتہ لگا؟

اعثم۔ وہ اُسی مکان میں ہے۔ جہاں تک معلوم ہوا ہے اس کا دماغ صحیح نہیں ہے۔

مجذوبانہ بڑ ہانکتی ہے ع پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی۔
وہ سوکھ کر کانٹا ہوگئی ہے۔ مین نے تو جتنی بار دیکھا زار زار روتے ہی پایا۔
**کاؤس مرزا**۔ کیا ابھی تک دماغی خرابی مین کچھ کمی نہین ہوئی۔
**اعثم**۔ بالکل نہین ہر وقت بہکی بہکی باتین کرتی ہے۔ کسی کسی وقت ہوش کی گفتگو بھی کرنے لگتی ہے۔
**کاؤس مرزا**۔ افسوس! نازونعم کی پلی ہوئی اور یہ مصیبت کیا ہم لوگ اُس کی مدد کر سکتے ہین؟
**اعثم**۔ مین نے پورا ایک ہفتہ اسی فکر مین گذارا لیکن کوئی ایسی راہ نظر نہ آئی۔
**کاؤس مرزا**۔ یہ تو ممکن نہین کہ وہان تک پہنچا نہ جائے دشواریون کا پیش آنا اور بات ہے۔
**اعثم**۔ ایک راستہ ہے لیکن نہایت خطرناک ہے۔
**کاؤس مرزا**۔ تم خطرون کی پروا نہ کرو۔ وہان تک پہنچنے کے لیے ہمین تلوارون پر سے گذرنا پڑے تو باک نہ کرین گے۔
اعثم نے تعجب سے کاؤس مرزا کو دیکھا۔ پھر اس راستہ کا پتہ دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔
**اعثم**۔ سمندر کے کنارے ایک موری ہے اتنی بڑی موری کہ ایک پورے قد کا آدمی اس کے اندر سیدھا جا سکتا ہے اس موری سے اگر آپ مکان مین داخل ہونا چاہین تو شاید کامیابی حاصل کر سکتے ہین۔

کاؤس مرزا۔ کوئی مضائقہ نہین ہے مجرموں کا پتہ لگانے مین ہمین اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہین۔ اعثم! واقعی تم نیک آدمی ہو، مین تمھارا ممنون ہون کہ تم نے ایسی اچھی تدبیر بتائی اچھا خدا حافظ! انشاء اللہ آج آدھی رات گذرنے کے بعد مین تم سے اسی عجیب وغریب اور طلسمی مکان مین ملاقات کرون گا۔

اعثم فوراً سلام کر کے چلا گیا۔ اور کاؤس مرزا پھر کسی سوچ مین ڈوب گئے۔ فریدون بازار سے واپس آ گیا۔ مرزا صاحب نے اُسے چند ضروری ہدایتین دے کر رخصت کر دیا اس کے بعد مجھ سے بولے مسٹر قیصری! خدا کی مہربانی سے گتھیان سلجھتی جاتی ہین۔ آج رات کا معرکہ جتنا سخت ہے اتنا ہی ناگزیر بھی ہے۔ مین نے وہان جانا طے کر لیا ہے۔ اعثم کی گفتگو بالکل صاف تھی دغا فریب کا احتمال نہین۔ پھر بھی احتیاطاً آپ کا مکان مین رہنا مناسب ہے۔

مین۔ واہ مرزا صاحب! یہ ایک ہی ہوئی۔ آپ تو خطرہ مول لین اور مین گھر مین آرام کرون؟

کاؤس مرزا۔ میرا پیشہ ہی ایسا ہے کہ دن رات خطرون مین مبتلا رہنا پڑتا ہے لیکن آپ اس کے لئے مجبور نہین کئے جا سکتے۔

مین۔ مجھے کوئی خطرہ خائف نہین کر سکتا۔ ہان میری ہمراہی مناسب حال نہو تو کہہ دیجئے۔ مین نہ چلون۔

کاؤس مرزا۔ آپ شوق سے چل سکتے ہین۔

شام کو ہم لوگ بنگلے سے نکل کر سمندر کے کنارے چلے آئے

چوپاٹی کی سیر کا بیان ایسا نہیں جسے کوئی نہ جانتا ہو۔ کشادہ سڑک پر گاڑیوں اور موٹروں کی کثرت۔ خوش جمال پارسی لیڈیوں کے ناز و انداز عشاق کی زیر لب آہیں۔ ساتھ ساتھ بحری مناظر مفرح ہوا اور گرد و پیش کی سبزی ایسی نہیں جو نگاہوں کو کھینچنے میں کمی کرے بہر نوع ہم دونوں نے ایک گھنٹہ چہل قدمی کر کے تفریح حاصل کی پھر قریب کے ہوٹل میں چلے گئے اور کافی کا ایک ایک پیالہ پی کر بنگلے واپس آئے۔

ٹھیک دس بجے رات کو مرزا صاحب نے تیاری کا حکم دیا خود بھی چند ضروری چیزیں اور پستول لے کر نکل کھڑے ہوئے۔

ہمارے مکان سے وال کیسر کو سیدھا راستہ گیا تھا۔ ہم لوگ پارسیوں کے مردہ گھر ہوتے ہوئے وال کیسر پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ ہوا زور زور سے چل رہی تھی۔ سمندر کے شور سے فضا گونج اٹھی تھی موٹر کار اور گھوڑا گاڑیوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ ہم لوگ عاصم کے بتائے ہوئے پتہ پر پہلے تو ایک میل تک پہاڑی پر چڑھتے چلے گئے۔ پھر ایک گلیاری سے ہو کر نیچے کی جانب اترنے لگے اب ہمارا رخ سمندر کی طرف تھا۔ دو فرلانگ مسافت طے کرنے کے بعد مکانات کا سلسلہ ختم ہو گیا اور سنگلاخ راستہ شروع ہوا۔ جو ہمیں سمندر کے قریب لے جانے لگا۔

اب سمندر کی بے چین موجیں ہمارے قدموں پر لوٹ رہی تھیں۔ ہوا کے تیز تیز جھونکے ہمیں بید کی طرح جھلانے کی سعی میں مشغول تھے اور ہم دونوں آدمی کنارے کھڑے ہوئے

اُس نہری کو تلاش کر رہے تھے جس کا پتہ اعظم نے دیا تھا۔ دفعۃً ایک بڑا سا جانور ہمارے سروں پر اڑتا ہوا گذر گیا۔ اسکے پنجوں سے گوشت کا ایک لوتھڑا چھوٹ کر ہمارے پاؤں کے قریب آگرا پہلے تو ہمیں کسی حادثے کا شبہہ ہوا لیکن معًا خیال گذرا کہ گدھ مردہ گھر سے کوئی مردہ کھائے ہوئے آرہا ہوگا۔ ایک لوتھڑا ناخنوں میں اٹکا رہ گیا ہوگا جو گر پڑا ہے۔

ہم دونوں سمندر کے کنارے کنارے پہاڑی کے اُس آخری حصے کی جانب بڑھے جو قوس کی طرح خم کھاتا ہوا دور تک چلا گیا تھا اور اُس کے خاتمہ پر سمندر اور آسمان کے سوا کوئی منظر پیش نگاہ نہیں ہوسکتا تھا۔ بہت دور جانے کے بعد ہمیں وہ جوف دکھائی دیا جس کی تلاش تھی۔ یہ پتھر اور سیمنٹ سے بنا تھا اس کے دہانے پر لوہے کا جنگلا لگا تھا۔ نمی رہنے کی وجہ سے خودرو درخت جم آئے تھے اُن کی شاخوں نے پھیل کر جوف کو اس طرح چھپا لیا تھا کہ بادی النظر میں اسے معلوم کر لینا دشوار ہوگیا تھا۔ مرزا صاحب نے الکٹرک لیمپ جلا کر جنگلے کو دیکھا بظاہر وہ بہت پائدار تھا اور اسے جوف سے علیحدہ کرنا امر محال معلوم ہوتا تھا مگر روشنی کی مدد سے بہت جلد دریافت ہوگیا کہ اس میں کنڈی لگی ہے اور آہنی تالے سے مقفل ہے۔ مرزا صاحب نے کوٹ کی جیب سے تھیلی نکالی جو ڈورے سے بندھی تھی اسمیں قفل توڑنے اور دروازے توڑنے کے اوزار بھرے تھے مرزا صاحب نے ایک آلہ نکال کر اس کی مدد سے قفل توڑ ڈالا

دروازہ کھل گیا الکٹرک لیمپ کی روشنی مین جھانک کر دیکھا۔ راستہ بالکل صاف تھا۔ ہم دونون خدا کا نام لے کر جوف مین داخل ہوگئے اُس کی شکل بالکل بڑے پمپ کی سی تھی وہ نیچے ہی نیچے پہاڑی پر چڑھتا چلا گیا تھا اور شاید اُسی عجیب و غریب طلسمی مکان مین جاکر پھوٹا تھا جس کی نسبت عثم نے صبح بیان کیا تھا اگرچہ قدم قدم پر خطرون کا احساس بڑھ رہا تھا لیکن کامیابی کی امید ین ہماری ہمتین پست نہونے دیتی تھین۔

ہم لوگون نے نصف مسافت اطمینان سے طے کر لی تھی اور اپنے زعم مین عنقریب کامیابی کے مہرے پر قدم رکھنے والے تھے کہ ایکا ایکی ایسا محسوس ہوا جیسے بھونچال آگیا ہو جس سطح پر ہم لوگ چل رہے تھے وہ زور زور سے ہلنے لگی۔ مرزا صاحب نے فوراً الکٹرک لیمپ گل کر دیا اور ایک طرف دبک رہے ہمارے قلوب بید کی طرح لرز رہے تھے کوئی شک نہین کہ ہم لوگ موت و زندگی کے بین بین تھے مشکل سے چند لمحے گذرے ہون گے کہ مشین چلنے کی آواز آئی اور ایسا معلوم ہوا جیسے پانی کا دھارا اوپر چڑھ رہا ہے۔ اُف! کتنی بے بسی کی موت! سارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ بند بند کانپنے لگا۔ ہم نے معاً واپس ہونے کی سعی کی لیکن سرنگ سے باہر آنا بھی ناممکن سا ہوگیا کیونکہ جہان ہم کھڑے تھے اُسکے دونون طرف دو آہنی تختون نے راستہ روک کر ہمین آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے سے معذور کر دیا تھا۔

میرے برابر مرزا صاحب کھڑے تھے۔ اندھیرے مین

اُن کی صورت تو نظر نہ آئی لیکن ٹٹولنے سے اس قدر معلوم کر سکا کہ وہ انتہائے ضبط سے کام لے کر بالکل بے حس و حرکت کھڑے تھے۔ گویا وہ آنے والی معیبت کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں۔

اب پھر زمین کے اُس حصے کو حرکت ہوئی جہاں ہم کھڑے تھے اور خفیف گھراڑے کے ساتھ سطح بلند ہونے لگی ہمارا سر چھت مین جا لگا جس سے مجبوراً ہمین جھک کر اپنی حفاظت کرنا پڑی۔

یکایک ایک روح فرسا خیال نے میرے سارے جسم مین آتش غیظ و غضب مشتعل کر دی۔ یقین ہو گیا کہ اعثم نے بدمعاشون سے مل کر ہمین دھوکا دیا۔ غصے سے دونون مٹھیان بند ہو گئین دانتون سے ہونٹ اتنا چبایا کہ خون ٹپکنے لگا۔ زندگی سے تو قطعی یاس ہو چکی تھی مگر یہ جی چاہتا تھا کہ اعثم مل جائے تو اس دغابازی کا مزہ چکھا دون۔ ہائے مجبوری! اعثم تو اپنی کامیابی پر بغلین بجا رہا ہو گا۔ قہر درویش بجان درویش کی مثل ہمارے او پر درست تھی۔ ہم لوگ جھکتے جھکتے بیٹھ گئے۔ اُسپر بھی ہمارے سر چھت مین لگے ہوئے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ سطح ایک جگہ قائم ہو گئی اور ہم لوگ چکی مین دانے کی طرح پسنے سے بچ گئے۔ پانی بہنے کی آواز ہمارے کانون کے پردے پھاڑ رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ سیلاب جاری ہے اور عنقریب ہمین خس و خاشاک کی طرح بہا کر سمندر کی بے پناہ موجون کے حوالے کر دے گا۔

یہ سب کچھ تھا لیکن ہماری بد اقبالی نے ایک تازہ معیبت اور پیش کی۔ ہم لوگ جس جگہ تھے وہان کسی جانور نے سوراخ کر دیا تھا

اور اس کے راستے سے اندر پانی بھرنے لگا تھا۔ اب زندگی کی رہی سہی توقع بھی فنا ہو گئی۔ بہت جلد پانی بھر کر ہمیں فنا کر دے گا۔ اگرچہ میں بزدل نہیں۔ کئی موقعوں پر خطروں کا مقابلہ بھی کر چکا تھا لیکن بے بسی کی موت مرنے کے خیال نے مضطرب الحال بنا دیا۔ عالم بے قراری میں میری زبان سے نکل گیا۔

آہ کتنی بے بسی و مجبوری ہے؟ کاش! ہم حریف کے سامنے ہوتے کہ دل کا حوصلہ نکال سکتے۔

**کاؤس مرزا۔** آغا صاحب! گھبرائیے نہیں۔ موت آئی ہو تو کوئی بچا نہیں سکتا اور زندگی باقی ہو تو موت خود ہماری حفاظت کرے گی اس مصیبت سے بچاؤ کی تدبیر سوچیے۔

اُنھوں نے جملہ ختم کر کے الکٹرک لیمپ روشن کیا۔ واقعی ہم لوگ ایک آہنی بکس میں چوہوں کی طرح بند تھے۔ ہمارے نیچے سیلاب جاری تھا۔ لوہے کی چادر میں سوراخ ہو جانے کی وجہ سے پانی اندر بھرنے لگا تھا اور سینے تک بلند ہو چکا تھا اگر سوراخ بند نہ ہو تو یقیناً ہم لوگ ڈوب کر فنا ہو جائیں گے

پریشانی کی وجہ سے میرے تو ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے۔ مرزا صاحب اب بھی مطمئن تھے؟ سچ تو یہ ہے کہ اُنھیں کے ہوش و حواس تھے کہ آج میں اُن واقعات کے قلم بند کرنے پر قادر ہو سکا اُنھوں نے بغیر اضطراب ظاہر کیے ہوئے گلے سے گلوبند کھولا اور ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر سوراخ بند کر دیا۔ اس سے یہ فائدہ تو ہوا کہ بکس میں پانی کا داخلہ بند ہو گیا لیکن جو پانی گلے گلے تک آچکا تھا

کرتا ہون کہ حورون کے کلب مین پہونچنے کے قبل مین آپ کے احکام کی تعمیل کرونگا اور اپنی طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ کرونگا جو دوسرون کی نظر مین مشکوک معلوم ہو۔

**نقاب پوش**۔ بس، کافی ہے۔ مجھے کچھ زیادہ خوف نہین میرا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ مذبوحی حرکات نہ کرین (میری طرف مخاطب ہوکر) آغا قصری صاحب! آپ کا کیا خیال ہے

**مین**۔ مجھے تو ابتدا ہی سے اس معاملے مین کمال دلچسپی ہے مین جاسوس نہین تاہم اس واقعہ کو اول سے آخر تک سمجھنا چاہتا ہون۔ مجھے جو حکم دیا جائیگا زبان ہلائے بغیر اُس کی تعمیل کرونگا۔

نقاب پوش نے کمر سے چھرا نکال کر فوراً ہماری بندشس کاٹ دی۔ پھر دستک دی آواز کے ساتھ ہی ایک گرانڈیل نقاب پوش کمرے مین داخل ہوا۔ پہلے نقاب پوش نے اُسے حکم دیا۔

دیکھو جی! مرزا صاحب اور آغا قصری ہمارے مہمان ہین ان کے واسطے ذرا تیز کافی لاؤ کہ سردی کا بقیہ اثر بھی رفع ہوجائے اور موٹر کی تیاری کا حکم دیتے آؤ۔ ایک گھنٹے کے بعد ہم لوگ روانہ ہوجائینگے۔

تھوڑی دیر مین خوشبودار کافی کے دو پیالے آگئے ہم نے بے تکلف پی کر میزبان کی شکرگذاری کی۔ واقعی کافی پینے سے ہمارے اعضا مین چستی آگئی اور ہم لوگ سفر کے واسطے

تیار ہو گئے۔

گھنٹہ بھر بعد موٹر تیار ہونے کی اطلاع ملی۔ ہم لوگوں کو سفر کے واسطے تیار ہونے کا حکم ہوا۔ سامان ہی کیا تھا جو دیر لگتی۔ فوراً کھڑے ہو گئے۔ نقاب پوش کے ساتھ باہر نکلے۔ گراونڈ مین موٹر لاری کھڑی تھی۔ یہاں مین نے دیکھا کہ اعظم بھی موجود ہے۔ مین نے اُسکے قریب پہونچنے کی کوشش کی لیکن اُسنے اس کا موقع نہ دیا ہم لوگ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ نقاب پوش سردار بھی آ گیا اُسے شاید کسی کا انتظار تھا اسلئے ہم لوگوں کو لاری مین سوار ہونے کا حکم دے کر الگ کھڑا ہو گیا۔ ہم لوگ موٹر کار مین جا بیٹھے۔ لاری بہت بڑی تھی اور پندرہ بیس آدمی بہ سہولت سوار ہو کر سفر کر سکتے تھے۔ حسن اتفاق سے اعظم میرے قریب بٹھایا گیا مین نے اس سے بات کرنے کا ارادہ کیا لیکن اُس نے آہستہ سے ہمین منع کر دیا۔ یکایک دور سے موٹر کی مشین چلنے کی آواز سنائی دی معلوم ہوتا تھا کوئی موٹر ادھر آ رہا ہے تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ سرچ لائٹ دکھائی دی اور آناً فاناً مین ایک خوب صورت وبیش قیمت موٹر کار گراونڈ مین داخل ہو کر ہماری لاری سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ شوفر نے پٹ کھولا اس مین سے ایک ذی وجاہت شخص اُترا۔ نقاب پوش بڑھ کے سامنے گیا بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نقاب پوش اُس سے مرعوب ہے امیر نے کہا۔

کیون نظیر! سب انتظام درست ہے۔

سمجھ سکتے ہیں کہ انسان پر اُن کا کتنا گہرا اثر پڑتا ہے؟ ہم لوگوں کو بڑی مشکل یہ بھی کہ بھاگ کر بھی جانیں بچانے کی کوشش نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہمارے دونوں جانب کثرت سے خاردار گنجان جھاڑیاں موجود تھیں۔ جہاں اُن کی شاخیں ہم سے دور ہوتی تھیں وہاں ہیبت ناک تاریک غار اژدہے کی طرح منہ کھولے نظر آتے تھے۔ ہم لوگوں نے تنگ آمد بجنگ آمد کے مقولے پر عمل کرنے کے ارادے سے پستول نکال کر ہاتھوں میں لے لیئے۔ اور ارادہ کر لیا کہ اگر کوئی درندہ آتا نظر پڑا تو فوراً فائر کر دیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ کوئی درندہ ہمارے راستے میں حائل نہیں ہوا البتہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان کی بھیانک آوازیں ہمارے دل میں خوف و بیم پیدا کر دیتی تھیں۔

ہم لوگ پیادہ چل رہے تھے۔ ہمارے گھوڑے کوتل تھے ہم نماز صبح سے فارغ ہو کر ان دشوار گذار گھاٹیوں میں داخل ہوئے تھے اور اب آفتاب اپنی روزانہ مسافت ختم کرنے کے بعد سراپردۂ مغرب میں منہ چھپانے کے واسطے داخل ہو رہا تھا اُس کی تابش حسن ماند پڑ چکی تھی اور کسی مصیبت زدہ حسین کی طرح اُس کے عارض نورانی زردی مائل ہو چکے تھے۔ سرخ سرخ انگارے جیسا جسم جس میں زردی بھی شامل تھی پہاڑ کی اونچی چوٹیوں میں چھپ رہا تھا اور ابھی ہم نے اپنی منزل کا پتہ تک نہیں پایا تھا۔ سب سے زیادہ رات بسر کرنے کی ضرورت تھی مگر ان خطرناک پہاڑوں میں کوئی محفوظ مقام ملنا بعید از عقل معلوم ہوتا تھا

آفتاب ڈوب گیا۔ پہاڑ کی اونچی چوٹیاں جو دن کو کسی قدر دلچسپ اور جاذب نظر تھین دیو کی طرح ڈرانی اور ہیبت ناک بن گئین ہوا مین تیزی اور خنکی پیدا ہوئی۔ خودرو درختون کی بہارین عنقا ہوگئین اور ان کے عوض بھیانک پن ٹپکنے لگا۔ جو لوگ عافیت کا سفر کرنے کے عادی ہین انھین کیا معلوم کہ اس دشوار گذار راستے مین ہم پر کیا گذری۔

ہمارے پاس الکٹرک لیمپ موجود تھے۔ احتیاطاً موم بتیون کے بنڈل اور ماچس کے پیکٹ بھی ساتھ لے لیئے تھے۔ سب نے اپنا اپنا لیمپ روشن کر لیا۔ مجھے تعجب تھا کہ جو لوگ اس راستے سے گذرتے ہون گے وہ رات کے قیام کا کیا بندوبست کرتے ہونگے؟ غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ ضرور کوئی نہ کوئی محفوظ جگہ ایسی ہوگی جہان مسافر رات کو آرام کر سکتا ہو۔ مگر وہ جگہ کہان ہے؟ یہی سوال ستا رہا تھا۔ دو چار سو قدم اور چلنے پر ایک کھوہ ملی جس کے اندر سے پتھر ترشے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ساخت مین انسانی ہاتھون نے بھی کام کیا ہے۔ ہم لوگ یہان رک گئے اور صلاح و مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ مین اور کاؤس مرزا صاحب اس کے اندر داخل ہو کر اطمینان کر لین کہ وہ جگہ درندون سے پاک اور رہنے کے قابل ہے یا نہین؟ اگرچہ پریمی دیوی اور رالنی دیوی ہم لوگون کے جانے پر راضی نہ تھین لیکن بغیر اس کے چارہ بھی نہ تھا جوف مین داخل ہونا موت کے منہ مین داخل ہونے سے کم ہیبتناک نہ تھا۔ لیکن ہم دونون جان ہتیلی پر رکھ کر توکل بخدا جوف مین داخل ہوگئے

لیکن دلدل مین پھنس جانے کے خوف سے ڈر ڈر کے قدم اٹھاتے تھے
احسان کا شٹو تو دلدل مین جا ہی پڑا ہوتا مگر خدا نے بڑی خیر کی اور عین
وقت پر ہمین علم ہوگیا۔ تکان سفر نے ہماری صورتون کو حونق بنا دیا تھا
تعجب ہے کہ ہمارے نازک اندام ساتھیون (راجکماری اور پالتی
دیوی) پر ان صعوبات کا مطلق اثر نہ تھا! ایک عجیب واقعہ جسنے
ہمین لرزہ بر اندام کردیا یہ پیش آیا کہ یکایک شیر کے ڈہاڑنے کی آواز
سنائی دی۔ ہم لوگ فوراً آواز کی طرف متوجہ ہوگئے پستول ہمارے
ہاتھون مین تھے اور اُن کی نالین آواز کی جانب۔ دفعتہً ایک ہرن
چھلاوے بھرتا ہوا آیا لیکن اجل رسیدہ تھا غریب گھبراہٹ کی وجہ
سے دلدل مین جا گرا۔ اس کے تعاقب مین ایک شیر جست کرتا آ پہونچا
ہم لوگون نے حفاظت جان کے خیال سے فیر کرنا چاہا مگر اس کا رخ
ہرن کی طرف دیکھ کر رک گئے۔ شیر نے دور سے ہرن کو دلدل مین
دیکھا جو گھٹنون گھٹنون زمین مین دھنس چکا تھا جس طرح بلی چوہے پر
حملہ کرتے وقت جست کرتی ہے شیر بھی اچھل کر ہرن پر جا پڑا اور دونون
مین کشمکش شروع ہوگئی۔ جو جو کشمکش بڑھی دونون دلدل مین دھنستے
گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑی دیر مین دونون لقمۂ اجل ہوگئے
کسی کا نشان تک نہ ملا۔ زمین نے انھین نگل لیا اور پھر برابر ہوگئی
اگرچہ ہمین زبردست دشمن سے نجات مل گئی تھی لیکن اُن کی بے بسی
کی موت کا خیال کرکے عبرت ہونے لگی ہم لوگ دلدل سے بچتے ہوئے
کنڈ کے قریب پہونچے ہر چند یہ مقام کسی قدر نزہت آفرین تھا لیکن
وہان کا سناٹا کاٹے کھاتا تھا۔ یہان سے آگے بڑھنے پر سیاہ پہاڑیون کا

سلسلہ شروع ہو گیا۔ راستے کی دشواری تو ویسی ہی تھی جسے طے کرتے
ہوئے ہم لوگ یہاں تک پہونچے تھے لیکن سانپون کی کثرت مین
کمی تھی۔ دن بھر مین ہم نے یہ دشوار گذار راستہ طے کیا اور غروب آفتاب
سے کچھ پہلے اُتری حصے والی پہاڑی کی چوٹی پر پہونچے۔ اور اب نیچے
اُترنا شروع کیا نشیب کی طرف آنے مین اتنی دیر نہ لگی۔ جتنا
عرصہ چڑھائی چڑھتے مین صرف کیا تھا۔ پھر بھی اندھیرا ہو چکا تھا
جب ہم لوگ سرنگ کے دہانے پر پہونچے۔ ہم نے الکٹرک لیمپ
روشن کر لئیے اور سرنگ مین داخل ہونے کے ارادے سے قدم
بڑھا دیا۔ ہنوز اپنے ارادے مین کامیاب نہ ہوئے تھے کہ کمین گاہ
سے چالیس پچاس مسلح جوانون نے نکل کر ہمین اپنے نیزون کی انیون
پر رکھ لیا مجبوراً ہمین رکنا پڑا۔ خیال گذرا کہ یہ لوگ ڈاکو ہین جو مسافرون
کو قتل کر کے ان کا مال و متاع چھین لیتے ہین۔ حمیت مقابلہ کرنے پر
اُبھارتی اور مصلحت وقت مصالحت کا مشورہ دیتی ہم لوگ
بالکل ساکت و صامت اور بے حس و حرکت کھڑے تھے ہر طرف
خاموشی طاری تھی ہمارا راستہ روکنے والے ہمارے سینون پر
نیزے کی نوکین رکھے کھڑے تھے۔ اُن کی چڑھی ہوئی داڑھیان
بڑے بڑے صافے اور طور طریقے سے سپاہیانہ بانکپن ظاہر تھا
اُن مین سے ایک جو نسبتہً ذی وجاہت تھا ہمین مخاطب کرتے
ہوئے ڈپٹ کے بولا۔

تم لوگ کون ہو اور سرنگ مین کس غرض سے داخل ہونے
کا ارادہ رکھتے ہو۔

کاؤس مرزا۔ ہم لوگ مسافر ہین اور اپنی منزل پر پہنچنا چاہتے ہین۔

سردار۔ تمھاری منزل کون ہے؟

کاؤس مرزا۔ یہ اُسی وقت بتائین گے جب تمھارے حال سے آگاہی حاصل کر لین گے۔

سردار۔ ہم لوگ اس جنگل کے محافظ ہین چونکہ ادھر کوئی عام رستہ نہین اس لیے کسی کو ادھر سے گذرنے نہین دیتے۔

کاؤس مرزا۔ لیکن ہم لوگ بغیر اس سرنگ مین داخل ہوئے اپنی منزل تک نہین پہونچ سکتے۔

سردار۔ تمھاری بات کا یقین کرنا محال ہے۔ ہم یہان کے چپہ چپہ سے واقف ہین ہمین معلوم ہے کہ ادھر کوئی بستی نہین۔

کاؤس مرزا۔ مگر جوردن کا کلب ..............."

سردار۔ (بات کاٹ کر) خاموش! تمھین یہ نام کس نے بتایا؟

کاؤس مرزا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ جی نے (راجکماری کی طرف اشارہ کرکے) یہ مہاراج کی صاحبزادی راجکماری پریمی دیوی اپنی والدہ مہارانی تارا بائی کی وصیت کے بموجب کلب جانا چاہتی ہین۔ ان کی "اتالیق" ختانہ کی لڑکی سلطانہ جو خزانے کی محافظ ہے ان دونون کلب آئی ہوئی ہے۔

سردار نے رستہ چھوڑ دیا۔ ہمارے سینون سے نیزون کی نوکین ہٹائی گئین اور ہم لوگ اطمینان سے کھڑے ہونے کے قابل

ہو سکے سردار نے کہا۔
پریمی دیوی جا سکتی ہین چونکہ ہم آپ لوگون کو پہچانتے نہین اس لیئے آپکو افسر قیام گاہ سے اجازت لینا پڑے گی۔
محافظ سرنگ راستہ چھوڑ کر ہٹ گئے۔ ہم لوگ بسم اللہ کہکر سرنگ مین داخل ہو گئے۔
یہ سرنگ پہاڑ تراش کر بنائی گئی تھی اس کے اندر دو گھوڑے سوار سہولت و آسانی سے برابر راستہ چل سکتے تھے۔ چھت اور دیوارین منقش تھین۔ نقشون مین یا تو حسین و جمیل عورتون کی تصویرین تھین۔ یا بندری پھولون اور سبزہ گاہون کے نقشے کھینچے گئے تھے یہ سب پتھر تراش کر بنائے گئے تھے اور ان سے ہندوستان کی قدیم صنعت کا پتہ چلتا تھا تصویرین رنگین تھین اور انکے رنگ بدستور قائم تھے صرف ان مین خفیف سا ہلکا پن آگیا تھا جس سے ان کی قدامت معلوم ہوتی تھی۔
ہم لوگ کئی گھنٹے تک سرنگ کے اندر چلتے رہے۔ آخر ایک جگہ سے وہ سرنگ کشادہ ہونا شروع ہوئی اور وسیع ہوتے ہوتے ایک بڑی سنگی عمارت کی صورت مین تبدیل ہو گئی۔ یہان متعدد کمرے، کوٹھریان اور بڑے بڑے ہال تھے۔ ہر کمرہ اور کوٹھری رنگی سازوسامان سے آراستہ تھا۔ کافوری شمعین کثرت سے روشن تھین اور متعدد سنتری کاندھے پر بندوق رکھے چوکسی مین مصروف تھے ہم لوگون نے الکٹرک لالٹینین بجھا دین اور آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے سنتری کے قریب پہنچے اسنے بندوق کی نال ہماری طرف

پھیرتے ہوئے سوال کیا۔ ہم نے اس کا جواب دیتے ہوئے ان کے افسر سے ملنے کی خواہش کی وہ ہمیں ٹھہرنے کا اشارہ کر کے ایک کمرے میں چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد آکر اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا ہم لوگ اپنے ٹٹوؤں سے اتر پڑے اور دو چار کمروں سے گذرتے ہوئے افسر اعلےٰ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

یہ ایک تلک دھاری راجہ ہے جس کے چہرے مہرے سے شجاعت و بہادری نمایاں ہے۔ اس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہے لیکن صورت سے تیس سالہ جوان معلوم ہوتا ہے اُسنے ہم سے یہاں آنے کا سبب دریافت کیا۔ مرزا صاحب نے وہی بیان جو سرنگ کے دہانے پر دیا تھا یہاں بھی وہی کہا۔ افسر اعلےٰ تھوڑی دیر تک غور کرتا رہا پھر بولا۔

آپ لوگوں کی وضع قطع سے شرافت ظاہر ہے اس لیئے آپ کا بیان قابل قبول ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم لوگ بغیر کامل تحقیق کے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ چونکہ زبانی بیان ثبوت نہیں ہو سکتا اس لیئے ایک روز آپ ہمارے مہمان رہیں ہم مس سلطانہ سے دریافت کرتے ہیں اگر انھوں نے آپ کے بیان کی تصدیق کر دی تو آپ کو آگے بڑھنے کی اجازت دیدی جائے گی۔

ہم لوگوں کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک روز افسر اعلےٰ کے مہمان رہے اُسنے خاطر داشت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ہمارے لیئے اعلےٰ قسم کا کھانا مہیا اور اپنے عمل

سے ظاہر کر دیا کہ ہندوستانی ابھی تک اپنے قدیم طریقہ مہمان نوازی سے الگ نہیں ہوئے ہیں۔ دوسرے روز سلطانہ کے پاس سے جواب آ گیا اُسنے ہمارے بیانات کی تصدیق کی تھی اس لیئے افسر اعلےٰ نے ہم سے معذرت کرتے ہوئے آگے بڑھنے کی اجازت دیدی چونکہ شام ہو چکی تھی اس لیئے رات کی رات وہین قیام کرنا پڑا۔ علی الصباح نو آدمیون کا قافلہ جنت الہندیا حورون کے کلب کیطرف روانہ ہوا۔ ہمارے دلون مین شوق جنت بھرا تھا۔ اگرچہ قدم قدم پر خطرات پیش آتے تھے لیکن ولولہ شوق کھینچے لیئے جاتا تھا۔ الغرض راستے کی دشواریون پر غالب ہوتے ہوئے دوپہر کے بعد ہم لوگ سرنگ سے باہر نکلے۔ اب ہمارے سامنے ایک سرسبز پرفضا مرغزار تھا۔ صحرائی گلاب کے تختے کھلے ہوئے تھے ان کی بھینی بھینی مست خوشبو سے سارا میدان مہک رہا تھا۔ ایک جانب شمشاد معشوق سہی قد کی طرح کھڑے اکڑ رہے تھے۔ کہین دیودار آغوش کشا نظر آتے تھے ان کے موٹے موٹے تنون مین عشق پیچان لپٹی ہوئی تھی۔ سبزہ خوابیدہ مستانہ ادا سے انگڑائیان لینے مین مصروف تھا۔ جا بجا کرشن پھولون کے نازک نازک پودے جمے ہوئے تھے اور ان مین خوشنما پھول اپنی جوانی کی بہارین سرمہ مفت نظر کر رہے تھے۔ وصف یہ ہے کہ یہ تمام چیزین اس خوشنمائی و دلآویزی کیساتھ رونما تھین کہ بے اختیار دل ان کی جانب مائل ہو جاتا تھا حالانکہ یہان شروع سے آخر تک یہ قدرت نے کام لیا تھا۔ یہان کی بہار انسانی ہاتھون کی رہین منت نہ ہوئی تھی عنبر معطر ہوا کے جھونکے بلبلون اور پوشنولون کی زمزمہ سرائیون نے

اور بھی قیامت ڈھا رکھی تھی۔ دل کہتا تھا کہ شاید خالق بیچون نے جنت عدن کو اٹھا کر اس محفوظ مقام پر مخفی کر دیا ہے۔ چاروں جانب سرخ پہاڑیوں نے اُسے گھیر کر حد بندی قائم کر رکھی تھی انھیں پہاڑیوں میں سے ایک چشمہ ناگن کی طرح بل کھاتا ہوا نکلا تھا جس نے وہاں کی خوشنمائی میں چار چاند کیا معنے ہزار چاند لگا دیئے تھے۔ یہ چشمہ نہایت جوش وخروش سے بہتا مرغزار کو سیراب کرتا۔ پتھروں سے ٹکراتا ہوا آبی سرنگ میں داخل ہو جاتا تھا۔ پتھروں کی ٹکر سے اتنا جھاگ بلند ہو رہا تھا کہ چشمہ پر دودھ کا دھوکا ہوتا تھا۔ اسکے دونوں جانب خودرو گلاب اور سرو شمشاد کے درخت جوش مستی میں ناچتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ ہم لوگوں نے چشمے کے کنارے بیٹھ کر ہاتھ منھ دھویا۔ احسان نے چائے تیار کی۔ ہم لوگ چار پیتے ہوئے قدرت کے ان حسین مناظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے یکایک ہماری مسرتوں میں اضافہ کرنے کے لیئے ایک قمری شمشاد کی پھنگی پر آبیٹھی اور اپنے مخصوص دلکش انداز میں کوکو، کوکو کرنے گانا شروع کر دیا۔ ایک گھنٹہ یہاں بسر کرنے کے بعد بادل ناخواستہ اٹھے اور ان تمام بہاروں پر حسرت کی نظر ڈالتے ہوئے آگے بڑھے چشمے کے کنارے کنارے ایک میل تک چلے گئے۔ اب سامنے سرخ پہاڑ تھا جسے قدرت نے حلۂ سبز پہنا رکھا تھا۔ یہاں پر چشمہ نے مثلث صورت اختیار کر لی تھی جس سے وہاں کی خوشنمائی میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا یہاں چھوٹی چھوٹی متعدد کشتیاں کنارے سے بندھی ہوئی پانی کی نازک لہروں پر جھول رہی تھیں۔ قیام گاہ سے جو رہبر ہمارے ساتھ کیا گیا تھا

اُس نے ہمیں ان کشتیوں میں سوار ہونے کا حکم دیا۔ پہلی کشتی میں کاؤس مرزا۔ فریدوں مرزا۔ راجکماری پریمی دیوی مس پالنی دیوی اور میں اپنے رہبر کے ساتھ سوار ہوا۔ دوسری کشتی میں مسٹر جعفری۔ ڈاکٹر چیٹرجی۔ احسان اور اعظم بیٹھے تھے۔ ہماری کشتیاں سرنگ کی طرف بڑھنے لگیں۔

سرنگ میں اتنی موٹی دھاریں کر پانی داخل ہو رہا تھا کہ دہانہ نظر نہ آتا تھا بلکہ پانی کی جو مقدار زیادہ ہوتی تھی وہ پتھروں سے ٹکرا کے الٹے قدم واپس ہو جاتی تھی اور اس تصادم سے جو چھینٹیں اڑتی تھیں اُن سے گرد و پیش کی زمین تر ہو جاتی تھی۔ ہم لوگ یہ خیال کر کے سہم گئے کہ یہ سرنگ کا دہانہ نہیں۔ فرشتہ موت کا منھ ہے جس میں داخل ہونے والے ہیں۔ لیکن یا بھی روزانہ سرنگ میں داخل ہونے کی وجہ سے عادی ہو چکے تھے ان کی صورتوں سے خوف و ہراس کے بدلے اطمینان ٹپکتا تھا۔ رفتہ رفتہ ہماری دونوں کشتیاں دہانے سے قریب ہونے لگیں قربت کے ساتھ ساتھ پانی کا جوش و خروش اور زور بڑھتا گیا اور جب تھوڑا فصل رہ گیا تو دونوں کشتیاں تیر کی طرح دہانے کی طرف چلیں۔ خوف و رجا نے ہماری آنکھیں بند کر دیں دفعتہً ایسا معلوم ہوا کہ پانی کی چادر ہمارے سروں سے گذر گئی میں نے دل ہی دل میں کلمۂ شہادت پڑھنا شروع کر دیا۔ چند منٹ کے بعد ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں تو عجب منظر نظر آیا۔ ساری سرنگ برقی روشنی سے جگمگا رہی تھی۔ پہلی سرنگ سے بہتر و برتر نقش و نگار تھے اور ان پر بیش قیمت رنگین پتھروں سے پچی کاری

کی گئی تھی اس کی چوڑان بھی قریب پہلی سرنگ کے موافق تھی لیکن برخلاف اس کے وہاں کی فضا عنبر بیز تھی لطیف خوشبو نے ہمارے دماغ جان کو معطر کر دیا تھا تخمیناً دو میل چلنے کے بعد سامنے جوف تھا اور اُس سے ماہ قمری کی وسطی تاریخوں سے چاند کی نورانی کرنیں چھن رہی تھیں۔ کنارے مرمرین پشتہ تھا اور کم و بیش اٹھارہ سیڑھیاں بنی تھیں جن کے دونوں جانب سنگ سیاہ کے نانڈے رکھے تھے اور ان میں موسمی پھول کھلے تھے۔ اس جگہ چشمے کا رُخ پھر گیا تھا اور وہ نہر سے گذرتا ہوا کسی طرف نکل گیا تھا۔

ماجھی نے پشتہ سے ملا کر کشتی کھڑی کر دی رہبر نے اُترنے کا اشارہ کیا اور ہم لوگ اُتر کر جنت الہند کے دروازے پر پہونچ گئے زمانہ قدیم میں دروازہ کیسا ہی ہو لیکن اب گنگا جمنی جدید الوضع تھا۔ اس میں جواہرات کے نقش و نگار بنائے گئے تھے اور اندر سے مقفل تھا رہبر نے ایک پھول پر انگلی رکھی۔ فوراً دروازہ کھل گیا اور ایک حسینہ ہوشربا سپاہیانہ بانکپن کے ساتھ آ کھڑی ہوئی معلوم ہوا کہ جنت سے رضوان کے بدلے کوئی حور نکل آئی ہے۔ رہبر نے اس سے ہمارا تعارف کرایا وہ راستہ چھوڑ کر ہٹ گئی ہم لوگ جنت میں داخل ہو گئے ہمارا رہبر کشتیاں لیکے واپس گیا جنت کا دروازہ پھر بدستور مقفل کر لیا گیا۔

ہم لوگ اس حد جنت کے ساتھ ایک مسطح وسیع صحن میں داخل ہوئے جس میں نہایت نفاست سے چمن بندی کی گئی تھی۔ خوشبوؤں کے پھول کھلے ہوئے تھے اور جا بجا فوارے چھوٹ رہے تھے صحن کی حد بندی تینوں طرف سے ایک عالیشان عمارت کر رہی تھی

اُس میں بڑے بڑے کمرے۔ دیوان خانے اور دالان چلے گئے تھے چھت منقش تھی اور اس پر بیشمار طلائی برجیاں۔ کنگرے۔ نہایت مناسب ترتیب اور خوشنمائی سے قائم کیئے گئے تھے۔ ہماری راہبر حور نے ہمیں ایک آراستہ پیراستہ کمرے میں ٹھہرایا۔ یہاں کا سارا سامان اعلیٰ اور گرانبہا تھا۔ برقی روشنی میں وہاں کا نقش ونگار اپنی چمک دمک سے ہماری آنکھیں خیرہ کر رہا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے ہوش میں نہ تھے وہاں کی ہر چیز عجوبہ اور متحیر کرنے والی تھی۔ جواہرات کی اتنی کثرت وہم وگمان میں بھی نہ آئی تھی۔ ہماری حسین ونازآفرین رہبر ہمیں کمرے میں چھوڑ کر چلی گئی۔

# باب پندرھواں (۱۵)

## جنّت الہند

ہم لوگ جنت الہند کے اس خوش منظر کمرے میں چپ چاپ بیٹھ کر آئندہ پیش آنے والے واقعات وحالات کا انتظار کرنے لگے وہاں کے نقش ونگار اور گل بوٹے ہماری حیرتوں میں اضافہ کر رہے تھے اور ہمیں وہاں کا تمام سازوسامان عجیب اور طلسمی معلوم ہوتا تھا مجھے سیر وسیاحت کے سلسلے میں اکثر ہندوستانی امرا اور والیان ملک کے فلک رفعت محلات دیکھنے کا اتفاق ہو چکا تھا۔ وہاں کا سازوسامان

وہاں کی نظر فریب آرائشیں نگاہ میں تھیں لیکن حق یہ ہے کہ اس جگہ کی سی خوشنمائی، رنگینی و نفاست اور آرائش و زیبائش دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ الف لیلیٰ میں الہ دین کا طلسمی محل بھی اس کے سامنے گرد برد تھا۔

تخمیناً ایک گھنٹے کے انتظار کے بعد سلطانہ اپنے خداداد حسن وادا کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی ہر چند اس کا لباس سادہ تھا لیکن رگ رگ سے شباب کی رعنائی ٹپکی پڑتی تھی۔ اس نے سب سے پہلے راجکماری پرمی دیوی کو ادب آموز عنوان سے سلام کیا پھر پالتی دیوی کی طرف مخاطب ہوئی۔

"دیوی! میں حوران کلب کی جانب سے آپ لوگوں کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ ایک مدت سے اس کلب کی کرسی صدارت خالی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اسے رونق دینے والا آگیا۔ تکان سفر دور ہونے کے بعد آپ لوگ جنت الہند یا حوروں کے کلب میں داخل ہوں گی اور اطراف ہند کی نازک اندام وحور جمال رانیاں کلب کی رفیع المنزلت عمارت میں آپ سے ملاقی ہوں گی۔ اسی وقت صدارت کے متعلق رائے لی جائے گی اور مہارانی سرگباشی کی میراث ان کی جانشین کے سپرد کی جائے گی۔"

سلطانہ خاموش ہوگئی۔ پالتی دیوی نے کچھ کہنے کو منہ کھولا۔ لیکن ایک کلمہ بھی اس کی زبان سے نکلنے نہ پایا تھا کہ سلطانہ نے روک کر پھر کہا۔

دیوی! گذشتہ واقعات دوہرانے کی ضرورت نہیں مجھے

معلوم ہو چکا ہے کہ پنڈت شیو ناتھ راجکماری کے معلم نے طمع دنیا
مین پھنس کر آپ کو پریمی دیوی مشہور کرتے ہوئے راجکماری کو پونا
کے پاگل خانے مین بھرتی کر دیا۔ راجکمار کے اتالیق پروفیسر مالویہ
اور اس کی بہن مالتی نے مہارانی کا خزانہ حاصل کرنے کے لیئے طرح
طرح کے مظالم کیئے لیکن شکر ہے کہ بد معاشون کے منصوبے خاک
مین مل گئے۔ حق حقدار کو ملا۔ آج ہی کنور بیا میشر سنگھ اپنے چچا راجہ
بلب گڈھ کی طرف سے یہان تشریف لائے اور انھون نے مہاراجہ
گلاب سنگھ جی کا وصیت نامہ پیش کیا جس کی رو سے راج کماری
پریمی دیوی حوردون کے کلب اور مہارانی تارا بائی کے بے اندازہ
خزانہ کی وارث ٹھہرتی ہین لیکن ساتھ ہی ایک شرط بھی ہے۔

راجکماری۔ وہ کیا؟

سلطانہ۔ وہ شرط یہ ہے کہ آپ کنور جی سے بیاہ کر لین۔

راجکماری۔ اگر مین بیاہ سے انکار کرون؟

سلطانہ۔ تو حوردون کے کلب اور مہارانی کا خزانہ کنور میشر سنگھ
کا ہوگا کیونکہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے راجہ بلب گڈھ کو اس مضمون کا
اقرار نامہ لکھ دیا ہے۔

دن بھر ہم لوگون نے آرام کیا۔ کلب کا شوق دل مین عجب
کیفیت پیدا کیئے ہوئے تھا جسکے لیے بے انتہا مصائب برداشت کیئے تھے
اب اس کی زیارت کا وقت قریب تھا۔ ایک ایک منٹ
گن گن کر گذارا۔ بظاہر استراحت کی لیکن بباطن امید و بیم کی
کشمکش رہی۔

سلطانہ حسب وعدہ ہم لوگوں کو کلب کی سیر کرانے آئی۔ اسوقت اُس کے لباس میں تکلف نظر آتا تھا وہ اپنے قومی (عربی) ڈریس مین تھی اُس کی صورت سے معصومانہ ادائین ہویدا تھین سچ مچ میری نظروں مین تو جنت کی حور معلوم ہوتی تھی اس نے ہم لوگون کو چند ضروری ہدائین کرتے ہوئے رازداری کا اقرار لیا اور جب ان فرائض سے سبکدوش ہو چکی تو ہمین اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ سب سے آگے راجکماری بریمی دیوی اور مس بالنی دیوی۔ ان کے عقب مین ہم لوگ کمرے سے نکل کر ایک مرمرین محراب کی طرف بڑھے جسمین قیمتی پتھرون سے میناکاری کی ہوئی تھی محراب وسیع تھی اور تیس چالیس آدمی بفراغت اٹھ بیٹھ سکتے تھے سلطانہ کی ہدایت کے بموجب ہم لوگ وسط محراب مین جمع ہو کر کے کھڑے ہو گئے۔ سلطانہ نے ایک پھول پر ہاتھ رکھا جو دیوار کی میناکار جھاڑی مین کھلا ہوا تھا۔ معًا وہاں کی زمین لرزنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک چو کور ٹکڑا تھیٹر کے پردے کی طرح گھومتا ہوا اندر کی طرف مڑ گیا ہم لوگون کو لفٹ کے ذریعہ اکثر مکان کے بالائی حصون مین جانے اور پھر واپس آنے کا اتفاق ہو چکا تھا لیکن یہ بالکل نئی وضع کی لفٹ تھی جسپر دیکھنے والے کو لفٹ کا گمان تک نہین ہو سکتا تھا۔ چند لمحون کے بعد معنبر و معطر ہوا نے ہمارے دماغ کو بسا دیا سامنے ہی ایک نزہت بخش باغ تھا۔ اسکے خوشنما بنانے مین جس حسن و سلیقے سے کام لیا گیا تھا یقینًا وہ انسان سے بالاتر معلوم ہوتا تھا ہزارون قسم کے پھول اپنے اپنے تختون مین اپنی جوانی کی بہارین دکھا رہے تھے مختلف میوؤن سے لدی ہوئی شاخین جھول رہی تھین۔ فوارون کا تقاطر الگ

جاذب نظر تھا۔ دور تک مہندی کی روشین چلی گئی تھین اور اسکے درمیان مین سرخی کٹی ہوئی سٹرکین اتنی نظر فریب تھین کہ نگاہ ہٹانے کو دل نہ چاہتا تھا۔ آسمان پر چودھوین کا چاند درخشان تھا اور زمین پر برقی روشنی نے چراغان کا عالم طاری کر رکھا تھا بلند درختون کی شاخون مین مختلف رنگ کے قمقمے روشن تھے جن سے فردوس ہند پر وادیٔ ایمن کا گمان ہوتا تھا نہر مین برقی رنگین روشنی سے پانی کو رنگ دیا گیا تھا اور دیکھنے والا اُسے سفید دیکھنے کے بجائے مختلف رنگون مین منقسم دیکھتا تھا۔ فوارون سے جو پانی نکلتا تھا وہ بھی رنگین تھا اور ہر منٹ پر رنگ بدلتا تھا روش کے دونون طرف لالٹینون کی قطارین تھین جن سے جنت الہند بحر الانوار ہو رہا تھا۔ سامنے ہی ایک خوشنما پھاٹک تھا جس پر لاجوردی روشنی سے "خوش آمدید" تحریر تھا۔ تمام پھاٹک نور کا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک شعلے نے محرابی صورت اختیار کر لی ہے۔

اس پھاٹک سے گذرنے کے بعد ہی ایک [illegible] بارہ دری نظر آئی جو بنیاد سے چوٹی تک نور سے بنی معلوم ہوتی تھی اس کے نقش و نگار عالم نور مین جگمگا رہے تھے۔ در و دیوار سے روشنی پیدا تھی لیکن کوئی قمقمہ نظر نہ آتا تھا! اس بارہ دری کے سامنے ایک حوض تھا جس مین پانی کے بدلے پارہ موجین مار رہا تھا۔ حوض کے ایک جانب پنڈال قائم کیا گیا تھا جس کی آرائش مین [illegible] [illegible] اہتمام کیا گیا تھا کہ عقل حیران ہوئی جاتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ جنت الفردوس کی تمام خوبصورتی و رعنائی سمٹ کر پنڈال مین جمع ہو گئی ہے اسکی تعمیر و آرائش مین روشنی اور پھولون کے سوا کسی چیز سے کام نہین لیا تھا۔

بڑی بڑی مستانہ آنکھوں اور سیاہ کاکل والی مہروش وماہ طلعت شوخ چشم نازنین جامۂ گل در بر کیئے دوش پر زلفین بکھرائے سینے ابھارے انتظام و انصرام مین مصروف تھین اُن کی وضعی یکسانیت اور ایک کی دوسرے سے مشابہت دھوکے مین ڈالتی تھی۔ سب کی سب دست نگین مین سبد گُل لیئے ہوئے ہم لوگون پر پھولون کی بارش کر رہی تھین۔

سلطانہ ہم لوگون کو جنت الہند کے نزہت آفرین چمنون اور نظر فریب عجائب و غرائب کی سیر کراتی اور حالات بتاتی ہوئی پنڈال مین داخل ہوئی۔ جہان اٹھارہ تلک دھاری راجاؤن کے علاوہ متعدد راجکمار اپنے مردانہ حسن اور سپاہیانہ بانکپن کے ساتھ زرنگار کرسیو اور صوفون پر متمکن تھے۔ ان کے مقابل مین حورروش پرجمال اور گلبدن رانیون کا جھمگٹا تھا۔ جن کے آتشین حسن نے پنڈال بھر کو شعلۂ حسن بنا رکھا تھا۔ بیچ مین صدر کے واسطے جواہر نگار کرسی تھی۔ اس کے سامنے وسیع میز تھی جو سونے سے بنائی گئی تھی اور جواہرات سے منقش کی گئی تھی۔ اُس پر گلدستے اس خوبصورتی سے سجائے گئے تھے کہ جواہر کا باغ کھلا معلوم ہوتا تھا۔ یہان کی آرائش و زیبائش نے ہم لوگون کو بیکلم تصویر بنا دیا۔ یہ واقعہ ہے کہ میری آنکھون نے عدیم النظیر حسن و رعنائی کا ایسا مجمع کبھی دیکھا تھا نہ سُنا تھا نہ ایسی نظر فریب سجاوٹ نظر سے گذری تھی۔ رہ رہ کے شبہہ ہوتا تھا کہ یہ انسانی ہاتھون کی کاریگری نہین بلکہ کسی اور نوع کی صناعی ہے۔

پنڈال مین پہونچتے ہی ہندوستان کا دلچسپ نغمہ چھڑ گیا۔ حاضرین

نے میٹھے سُروں میں ہمارا خیر مقدم کیا پنڈال میں سرود آفرین ترنم کی بارش ہونے لگی۔ نغمہ ختم ہونے پر سلطانہ نے راجکماری پریمی دیوی اور اسکے بعد یکے بعد دیگرے ہم لوگوں کا سب سے تعارف کرایا۔
ملاقاتی کارروائی ختم ہونے پر کنور جی رامیشر سنگھ نے جو پُر وجاہت جوان تھا لیکن اس کی آنکھوں سے شرارت آمیز چمک ظاہر تھی اپنی کرسی سے اُٹھ کر مختصر سی تقریر کرتے ہوئے راجکماری پریمی دیوی کے آنے پر اظہار مسرت کیا۔ ایک تلک دھاری راجہ نے راجکماری کو اس کی ماں مہارانی تارا بائی کے بجائے صدر نشین کیئے جانے کی تجویز پیش کی جس کی تائید حاضرین نے کی اور راجکماری سے کرسی صدارت پر رونق افروز ہونے کی خواہش کی گئی۔ اس وقت راجکماری پریمی دیوی کا چہرہ شادمانی اور مسرت سے چاند کی طرح دمک رہا تھا آنکھوں سے خوشی کی چمک ہویدا تھی۔ وہ شاہانہ عظمت وجلال کے ساتھ اٹھی اور کرسی صدارت کی طرف دلفریب انداز سے بڑھی ہم لوگوں کے دل خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے جس کام میں جان ہتیلی پر رکھ کر ہاتھ ڈالا تھا۔ خدا نے اپنی توفیق شامل حال کرکے اسے بخیر وخوبی یہاں تک پہونچا دیا۔ پریمی دیوی کو اس کی ماں کا ورثہ مل گیا۔
پانی دیوی بھی فرط مسرت سے پھول کے مانند شگفتہ تھی اُسنے اس موقعہ کے انتظار میں نہ معلوم کتنی راتیں جاگ جاگ اور کتنے دن اضطراب والتہاب میں بسر کیئے تھے دلی مراد پوری ہوتے دیکھ کر اس کی موتی جیسی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چھلک آئے ابھی پریمی دیوی کرسی صدارت پر بیٹھنے نہ پائی تھی کہ ایک سن رسیدہ بدھ فقا

اپنی کرسی سے اٹھا اور کڑک کر آواز دی۔

راجکماری ٹھہرو۔ ابھی تم اس کرسی پر نہیں بیٹھ سکتیں۔

**ایک راجہ**۔ کیوں؟ جبکہ اراکین انجمن نے بہ اتفاق آرا فیصلہ صادر کر دیا تو تمھیں روکنے اور فیصلے کی خلاف ورزی کرنے کا کیا حق ہے؟

پریمی دیوی ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کی آنکھیں امید و بیم کے مخلوط انداز سے بوڑھے کی صورت پر لگی ہوئی تھیں وہ منتظر تھی کہ دیکھئے یہ بوڑھا کیا کہتا ہے؟

بوڑھے نے چند منٹ توقف کرنے کے بعد جیب سے ایک خریطہ نکالا اور اراکین انجمن کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"مہاراجہ گلاب سنگھ جی کا یہ وصیت نامہ ہے جو انھوں نے اپنی حیات ہی میں تحریر کر دیا ہے۔ انھوں نے اس میں صاف صاف تحریر کر دیا ہے کہ اگر راجکماری پریمی دیوی بلب گڈھ کے راجہ کے بھتیجے کنور رامیشر سنگھ جی سے بیاہ کرنا قبول کرے تو اپنی ماں کی میراث خزانہ اور جوردن کا قلب اور میرے بعد میری ریاست کی وارث ہو سکتی ہے اگر اس شرط کی تعمیل میں عذر کرے تو ان تینوں چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی بھی حقدار نہیں ہو سکتی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا وصیت نامہ باری باری اٹھارہ تلک دھاری راجاؤں، راجکماروں اور رانیوں کے ہاتھ میں گیا بوڑھے کا بیان حرف بحرف صحیح تھا وصیت نامہ پر مہاراجہ گلاب سنگھ جی کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس وصیت کی تعمیل پر اتنا زور

دیا گیا تھا کہ آخر مین لفظ مکرر لکھ کر تاکید کی گئی تھی کہ جب تک بیاہ نہ ہو لے راجکماری انجمن مین شریک نہ کی جائے۔

جب یہ امر پایۂ تحقیق کو پہونچ گیا کہ وصیت نامہ صحیح ہے تو سب نے راجکماری پریمی دیوی کا استمزاج لینا چاہا۔ راجکماری خاموش تھی اسکی زبان سے کوئی جواب نہ نکلتا تھا۔ اس کی ساری خوشی فنا ہو چکی تھی اور وہ بت بن کر رہ گئی تھی۔ پالنی دیوی نے اس موقعہ پر سکوت مناسب نہ سمجھا وہ نائب صدر کی اجازت لے کر اٹھی اور حاضرین کو متوجہ کر کے دلنشین تقریر کی جس مین ظاہر کیا کہ راجکماری پریمی دیوی تعلیمیافتہ ہونے پر بھی ہندوستانی خاتون ہے۔ وہ روایات قدیم کو زندہ رکھتے ہوئے حجاب نسائی سے باہر آنا پسند نہین کر سکتی ہندوستان مین کوئی شریف لڑکی اپنی شادی بیاہ کے معاملے مین ایک لفظ بھی زبان سے نہین نکال سکتی۔ چونکہ اس وقت راجکماری کا کوئی بزرگ یہان موجود نہین جو شادی بیاہ کے معاملے مین بولنے کا مجاز رکھتا ہو اس لیئے مین اُس کی سہیلی اور رازدار ہونے کی حیثیت سے کہنے کو تیار ہون کہ راجکماری اپنے والد اور والدہ کے احکام سے سرتابی کرنے کی جرات نہین کر سکتی۔ وہ اپنے پتا جی کی وصیت پر عمل کرنے کو تیار ہے۔ اس لیئے اس کی صدارت کی کارروائی کو التوا مین ڈالنا مناسب نہین۔

سلطانہ نے پالنی دیوی کی تائید کرتے ہوے راجکماری پریمی دیوی کے اخلاق و سعادتمندی پر روشنی ڈالی۔ اراکین انجمن نے خوشی کا نعرہ بلند کیا شوخ ادا و گل چہرہ رانیون اور راجکماریون نے اس گل سرسبد پر

پھولوں کی بارش کی اور غلغلۂ تہنیت و شادمانی کے ہنگامے میں راجکماری نے کرسی صدارت کو رونق بخشی۔

# باب (۱۶) سولھوان

## "مجرمین کی گرفتاری"

تھوڑی دیر میں یہ حسین مجمع متفرق ہو گیا۔ راجکماری پریمی دیوی اور رانی دیوی سلطانہ کے ساتھ جنت الہند یا حوروں کے کلب کے فرحت افزا چمنوں کی گلگشت میں مصروف ہوئیں۔ چترجی۔ مسٹر جعفری اور احسان ایک طرف سیر کرنے چلے گئے کاؤس مرزا فریدون مرزا اور میں ٹہلتا ہوا ایک کنج کی طرف بڑھا جو بارہ دری سے کسیقدر فاصلہ پر تالاب کے کنارے واقع ہوا تھا اور حسینان کلب اس جگہ شاذ ہی شاذ آیا کرتے تھے ہم تینوں آدمی کنج کے اندر ہری ہری دوب پر بیٹھ گئے گل پوش شاخوں نے آپس میں گتھ کر خاصہ پردہ کر دیا تھا اور ہم لوگ اہل کلب کی نگاہوں سے مخفی تھے۔ مرزا صاحب نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا۔

"آنا صاحب! مجھے کچھ دال میں کالا کالا دکھائی دیتا ہے کنور صاحب کی آنکھوں سے شرارت ٹپکتی ہے۔ افسوس! غریب پریمی کو ایک مصیبت سے نجات ملی تو دوسری گلے پڑی۔

**مین۔** آپ کا خیال صحیح ہے۔ مجھے کنور صاحب کچھ اچھا آدمی معلوم نہین ہوتا جس بوڑھے نے وصیت نامہ پیش کیا تھا اُس کی آواز پہچانی ہوئی ہے لیکن یہ خیال نہین آتا کہ کب اور کہان سُنی ہے۔

**کاؤس مرزا۔** مجھے بھی کچھ شبہہ سا ہو رہا ہے۔ سر دست کسی ترکیب سے شادی رکوانا چاہیئے۔ اُسکے بعد ان لوگون کی تحقیق ہو جائے گی۔

**مین۔** اس کام مین سلطانہ ہماری مدد کر سکتی ہے۔

**کاؤس مرزا۔** بیشک اُسے کسی طرح بلوانا چاہیئے۔ لیکن یہ کام اتنے مخفی ہون کہ ہمارے سوا پری دیوی اور مس پالنی کو بھی خبر نہ ہونے پائے ناگہان پاؤن کی چاپ سُنائی دی۔ ہم لوگون نے چپ سادھ کر پتیون کی آڑ سے جھانکا۔ سامنے سے سلطانہ سر جھکائے تفکر آمیز انداز سے آتی ہوئی دکھائی دی اس کی صورت سے تشویش کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ وہ کنج کے قریب آکے کھڑی ہو گئی ہم لوگون کو یہ موقع غنیمت معلوم ہوا چپکے سے کنج سے نکلے اور سلطانہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ وہ ہم لوگون کو دیکھ کر اس طرح چونک پڑی جیسے سوتے سے جاگی ہے۔ مرزا صاحب نے کہا۔

"خاتون! خیر تو ہے! آپ اوداس کیون ہین؟

**سلطانہ** (بات بناتے ہوئے) کچھ نہین کل بیاہ کی خوشی مین کلب کو آراستہ کرنا ہے یہی غور کر رہی ہون کہ کیونکر سجانا چاہیئے؟

**کاؤس مرزا۔** کیا بیاہ چند روز کے لئے ملتوی نہین ہو سکتا؟

**سلطانہ** (چونک کر) کیون، ملتوی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

**کاؤس مرزا۔** شادی بیاہ کا معاملہ ہے دولھا دلھن کی نئی زندگی

کی شادمانیاں مزاج کی موافقت پر منحصر ہیں جب تک چند روز کنور صاحب کے چال چلن اور طور طریقے کا گہری نظر سے مطالعہ نہ کرلیا جائے۔ بیاہ کردینا مناسب نہیں۔

سلطانہ۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ یہان کے اٹھارہ تلک دھاری راجہ اتفاق کرچکے ہین۔

کاؤس مرزا۔ میرا یہ مطلب نہین کہ ان کی رائے سے اختلاف کیا جائے بلکہ حکمت عملی سے کام لینا چاہیئے۔ مثلاً معقول عذر پیش کیئے جائین۔

سلطانہ (بغور صورت دیکھتے ہوئے) وہ معقول عذر کیا ہین؟

کاؤس مرزا۔ راجکماری کے والد حیات ہین اُن کی موجودگی ضروری ہے۔ کنور جی کے چچا کو شریک ہونا چاہیئے۔

سلطانہ۔ مین نے یہ عذرات پیش کیئے تھے لیکن کنور جی نے انھین یہ کہہ کر رد کردیا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ جی علالت کی وجہ سے شریک نہین ہوسکتے اسی لحاظ سے اُنھون نے وصیت نامہ بھیجا ہے بلب گڈھ کے راجہ کو راجکمار کا غم روکے ہے لیکن اُنھون نے بیاہ کی تحریری اجازت دیدی ہے۔

کاؤس مرزا۔ یہان شاہی پروہت کا ہونا ضروری ہے۔

سلطانہ۔ کنور جی پروہت کو ساتھ لیتے آئے ہین اور کل ہی کی ساعت بیاہ کے لیئے نکل چکی ہے۔ اب کچھ ہو نہین سکتا۔

کاؤس مرزا کو مایوسی ہوگئی مگر اُنھون نے مقدور بھر بیاہ کو روکنے کی ٹھان لی ادھر ساری رات کلب آراستہ ہوتا۔ ادُھر ہم لوگ بیاہ

روکنے کی تجویزوں پر غور کرتے رہے لیکن کوئی وجہ سمجھ مین نہ آئی۔

دوسرے دن صبح سے جنت الند دلھن کی طرح سج دی گئی شاید میری آنکھوں نے اس سے پہلے کبھی ایسی آراستگی نہ دیکھی تھی سچ مچ حوروں کا کلب رشک فردوس ہورہا تھا۔ برقی روشنی کی سپلائی تھی پانی کا بہاؤ تیز کردیا گیا تھا جس سے مشین سے نسبتاً زیادہ قوی ہوگئی تھی پتی پتی بوٹے بوٹے سے رنگ برنگی روشنی نکلنے کا انتظام کرلیا گیا تھا پھولوں سے سارا کلب مہکا ہوا تھا حسین و نازک اندام نازنینیں چھلاوں کی طرح چوکڑیاں بھرتی پھرتی تھین۔ جابجا پھولوں کے پھاٹک کھڑے کئے گئے تھے ان مین روشنی اور پھولون سے اشعار لکھے گئے تھے بارہ دری کی آراستگی اپنی آپ نظیر تھی مینا کاری دیواروں پر گلپاشی بلبلیں چڑھا دی گئی تھین۔ سارے کلب مین عیش و سرور کا غلغلہ تھا۔ لیکن راج کماری پریمی دیوی بشاش نہ تھی ہرچند وہ اپنے چہرے سے خوشی کے جذبات ظاہر کرنے کی سعی کرتی لیکن دلی تفکر چھپائے نہ چھپتا۔ البتہ کنورجی کی صورت سے فتح مندانہ مسرت ٹپک رہی تھی۔

دن تمام ہوکر شام کا وقت آیا۔ یہی گھڑی بھونری پھرنے کی تھی بارہ دری مین کلب کے غلمان اور حوریں جمع ہوئین۔ راجکماری پریمی دیوی دلھن بنا کے منڈوف کے نیچے جواہر نگار چوکی پر بٹھائی گئی اسکے قریب ہی کنور رامیشر سنگھ لباس عروسی پہنے ہوئے آبیٹھے۔ پروہت ایک تھالی مین کچھ چیزین لئے اور شاستر کے اشلوک پڑھتے اور بیاہ کی کارروائی پوری کرنے کو آکھڑے ہوئے حسینوں نے نغمۂ مسرت الاپنا شروع کیا۔

مین خاموش کھڑا دیکھ رہا تھا۔ دور سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا راجکماری پریمی دیوی کے جمیل چہرے پر حزن کی زردی دوڑ رہی ہے پھولوں کے سہرے کے اندر اس کے گل رخسار کمھلائے ہوئے نظر آتے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ مرزا صاحب کوئی کارروائی کرینگے اس لیئے مین نے مڑکر دیکھا۔ مگر وہ غائب تھے۔ فریدون مرزا بھی نہ تھے۔ مجھے فکر پیدا ہوئی کہ یہ دونون کہان غائب ہین۔ میرے وہم و گمان مین بھی نہ تھا کہ ایک رات اور دن مین کوئی عظیم انقلاب ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب بیاہ روکنے کی قدرت نہین رکھتے لیکن میرا خیال غلط تھا۔ خدائی طاقت سب کچھ کرسکتی ہے مین دیکھ رہا تھا کہ پروہت نے اشلوک پڑھنے کو مُنھ کھولا ہی تھا کہ چند آدمی پشت کی جانب سے مجمع کو چیرتے۔ بڑے بڑے ڈگ رکھتے ہوئے پروہت جی کے برابر جا کھڑے ہوئے اور ان مین سے ایک نے بڑھ کر کہا۔

"پروہت جی! ذرا ٹھہریئے۔ بیاہ کی غلط کارروائی ہو رہی ہے"

**کنور صاحب**۔ (جھڑک کر) تم کون ہو تمھین بیاہ کی کارروائی مین دخل دینے کا کیا حق ہے۔

حاضرین کی نظرین اُٹھ اُٹھ کر نو وارد کے چہرے پر جا لگین جو سن رسیدہ ہونے پر بھی ذی وجاہت اور اقبال مند معلوم ہوتا تھا اس نے شعلہ بار آنکھون سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"ابھی معلوم ہوا جاتا ہے مین کون ہون اور بیاہ کی کارروائی مین دخل دینے کا کیا حق ہے (حاضرین سے) غالبًا اس مجمع مین وہ لوگ بھی موجود ہون گے جنھون نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیکھا ہے اور اُسے

پہچان سکتے ہین "

ساتھ ہی بہت سی آوازین بلند ہوئین۔ ہم پہچانتے ہین آپ ہی مہاراجہ گلاب سنگھ ہین۔

**گلاب سنگھ**۔ (اپنے ساتھی کو پیش کر کے) یہ بلب گڈھ کے راجہ عبیر سنگھ ہین جو اپنے بیٹے کے غم مین لب گور ہو رہے ہین اور یہان صرف اس غرض سے آئے ہین کہ اُس کے قاتل کو گرفتار کر کے قصاص لین

لوگون نے دیکھا واقعی راجہ عبیر سنگھ تھے اُن کی صورت سے اندوہ وقلق ظاہر تھا۔ روتے روتے اُن کی آنکھون کا نور گھٹ چلا تھا وہ سر سے پاؤن تک تصویر الم تھے۔ حاضرین حیران تھے کہ یہان اُن کے بیٹے کا قاتل کون ہے لیکن کنور رامیشر سنگھ لرزہ براندام تھا اور وہان سے نکل جانے کا موقعہ تلاش کر رہا تھا۔ اُس نے اپنی جگہ سے سرکنا ہی چاہا تھا کہ مجمع سے چند آدمی نکل کر قریب آئے اور انھون نے کنور رامیشر سنگھ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

کنور صاحب! ہم آپ کو راجکمار کے قتل۔ پریمی دیوی کو حبس بیجا کرنے کے جرم مین گرفتار کرتے ہین۔ صرف یہی نہین اسکے علاوہ بھی آپ نے اکثر جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ آپ نے مس پالینی دیوی کے ساتھ جابرانہ سلوک کئیے ہین۔ آپ نے راجہ عبیر سنگھ کے بھتیجے کنور امیشر سنگھ کو مقید کر کے ان کی وضع اختیار کی اور ریاست بلب گڈھ کو ہضم کرنے کے لئیے طرح طرح کے جرائم کئیے ہین۔

اس کے بعد انھون نے اشارہ کیا اور فریدون مرزا ایک شخص کو لئیے ہوئے مجمع مین سب کے سامنے آگیا لوگون نے دیکھا کہ یہ شخص اگرچہ

نحیف و ناتوان تھا لیکن ہو بہو رامیشر سنگھ سے ملتا ہوا تھا۔

پروہت جی نے اپنا سامان سمیٹ کر کمرے سے جانا چاہا لیکن مسٹر جعفری نے بڑھ کے ان کا ہاتھ پکڑا۔ اور حاضرین سے متوجہ ہو کر کہا پروہت جی کی حقیقت بھی سن لیجیئے۔ ان کا نام نظیر بخش ہے یہ راجکمار کے پاس خواصی کے عہدے پر مامور تھے لیکن پال نامی ایک بدمعاش سے ساز باز کر کے نمک حرامی پر کمر بستہ ہو گئے اور موقع پا کے راجکمار کو قتل کر ڈالا۔ اب یہاں پروہت بن کے کلب کے ممبروں کو دھوکا دینے اور راجکماری کو پھانسنے کی تدبیر کر رہے تھے۔

دونوں مجرموں کی مشکیں کس لی گئیں حاضرین متحیر تھے ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کیا معاملہ اور کیسے واقعات ہیں۔ آخر ان کی حیرتوں کو دور کرتے ہوئے کاؤس مرزا نے کہنا شروع کیا۔

"صاحبان! واقعی آپ کا استعجاب درست ہے۔ واقعات ہی کچھ اس طرح واقع ہوئے ہیں جو آسانی سے سمجھ میں نہیں آ سکتے ہیں اب میں انھیں تفصیل سے آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔ مہارانی تارا بائی کا بیاہ گلاب سنگھ جی سے ہوا تھا۔ مہارانی کی ایک لڑکی تھی پریمی دیوی جسے انھوں نے محتانہ نامی ایک عربی نژاد خاتون کی تربیت میں دے رکھا تھا اور وہ پالٹانہ میں اپنی اتالیق کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ مہارانی نے پریمی دیوی کے لیئے بے اندازہ خزانہ جمع کر رکھا تھا اور چوروں کا کلب بھی اسی کو دینا چاہتی تھیں آخر میں مہاراجہ گلاب سنگھ سے کسی بات پر ناراض ہو کر مہارانی تارا بائی چلی گئیں اور راما شنکر نامی ایک شخص کو ہدایت کی کہ تم اور پنڈت شیونا تھ جی

پریمی دیوی کا معلم پریمی دیوی کو مخفی جگہ رکھو۔ حفاظت کرو اور جب وہ
بالغ ہو جائے تو خزانہ اور جوہر دن کا کلب اُسے سپرد کر دو۔ یہ لوگ حسب الحکم
اُسے محفوظ جگہ لے گئے مگر طمع زر دامنگیر ہوئی اور انھون نے دغا کی شیونا تھ
نے اپنی نواسی سندری عرف پالنی کو پریمی بنا کر پریمی دیوی کو ایک زہر
کے ذریعہ پاگل بنا کر پونا کے پاگل خانے مین بھرتی [کرا دیا اس] سازش
مین راجکمار اور نظیر بخش بھی شریک تھے لیکن راجکمار [illegible] کے
مخفی خزانے سے واقف تھا کامیاب نہوا اسکی بیوی [illegible] نے
زہر دے کے مار ڈالا۔ پالنی بھی خزانہ حاصل نہ کر سکی [illegible] بھائی
پروفیسر مالوی کو پالنی سے عشق ہو گیا اور خزانے [illegible] انھون نے
اُسے بھی حاصل کرنے کی سعی کی اور انجام کار [illegible] بھائی بہن ناشاد
نامراد مر گئے اسی سلسلے مین راجکمار کو اُن حالات کا علم ہو گیا اور
انھون نے پالنی دیوی پر جائز و ناجائز تدبیرون سے قابو حاصل کرنے
کی سعی کی۔ نظیر بخش اُن کی خواصی مین رہا کرتا تھا اُسے رازون سے
اطلاع تھی اُس نے پال نامی ایک مشہور جرائم پیشہ سے ساز باز کیا
وہ کنور رامیشر سنگھ جی کی ہم صورت تھا اور عرصے سے ریاست لب گڈھ
پر دانت لگائے تھا۔ اُسنے اول تو راجکمار کے جوانانہ جوش اور عیاشی
کو مشہور کیا پھر اسی نظیر بخش کے ذریعہ انھین قتل کرا دیا۔ کنور صاحب
کو مقید کر کے خود کنور صاحب بن بیٹھا اور ایک بے گناہ شخص (کنور
رامیشر سنگھ ساکن بمبئی) کو راجکمار کے قتل مین گرفتار کرانے کے واسطے
ایک عبارت لکھ کر مقتول کے ہاتھ مین دیدی۔ نظیر بخش نے فرشتہ نامی
ایک جاسوسہ کو فریب دیکر اپنا شریک کار بنایا۔ اور اسکے ذریعہ کئی

دفعہ پالشی دیوی کو گرفتار کرا یا۔ اعظم کو نکوٹائن کھلوا کہ پاگل کر دیا اور پالشی دیوی سے بجبر ایک خط پاگل خانے کے ڈاکٹر کے نام لکھوا کر یا جلمایی کو قابو مین کیا اور ان سب کو حورون کے کلب لانے والا تھا لیکن ہم لوگون نے عین وقت پر اُس سے ان اسیرون کو چھین لیا لیکن یہ دونون بھاگ نکلے اس کے بعد ہم لوگ بھی تعاقب کرتے ہوئے یہان تک پہنچے پھر جو کچھ ہوا آپ لوگون نے دیکھ ہی لیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ راجہ صاحب بلب گڈھ اور اصلی کنور صاحب کو لانیوالی مس قریشیہ ہین اور وہ خود آپ کے سامنے اپنے واقعات بیان کرینگی۔

اب حاضرین کی توجہ مس قریشیہ کی طرف مبذول ہوئی لیکن انھین بالکل علم نہوا کہ یہان قریشیہ موجود ہے یا نہین؟ اُنھون نے گھبرا گھبرا کر چارون طرف نظرین دوڑانا شروع کین۔ اسی مجمع مین سے ایک گجراتی نکل کر سامنے آیا جو سر سے پاؤن تک ایک بڑے لبادہ مین لپٹا ہوا تھا۔ سامنے آکر اُسنے لبادہ اُتار ڈالا۔ اب سب نے دیکھا کہ نہایت حسین وجمیل نوجوان خاتون ہے۔ اُس نے بیچ مجمعے مین کھڑے ہو کر کہا۔

"معزز حضرات! مین کون ہون اور کیا ہون؟ اس کے بیان کی ضرورت نہین۔ آپ کی تسلی کو اتنا کافی ہے کہ جاسوسہ ہون۔ حال ہی مین یورپ وامریکہ کی سیاحت سے واپس آئی تھی۔ اور دلچسپی کیواسطے کوئی شغل پیدا کرنے کی فکر مین تھی کہ نظیر بخش سے ملاقات ہوگئی اُس نے مجھے بہت کچھ سبز باغ دکھانے کے بعد بتایا کہ ماتشی دیوی نے دغا سے پریمی دیوی کو پاگل خانے مین بند کرا رکھا ہے اور اُس کی مان کے خزانے

نیز چورون کے کلب پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ اس کام کے لیے اُس نے کئی اچھے جاسوس مقرر کر رکھے ہین اگر آپ ہماری مدد کرین تو ہم حق دار کو حق دلانے کی سعی کرین مجھے کلب کا اشتیاق پیدا ہوا نیز پریمی دیوی پر رحم آگیا اور مدد کا وعدہ کر لیا۔ اس سلسلے مین بہت سے کام کیئے جنھین آغا گلستانہ قیصری اور مسٹر جعفری خوب جانتے ہین بعد مین مسٹر کاؤس مرزا نے مجھے میری غلطی سے متنبہ کیا اور مین نے انکی اعانت سے کنارہ کشی اختیار کی لیکن مرزا صاحب اور نظیر بخش کی کاروائیون پر نگاہ لگائے رہی۔ اسی دوران مین مجھے اصلی کنور صاحب کا پتہ لگا جو نظیر بخش کے یہان تہ خانے مین مقید تھے۔ مین نے اُن کی مدد کا عزم کر لیا حسن اتفاق سے مرزا صاحب نظیر بخش کے ہاتھ مین گرفتار ہوئے اُن کے بھائی فریدون مرزا نے مسٹر جعفری کی مدد سے مجرمین کو گرفتار کرنے کی کوشش کی اگرچہ مجرمون کو گرفتار نہ کر سکے لیکن اسیرون کو رہائی دلانے مین کامیاب ہو گئے۔ نظیر بخش اور ریال ایسے بھاگے کہ کنور صاحب کو بھی نہ لیا بلکہ اس خیال سے تہ خانے مین چھوڑ گئے کہ بھوک پیاس اُن کی زندگی کا خاتمہ کر دے گی مجرمین کی فراری کے بعد مرزا صاحب بھی اپنا قافلہ لیکر چورون کے کلب روانہ ہو گئے اور مجھے کافی موقعہ ہاتھ لگا۔ نہایت اطمینان سے کنور صاحب کو نکالا اور تصدیق کے لیئے ان کے ہمنام سے بمبئی مین ملی انھون نے کنور صاحب ہونے کی شہادت دی پھر مین انھین لے کے بلب گڑھ گئی اور جب وہان بھی تصدیق ہو گئی تو مین نے راجہ صاحب سے بدمعاشون کے عزائم بیان کر کے انھین چورون کے کلب چلنے پر آمادہ کیا۔ اور ساتھ لے کر روانہ ہو گئی راستہ مین مہاراجہ گلاب سنگھ جی کی خدمت مین بھی حاضر ہوئی اور اُنسے واقعات

بیان کیئے۔ مہاراجہ صاحب کو اپنا وصیت نامہ یاد آگیا اور جب اُسے خزانے سے طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ گم ہوگیا ہے مین سمجھ گئی کہ اس کام مین بھی نظیر بخش کا ہاتھ ہے۔ مین نے مہاراجہ صاحب سے اُنکے ارادون کی نسبت عرض کیا۔ ہرچند مہاراجہ کی صحت خراب تھی لیکن وہ حقدار کو حق دلانے کے خیال سے میرے ہمراہ ہوئے اور جب ہم لوگ قیام گاہ پر پہونچے تو محافظ دستے نے روکا لیکن مہاراجہ کے سمجھانے سے اجازت دیدی ہم لوگ دو گھنٹے قبل یہان پہونچے۔ اس عرصہ مین مرزا صاحب نے ہمین تمام حالات سے مطلع کیا۔ ہم لوگ یہان آنے ہی والے تھے کہ فریدون مرزا صاحب نے بھونپو بجنے کی اطلاع دی۔ پھر جو کچھ ہوا وہ آپ نے ملاحظہ ہی کرلیا۔

راجہ لیب گڈھ اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان باتون کی تصدیق کی اور راجکماری ہیرا دیوی کو مہارانی تارابائی کا وارث وجانشین تسلیم کرتے ہوئے اُس کی صداقت کی تائید کی۔ ساتھ ہی ریاست کے پروہت کو حکم دیا کہ وہ کنور صاحب اور راجکماری کے بیاہ کی رسم ادا کرے۔

ارکین انجمن اور جملہ حاضرین کی رائے سے پروہت نے اپنا فرض ادا کیا۔ چارون طرف سے پھولون کی بارش شروع ہوئی خوش گلو خواتین نے بنڑے گا کر سنائے۔ اور رسوم شادی سے فارغ ہونے کے بعد مجرمین کا چالان حوالات کی طرف روانہ کردیا گیا۔

---

شائقین کتب فرمائش کے ساتھ کچھ زر نقد محصول کیلئے ضرور روانہ کردیا کرین۔

(۱۷)

# باب سترھواں

## راز و نیاز

جس وقت سے حوروں کے کلب میں مسٹر جعفری داخل ہوئے تھے تو قریشہ کی موجودگی میں سابقہ شکستوں کے باعث ندامت سے آنکھیں چار کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی مگر دل کی گرفتگی سے مجبور ہو کر تنکھیوں سے دیکھ بھی لیتے تھے اور جبیں قریشہ کے رخ زیبا کی ایک ہی جھلک خرمن صبر و سکوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی تھی۔ ایک روز مس زائرہ اور قریشہ دونوں ایک سبزہ زار میں مصروف گلگشت تھیں کہ سامنے سے مسٹر جعفری خراماں خراماں تشریف لا رہے تھے دونوں گلرخوں کو دیکھ کر وہ مبہوت سے ہو گئے۔ اگرچہ دل کا تقاضا تھا کہ قریشہ کے روشن چہرہ کی زیارت پاس سے کی جائے مگر وہی خجالت مانع ہوئی اور مسٹر جعفری وہیں سے ایک دوسری روش پر مڑنے لگے۔ مس زائرہ نے قریشہ کے چہرے کی طرف جو نظر کی تو معلوم ہوا کہ وہ سراپا اشتیاق بنی مسٹر جعفری کی طرف گھور رہی ہے۔ اور ایک منٹ کے لئے کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتی اودھر مسٹر جعفری کے

پھر پھر دیکھنے سے زائرہ تاڑ گئی کہ ان دونون کے دل مین چوٹ ہے اُسنے قریشہ کو وہین چھوڑ کر جعفری کو لپک کر پکارا

**زائرہ۔** مسٹر جعفری آپ تو ہم لوگون سے اسقدر گریز کرتے ہین کہ ہماری صورت دیکھتے ہی بھاگ جانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر کوئی قصور ہم سے سرزد ہوا ہو تو ہمین مطلع کیجیے تاکہ آپ سے عذرخواہ ہو کر معافی کی خواستگار ہون۔

**جعفری۔** استغفر اللہ۔ آپ کو دیکھکر اور مین گریز کرون آپ کی خوش طبعی اور بے پایان خلق مجھے خود ہی گرویدۂ احسان کیئے ہوئے ہے۔

**قریشہ۔** (جو اسوقت قریب پہونچ گئی تھی) مجھ سے سُنیئے کہ جعفری صاحب کیون الگ رہتے ہین۔ چونکہ اُن کی خدمت مین مینے بار بار سخت گستاخیان کی ہین۔ لہذا مجھ سے ان کا دل صاف نہین ہے اور گرد کدورت اسقدر زیادہ ہے کہ وہ مجکو دیکھنے کے بھی روادار نہین ہین۔ حالانکہ جنت مین پہونچکر دل کا بغض و عناد باقی نہ رہنا چاہیئے تھا۔

**جعفری۔** واقعی آپ سچ کہتی ہین کہ جنت مین تو انسان کو حورون کے اختلاط اور نظارہ سے قلب مین کسی دوسری شے کی گنجائش ہی باقی نہ رہنے دینا چاہیئے جو دنیاوی کشاکش کی طرف مائل ہوسکے بشرطیکہ حورون کو بھی اُس انسان کا خیال مدنظر ہو۔

**قریشہ۔** تو حورون کا اطلاق غالبًا۔ پالنی دیوی۔ سلطانہ راجکماری۔ زائرہ۔ اور دیگر حوران کلب کی جانب ہے کیونکہ مین

ان سب کی خدمت کرنیوالون مین ہون۔

زائرہ۔ کیا خوب اور سب تو حور ہین مگر خود آفتاب حسن ہوکر حورون کے زمرہ سے باہر نکلنا چاہتی ہین۔

یہ کہکر زائرہ ایک کنج کی طرف یہ معذرت کرتی ہوئی چلی کہ مین ابھی حاضر ہوتی ہون وہ دیکھئیے قصری صاحب مجھے کسی کام سے اشارہ کرکے طلب کر رہے ہین۔

قریشہ۔ ہان بہن ضرور جائیے۔ مین آپ کو مبارکباد دیتی ہون کہ قصری صاحب کو آپ نے زلفون کے پھندے مین خوب پھانس لیا ہے۔

زائرہ۔ مگر آپ سے کم۔ جعفری غریب کے دل سے کوئی پوچھے کہ آپ کی زلف گرہ گیر مین ایسا اسیر ہوا کہ اپنے کار مفوضہ کو خیرباد کہکر آپ کے زندان حسن مین گرفتار رہا۔

جعفری۔ اسوقت اتفاق سے یہ موقع ہاتھ آگیا ہے کہ ہم دونون تنہا ہین۔ زائرہ نے سچ کہا تھا کہ مجھے آپ نے زلفون کے پیچ مین اسیر کر رکھا ہے کہ مین دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہون کار مفوضہ مین جو غفلت ہوتی رہی وہ بھی اسوجہ سے تھی کہ مین جب تم کو دیکھ لیتا تھا تو اپنے ہوش و خرد کو خیرباد کہدیتا تھا۔ مس قریشہ مین سچ کہتا ہون کہ اگر تم نے میرے حال زار پر رحم نہ کیا تو میری حالت مجنون سے بڑھ جائے گی۔ للّٰہ کرم کرو اور اپنے دل کے کسی گوشہ مین تھوڑی سی جگہ دیدو۔

قریشہ۔ مسٹر جعفری! آپ ایسے عاجزانہ کلمات سے مجکو

سخت تکلیف دے رہے ہین۔ سچ بات تو یہ ہے کہ مجکو خود ہی آپ سے ایک دلی لگاؤ اوّل روز سے ہو گیا تھا مگر اسکے اظہار کی اسوقت تک نوبت نہ آئی تھی۔ وہ آگ جو میرے سینہ مین دبی ہوئی تھی اسوقت آپ کی تقریر سے شعلہ فگن ہو گئی۔ مسٹر جعفری مین آپ کو دل سے چاہتی ہون اور مین ہر طرح آپ کی رضاجوئی کی طالب ہون۔

یکایک پشت کی طرف سے قہقہون کی صدا سُنائی دی اور زائرہ جو وہان چھپی ہوئی تھی مبارکباد مبارکباد کے کلمے کہتے ہوئے سامنے آکھڑی ہوئی۔ مسٹر قصری بھی کھڑے مسکرا رہے تھے اب قریشہ نہایت شرمائی ہوئی زائرہ کی شرارت سے متاثر نیچی نظر کیئے ہوئے خاموش کھڑی ہوئی تھی کہ زائرہ نے نیا شگوفہ کھلایا۔

زائرہ۔ مسٹر جعفری آپ کوئی جادوگر ہین یا مسمریزم کے استاد ہین کہ ہماری بہن قریشہ کو چند منٹون مین مسخر کر لیا اور وہ آپ کی محبت کا دم بھرنے لگین۔ مین نے قصری صاحب کو دیکھا تو تمھارے پاس سے چلی گئی اور اُن سے کہا کہ زائرہ بہن اور جعفری صاحب مین کچھ راز و نیاز کی باتین ہو رہی ہین ذرا چل کر سُننا چاہیے چنانچہ جعفری صاحب اور مین دونون چکر لگا کر زائرہ بہن کی پشت پر آکھڑے ہوئے اور کنج کی آڑ سے سب باتین سُن لین۔ بخدا مجکو تو اسقدر خوشی ہے کہ زبان اُسکے بیان سے قاصر ہے۔ الحمد للہ کہ حوردن کے کلب مین ایک اور شادی

رچائی جائے گی۔

مسٹر قصری بھی ان عاشق و معشوق کی باتوں کو سُنکر نہایت دل شاد ہوئے مگر دل مین کہہ رہے تھے کہ کاش زائرہ بھی مجھپر اسی طرح کرم کرتی اور مین اپنے مقصد مین کامیاب ہوتا۔ ہر چند مجھ کو دعوے تھا کہ مین دوسری عورت کی طرف ملتفت نہ ہون گا جس کا دعویٰ بھی مسز قدوائی سے کئی بار کیا۔ مگر اس کمبخت دل مین زائرہ کی تصویر کچھ اس طرح نقش پذیر ہوگئی کہ کسی وقت اس کا خیال ہی نہین جاتا۔ لطف یہ کہ جب زائرہ سے عرض مطلب کا کوئی پہلو نکالتا ہون تو وہ بات کو مذاق مین لاکر صاف پہلو بچا جاتی ہے۔ کیا کرون کوئی تدبیر نہین بن پڑتی۔ مسز قدوائی اگر یہان موجود ہوتین تو وہ ضرور میری طرف سے کوشش کرتین۔ جس سے کامیابی کی پوری امید تھی کہ یکایک زائرہ نے کہا۔

زائرہ۔ مسٹر قصری۔ آپ خاموش کیون ہوگئے۔ مسٹر جعفری اور قریشیہ کو مبارکباد دیجئے۔ اور اُن کی خلوت مین جو ناگوار مداخلت ہوگئی اس کی معذرت کیجئے۔ آئیے ہم اور آپ چل کر اس قریب کے لان مین ٹینس کھیلین۔ غرضکہ جعفری اور قریشیہ تنہا رہ کر اپنے دلی جذبات کے اظہار کر رہے تھے اور مسٹر قصری اور زائرہ ٹینس کھیلنے مین مصروف ہوگئے۔ جب زائرہ تھک گئی تو قریب کے کنج مین ایک بنچ پر دم لینے کے لیے بیٹھ گئی۔

قصری۔ زائرہ بیگم تم تھک گئی ہو بہتر ہوگا کہ اس قریب والی آرام کرسی پر تھوڑی دیر آرام کر لو۔

زائرہ۔ بہت اچھا۔

یہ کہکر وہ آرام کرسی پر دراز ہوگئی اور قریب ہی جو بنچ پڑی ہوئی تھی اُسپر مسٹر قصری بیٹھ گئے۔ اُسوقت دونوں خاموش تھے کہ زائرہ نے قصری کی طرف دیکھکر پوچھا کہ آپ خاموش کیوں ہیں کیا ٹینس کھیل کر آپ بھی تھک گئے۔

قصری۔ نہیں میں ٹینس کھیلنے میں تھکا نہیں۔ البتہ سینہ میں خفیف درد معلوم ہوتا ہے لیکن یہ چنداں قابل التفات نہیں کیونکہ اس قسم کا درد اکثر ہوتا رہتا ہے۔

زائرہ۔ لیکن آپ کو اس کا علاج کرنا چاہیئے۔ ورنہ مرض خطرناک صورت اختیار کرے گا۔ کیا میں دیکھ سکتی ہوں کہ سینہ میں کس مقام پر درد ہورہا ہے۔

قصری۔ دیکھیے بائیں جانب دل کے پاس درد ہورہا ہے اور یہ کہتے ہوئے زائرہ کا ہاتھ سینہ سے لگاتے ہوئے دل کے اوپر رکھدیا اور کہا کہ اس مقام پر اکثر درد ہونے لگتا ہے۔

زائرہ۔ تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ دل ہی میں درد ہوتا ہے آخر اس کا کچھ علاج بھی آپ نے کیا۔

قصری۔ آپ کے حنا آلودہ ہاتھ کے رکھتے ہی درد کم ہوگیا اب تو قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس درد کا علاج آپ ہی کے ہاتھ میں ہے للہ ایک مرتبہ پھر مثل سابق کے عمل کیجیئے۔

زائرہ۔ اوئی! میں کیا علاج جانوں۔ مینے تو صرف ہاتھ سے یہ دیکھا تھا کہ سینہ میں کس مقام پر درد ہوتا ہے۔

قصری۔ اسقدر تجاہل عارفانہ سے کام نہ لیجیئے۔ صریحًا آپ کو علاج معلوم ہے اور نتیجہ بھی معلوم کر لیا کہ ہاتھ رکھتے ہی درد کافور ہو گیا۔ کسقدر مسیحائی آپ کر سکتی ہین اور میرا علاج آپ آپکے ہاتھ مین ہے۔

زائرہ۔ تو جسوقت اس قسم کا درد محسوس ہوا کرے۔ آپ مجھے بلا تکلف طلب کر لیا کرین۔

قصری۔ اس درد کا کوئی وقت معین نہین ہے اکثر راتون کو تنہائی کی حالت مین زیادہ زور کے ساتھ ہونے لگتا ہے اُسوقت آپ کو کیونکر طلب کر سکتا ہون۔ پھر اگر دن مین بھی یہ درد ہوا اور آپنے عدیم الفرصتی یا مہندی لگانے کا عذر کر دیا تو مین غریب درد سے تڑپ تڑپ کر مر جاؤن گا۔

زائرہ۔ تو پھر مین کیا کر سکتی ہون۔ ہاتھ قلم کرنے سے رہی کہ جو ہر وقت آپکے پاس موجود رہے اور درد ہوتے ہی اسکو آپ دفعیہ مین استعمال کرین۔

قصری (زائرہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیئے ہوئے اور آنکھ سے آنکھ ملاتے ہوئے) زائرہ مین کہہ چکا ہون کہ میرے حق مین تم مسیحائی کر سکتی ہو اب اس سے انکار فضول ہے لیت و لعل سے کام نہ چلے گا تم کو غالبًا اس امر سے انکار نہ ہوگا کہ جب مسز قدوائی کی معیت مین تمھاری کوٹھی پر مین گیا تھا تو اسی روز اپنا دل تمھاری نذر کر چکا تھا اُسکے بعد دعوتون مین یا سیر و تفریح مین جب تم ساتھ ہوتی تھین تو میری حرکات و سکنات سے تم اندازہ کیا کرتی تھین کہ مین کتنے پانی مین ہون

مگر شاباش تمھاری ضابط طبیعت نے بجائے کسی حوصلہ افزائی کے اسقدر تجاہل سے کام لیا کہ مین اظہار مطلب سے ہمیشہ قاصر رہا کیونکہ ایسے موقعون پر یہ خوف دامنگیر ہوتا تھا کہ کہین میری باتون سے تمھارے نازک دل کو ٹھیس نہ لگے۔

**زائرہ**۔ تمھاری اس داستان سے کچھ مفہوم نہ نکلا کہ یہ تمہید کہان ختم ہونیوالی ہے۔ اچھا مختصر طور پر سُنا دو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

**قصری**۔ ارے ظالم پوری بات بھی نہ کرنے دی اور اعتراض کی بوچھار شروع کردی۔ مین عرض حال کرون اور تم گھبراہٹ ظاہر کرو۔

فغان مین آہ مین فریاد مین شیون مین نالے مین
سُناؤن درد دل طاقت اگر ہو سُننے والے مین

اب بہت مختصر طور پر حرف مطلب زبان پر لاتا ہون۔ سُنئیے۔ تمھارے حسن کی ضو نے میرے سینہ مین ارمانون کا تلاطم برپا کردیا اور تمھاری شمع حسن کی تجلیات نے دل مین انوار عشق پیدا کردیے خلاصہ یہ کہ اب زیست کا لطف صرف تمھارے رحم وکرم پر موقوف ہے۔ ان لبہائے نازک سے صرف اتنا سننے کی آرزو رکھتا ہون کہ مین جو کچھ درخواست کرونگا اسکو تم شرف قبولیت بخشوگی۔

**زائرہ**۔ مسٹر قصری! تم پہیلیان بجھوا رہے ہو کوئی بات صاف نہین کرتے خیر مین اپنی طرف سے اطمینان دلاتی ہون کہ جو کچھ تم کہوگے اسکو حتی الوسع پورا کرنے کی کوشش کرونگی مگر عشق و محبت کا ذکر نہ مین جانتی ہون نہ ایسے جھگڑون مین کبھی پڑی ہون۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مین ناولون کی ہیروئن بنکر افسانہ درد محبت تمکو سناؤن

اگر یہی مرضی ہے تو مین اس کی بھی مشق کرون گی۔

**قصری**۔ ہائے انھین اداؤن نے تو مجکو مٹایا مین تو صاف صاف کہہ رہا ہون کہ میرے دل مین تمنے گھر کر لیا ہے اب تم میری ہوجاؤ اور مجکو اپنا ناز بردار بنالو۔

**زائرہ**۔ (شرما کر) اچھا صاحب جو کچھ آپ فرمائین منظور رہے کنج کی پشت پر سے جعفری اور قریشہ نے قہقہہ لگایا اور مبارکباد کی صدا بلند کی جعفری نے قصری کو مخاطب کر کے کہا ع

من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو

زائرہ بہت خفیف ہوئی تو قریشہ نے کہا بہن تم تو مجکو ہنستی تھین اب تم نے خود ہی جٹ منگنی پٹ بیاہ کی ٹھہرا دی" اتنے مین کاؤس مرزا۔ پالنی دیوی۔ سلطانہ اور راجکماری پریمی دیوی ان لوگون کو تلاش کرتے ہوئے اس طرف آنکلے اور یہان کے رنگ دیکھکر سمجھ گئے کہ غالباً جعفری اور قصری محبت کا شکار ہوگئے اُن کو دیکھکر مسکرانے لگے تو قریشہ نے بڑھ کر کاؤس مرزا اور راجکماری سے کہا کہ قصری صاحب اور زائرہ کی شادی کی تاریخ جلد مقرر کیجئے کلب سے جانے کے قبل شادی کا انصرام ضروری ہے کیونکہ ان دودون مین اب صبر کی تاب نہین ہے۔

زائرہ نے کہا کہ مرزا صاحب یہ اپنی نسبت فرما رہی ہین کہ مسٹر جعفری کی جدائی شاق ہے لہذا جلد از جلد اسکا انتظام کر دیا جائے۔

**کاؤس مرزا**۔ بہت بہتر مین جعفری صاحب اور قصری صاحب

دونوں کو اُنکے انتخاب پر مبارک باد دیتا ہوں اور ایک ہفتہ بعد آج ہی کے دن دونوں کی شادی انشاءاللہ ہو جائے گی میں راجکمار شیر سنگھ سے مل کر اس کا انتظام کیئے دیتا ہوں۔

غرضکہ ایک ہفتہ سیر و تفریح میں گذر گیا اس درمیان میں راجکمار نے بڑے پیمانے پر سب انتظام کر لیا تھا۔ دونوں شادیاں ہوئیں اور خوب دعوتوں کا لطف رہا۔ ایک دعوت کے موقع پر شیر سنگھ نے پالنی کی شادی اپنے بھائی جگدیش سنگھ سے تجویز کی جسکو سب حاضرین نے بہت پسند کیا اور پالنی دیوی سے استمزاج کرنے پر رضامندی پائی۔ لہذا پالنی دیوی اور جگدیش سنگھ کی شادی دھوم دھام سے ہوئی۔ اس کے بعد فریدون مرزا اور سلطانہ کی شادی اعلٰے پیمانہ پر ہوئی۔ یہ شادی کاؤس مرزا کی تجویز سے کی گئی۔

# باب (۱۸) اٹھارھوان

## خاتمہ

ایک ہفتہ تک کلب مین جشن منایا گیا۔ تمام ممبرون نے عیش و نشاط اور رقص و سرود مین بسر کی۔ دن عید اور رات شب برات تھی انھین بالکل علم نہ ہوتا کہ کب دن ہوا اور کب رات ہوئی؟ جب عیش و عشرت سے دل سیر ہو گیا تو ایک دن اراکین کلب نے کنور رامیشر سنگھ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنے صحیح حالات بیان کر کے اُن کے قلوب کی وہ خلش دور کر دین جو دریافت حالات نے پیدا کر رکھی ہے۔ خود راجکماری اور پالنی دیوی کو بھی سُننے کا اشتیاق تھا۔ سب کے اصرار سے کنور صاحب نے اظہار واقعات پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا

"پال کی اور میری ملاقات سب سے پہلے بمبئی مین ہوئی ان دنون مین یورپ جانے کے ارادے سے بمبئی مین مقیم تھا۔ ایک سینما مین اُس نے مجھ سے تعارف پیدا کیا اور میری صحبت مین شریک ہونے لگا۔ اُس کا اخلاق بہت وسیع تھا اور علم صحبت کی مہارت رکھتا تھا۔ مجھے اُس کی باتون سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور اکثر اُسے ساتھ رکھنے لگا۔ ایک دن بر سبیل تذکرہ اُس نے مجھ سے ولایت چلنے کی خواہش ظاہر کی مین نے بھی اس سنہری موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُسے ساتھ چلنے کی اجازت دیدی اور میل سے روانہ ہو گئے

سے مجھے مصر کا اشتیاق تھا اس لیئے وہان چند روز قیام کی ٹھہرا لی ایک روز وہان کے عجائبات کی سیر کرتے پھرتے تھے۔ نیل کے کنارے شام ہو گئی اور شہر سے بہت فاصلے پر نکل گئے اندھیرا ہونے کے بعد واپس چلنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ایک پہاڑی کے نیچے چند مصریون نے نکل کر حملہ کر دیا۔ ہم صرف دو آدمی تھے اور حریفون کی تعداد پندرہ سے بھی زیادہ تھی اس لیئے بہت جلد مغلوب ہو گئے اور وہ لوگ مجھے اسیر کر کے ایک گاؤن مین لے گئے جہان پورے ایک ہفتہ قیام رہا۔ اس درمیان مین مجھے پال کی کوئی اطلاع نہ ملی۔ بظاہر ایسا گمان ہوتا تھا کہ میری طرح وہ بھی ان بدمعاشون کے ہاتھ مین مقید ہوگا لیکن بعد مین معلوم ہوا کہ میرا وہ خیال غلط تھا حقیقت مین مجھے اسیر کرنے والا خود پال ہی تھا۔ ایک ہفتہ کے بعد مین مخفی طریقے پر مصر لایا گیا اور ایک تاریک رات مین پال کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ بہت خوش تھا اور مجھے دیکھ کر بولا۔

کنور صاحب! اب اپنی گذشتہ زندگی کو بھول جایئے اور کبھی یہ خیال نہ کیجیئے کہ مین کنور رامیشر سنگھ ہون بلکہ آپ کا نام پال ہے اور آیندہ یہی نام مشہور ہوگا۔" اس وقت مجھے اتنا غصہ آیا کہ اگر آزاد ہوتا تو یقیناً بدمعاش کو گولی مار دیتا۔ لیکن مشکین کسی ہونیکی وجہ سے دانت کٹکٹا اور ہونٹ چبا کر رہ گیا۔ چند روز کے بعد والد کی علالت کی اطلاع آئی اور پال ہندوستان واپس چلا آیا۔ مجھے ایک تہ خانے مین بند کر دیا گیا۔ جہان صرف ایک وقت نظیر بخش ایک کمہار کے ہاتھ کھانا لاتا اور مجھے کھلا پلا جاتا کبھی کبھی وہ اپنے کارنامے

بھی بیان کردیتا جس سے مجھے ان واقعات کی اطلاع ہوجاتی جو وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے ہیں۔ مجھے کئی سال تک آسمان دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ قید تنہائی نے زندگی اجیرن کردی تھی اور میں اپنے مرنے کی تمنا کیا کرتا تھا۔ سالہا سال کے بعد مس قریشیہ نے مجھے آزادی دے کر یہاں پہونچایا۔ بھگوان کا شکر ہے کہ بدمعاش اپنی چالوں میں کامیاب نہیں ہوئے ورنہ راجکماری پدمی دیوی کی زندگی بھی برباد ہوجاتی اور دو ریاستیں حقداروں کے قبضے سے نکل کے بدمعاشوں کے ہتھے چڑھ جاتیں۔

اراکین کلب کو اس مختصر بیان سے نہایت عبرت ہوئی اور وہ پال کی جسارت اور عیاری سے متعجب ہوگئے کس طرح اس نے کنور رام سنگھ کا بھیس بدل کر سیکڑوں آدمیوں کے ساتھ ان کے والدین اور اہلکاران ریاست کو سالہا سال دھوکے میں مبتلا رکھا۔ اگر قریشیہ کا قدم درمیان میں نہ آتا تو شاید یہ راز کبھی فاش نہ ہوسکتا۔ تمام ممبروں نے بالاتفاق مس قریشیہ کاؤس مرزا مسٹر جعفری اور ہم سب لوگوں کی شکر گذاری میں تقریریں کیں اور ہمارے کارہائے نمایاں کو اخبارات کے ذریعہ شہرہ کرنے کی تجویزیں پاس کی جب تجویزیں پاس ہوچکیں تقریریں ختم ہوئیں تو مہاراجہ گلاب سنگھ اٹھے اور راجکماری پدمی دیوی کے سامنے شرمساری ظاہر کرتے ہوئے بولے۔

بیٹی پدمی! آج میں ایسا راز ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو ابھی تک میرے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔ بیٹی! دنیا کے لوگ مجھے شریف الخیال یقین کرتے ہیں لیکن میں حقیقت میں ایک گنہگار ہوں۔ میں نے

ایسا جرم کیا ہے جو ہرگز ہرگز معافی کے قابل نہین۔ یہ جتنے واقعات پیش آئے ہین اگر غور کیا جائے تو مین ہی قصوروار نکلون گا۔ میری ہی چالاکیون نے انھین قابل وقوع بنایا۔ آہ! جب ان باتون کا خیال کرتا ہون تو اپنی ذات سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ مین نے اپنے ضمیر کے لیئے یہ سزا تجویز کی ہے کہ اپنی خطاکاریون کا راز ظاہر کر کے ہمچشمون کی نظرون مین اپنے آپ کو حقیر ثابت کر دون جس عزت و حرمت پر ناز کرتا آیا ہون اُسے خاک مین ملا کر ویسا ہی بن جاؤن جیسا کہ ہون بیٹی! تمکو تعجب ہوگا کہ مین کیا کہہ رہا ہون لیکن تعجب نہ کرو مین وہی کہتا ہون جو گذشتہ زندگی مین کر چکا ہون۔ شاید تمھین ابھی تک اسکی وجہ معلوم نہ ہوگی کہ باوجود میری پارہ جگر ہونے کے تم ریاست سے علیحدہ کیون رکھی گئین تمھین کیون نہین راجکماری تسلیم کرتے ہوئے شاہی محل مین جگہ دی گئی؟ سنو اصل واقعہ یہ ہے کہ تمھاری ننھیال اور ددھیال مین قدامت سے بیر چلا آتا تھا کئی دفعہ چند راجاؤن نے اتفاق و اتحاد پیدا کرانے کی سعی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ تمھاری مان کا عنفوان شباب تھا جب تمھارے نانا کا انتقال ہو گیا فرزند نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے وہی ریاست کی مالک ہوئین۔ وہ حورونکا کلب جو نسلاً بعد نسلاً اُنکے خاندان مین چلا آتا تھا اسکی صدر بنائی گئین ان دنون مین راجکمار تھا میرے والد حیات تھے مین والد سے چھپ کر کلب آیا کرتا تھا لیکن مین نے یہان اپنا صحیح نام و نسب ظاہر نہ کیا تھا۔ مجھے یہان والے ایک زمیندار تصور کرتے تھے۔ تمھاری والدہ سے مجھے محبت ہو گئی اول تو مین نے جذبات محبت کو فنا کر دینے کی کوشش کی لیکن عشق پر زور نہین چلتا۔ جتنا مین نے بھولنے کی سعی کی اتنا ہی عشق کا زور بڑھا۔ آخر دل سے مجبور ہو کر مین نے مہارانی کو اپنا بنانے کی

سے ربط و ضبط پیدا کیا وہ نیک عفیفہ اور سادہ لوح خاتون تھیں وہ میرے حالات
سے واقف نہ تھیں بلکہ جو کچھ مین نے اپنی نسبت بیان کیا تھا اسپر یقین رکھتی تھین
چند روز مین مینے انھین شیشہ مین اُتار لیا مین اُن سے اپنے والد کی حیات مین بیاہ
کرنیکی قدرت نہ رکھتا تھا اور اُنکی جدائی بھی شاق تھی اسلیے مینے فریب سے کام نکالا
شباب کی امنگون نے مخفی بیاہ پر آمادہ کیا اور مینے اپنے آدمیونسے پروہت
بلوا کر مخفی طریقے پر بھونری پھروالی کئی سال تک بہت لطف سے زندگی بسر
ہوئی اسی درمیان مین تم پیدا ہوئین۔ اور تمھاری مان نے تقاضا کیا کہ مین اس
مخفی شادی کا اعلان کرون لیکن مین ایسا کرنے سے مجبور تھا اسلیئے مینے فریبکاری
سے انھین اس امر پر آمادہ کر لیا کہ فی الحال تمھاری ولادت کو راز کی طرح مخفی رکھا
جائے اور تم مخفی طریقے پر پرورش کی جاؤ۔ چنانچہ تم محتانہ نامی ایک شریف
عورت کے سپرد کر دی گئین انھین دنون مین میرے والد نے ایک ریاست مین
میرا بیاہ ٹھہرایا۔ اگرچہ مینے حیلے حوالے کیئے لیکن والد کی دھمکیون سے مجبور ہو گیا
قیامت یہ ہوئی کہ والد نے ایک اقرار نامہ لکھ دیا کہ اگر مین اپنی دلھن کی موجودگی
مین کوئی دوسری عورت کرون یا اُسے گرھاؤن تو موروثی ریاست سے محروم
کر دیا جاؤن اس واقعہ نے میرے ہاتھ پاؤن باندھ کر بے بس کر دیا پہلے مہارانی
تارا بائی سے چھپ چھپا کر مل لیا کرتا تھا لیکن نئی مہارانی نے نہ معلوم کیونکر
معلوم کر لیا اور میری نگرانی کے واسطے متعدد جاسوس مقرر کر دیے ان لوگون
نے ایک دفعہ مجھے پکڑ لیا اور میری نئی مہارانی کو خبر کر دی۔ وہ مغرور ہونے کے
ساتھ ساتھ بیرحم اور ضدی بھی تھی اُسنے مجھپر سختی شروع کی اور دھمکی دی کہ اگر
مین تارا بائی سے قطع تعلق نہ کرون گا تو وہ مجھے ریاست آبائی سے محروم کرا دیگی
آہ! اس دھمکی نے میرا عہد وفا توڑ واڈالا مین نے دل پر پتھر رکھکر مہارانی تارا بائی کو

ایک خط مین صاف صاف لکھ دیا کہ مین نے شادی کر لی ہے اور اب مین تمسے
کوئی سلسلہ نہین رکھ سکتا نیز یہ کہ میرا تمھارا بیاہ نہین ہوا بلکہ بھونری وغیرہ کی
رسم ادا ہونا کھیل تماشے سے زیادہ وقعت نہین رکھتا کیونکہ وہ سب لغو کام تھا
مہارانی اس اطلاع سے نہایت مغموم ہوئین رہ سڑی سودائی کی طرح ہنے لگین
لیکن مصلحتًا اپنی غلط کاریون کو مخفی رکھا۔ پریمی دیوی کو بھی ریاست مین طلب
نہین کیا اور زندگی بھر بن بیاہی رہنے کی ٹھان لی بہت راجکمارون نے
پیام دیے لیکن وہ عذر کرتی رہین کئی سال گذر گئے میرے والد کا انتقال ہوگیا
مجھے ریاست ملی لیکن سچ یہ ہے کہ مہارانی تارا بائی سے قطع تعلق کرنے کے بعد
سے مجھے ایک گھڑی کو بھی خوش ہونا نصیب نہین ہوا مین نے اس کوفت
مین صدہا راتین جاگ جاگ اور تارے گن گن کر بسر کین مین تمام تمام دن پڑا
رہا۔ نئی مہارانی کی صورت سے نفرت ہوگئی مجھے مجبورًا اسکے پاس جانا پڑتا
لیکن مین نے اس سے ہنسنا بولنا ترک کر دیا تھا پھر بھی اسکے قابو مین تھا۔ وہ
اقرارنامہ کی روسے جب چاہتی مجھے ریاست سے ہٹا سکتی تھی اسلیئے
مجبورًا خوشامد بھی کرنا پڑتی جب وہ غضبناک ہوتی تو مین اسے منت و سماجت
سے نرم کرتا یہانتک کہ وہ بیمار ہوئی اور مرض بڑھنا شروع ہوا۔ دوا علاج تو
کافی ہوا لیکن موت آچکی تھی۔ افاقہ کی صورت پیدا نہ ہوئی ادھر اسنے دنیا
سے کوچ کیا اور ادھر میرے پاؤن کی بیڑی کھلی۔

چونکہ اب خود مختار تھا جو چاہتا کرتا کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہ تھا اسلیے چاہا
کہ گذشتہ جرمون کی تلافی کرون اور اپنے چند معتبر آدمیون کو اپنے اصلی نام سے
پیام دیکر مہارانی تارا بائی کی خدمت مین بھیجا انھون نے حسب معمول انکار
کیا لیکن مین اپنی کوشش سے باز نہ آیا جب وہ کسی طرح رضامند

نہ ہوئیں تو میں نے اُنکے رازوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دھمکی دی کہ اگر وہ میری استدعا قبول نہ کریں گی تو میں اُن رازوں کو فاش کرکے اُن کی رسوائی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا۔ یہ دھمکی کارگر ہوئی مہارانی تارا بائی مجھ سے مخفی طور پر ایک وادی میں ملاقی ہوئیں انھوں نے نہایت منت وزاری کرتے ہوئے کہا " مہاراجہ گلاب سنگھ جی! آپ یہ جانتے ہوئے کہ میں ایک عصمت باختہ سیاہ کار عورت ہوں پھر بھی میری خواہش کرتے ہیں! کیا آپ کو یہ امید ہے کہ میرے ساتھ دلی مسرت حاصل کرسکیئے گا؟ میں نے جواب دیا۔ اگر مجھے یہ امید نہ ہوتی تو پیام ہی کیوں دیتا؟ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے ساتھ چال کی گئی اسلیئے میں آپ کو بدکار نہیں سمجھ سکتا۔" بہرنوع انھیں مجبور کیا وہ اس جھوٹی شادی پر وفادار عورت کی طرح قائم تھیں لیکن میں نے بجد مصر ہوکر شادی کرلی۔ کئی سال کی غمگینی نے میری صورت کو ایسا بدل دیا تھا کہ مہارانی پہچان نہ سکیں شاید ایک سبب یہ بھی ہو کہ اُن دنوں جب تارا بائی کے پاس آتا جاتا رہتا تھا میرا سبزہ آغاز تھا اور اب اچھی طرح داڑھی مونچھیں نکل آئی تھیں بہرنوع مہارانی نے مجھے نہیں پہچانا اور ہم دونوں ایک جگہ رہنے سہنے لگے۔ وہ میرے ساتھ میری ریاست میں چھ مہینے قیام کرتیں اور میں انکی ریاست میں چھ مہینے رہتا۔ کئی دفعہ جی چاہا کہ پریمی دیوی کو بلاکر ساتھ رکھوں لیکن کھلم کھلا یہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ پریمی دیوی درحقیقت میری لڑکی ہے اندیشہ تھا کہ مہارانی میری گذشتہ بے اعتنائیاں یاد کرکے بگڑ جائینگی اور اصلی راز چھپاتے ہوئے یہ مشکل تھی کہ وہ اپنی رسوائی کی وجہ سے رضی نہ ہونگی بہرنوع یہ ارادہ عملی صورت اختیار نہ کرسکا۔

مہارانی تارا بائی نے مجھ سے بیاہ تو کرلیا تھا لیکن وہ اس زندگی سے خوش نہ تھی وہ اپنے آپ کو بدکار عورت سمجھ کر رات دن دل ہی دل مین پیچ وتاب کھایا کرتین اور سوز غم سے جلا کرتین۔ جتنا مین خوش کرنیکی سعی کرتا ان کا غم بڑھتا جاتا آخر رنج کرتے کرتے صحت بگڑگئی اور ایک روز مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ مین انھین اپنے سے جدا کرتے ہوے گمنام زندگی بسر کرنے اور مکافات عمل کی اجازت دیدون اُنکے جانیکے بعد سے انکی ریاست میری ہوجائیگی۔ برہمی دیوی کے واسطے اُنھون نے ایک خزانہ جمع کیا ہے وہ اس سے زندگی گذارے گی۔ حورون کا کلب اسکا مسکن ہوگا مینے مہارانی کو روکا لیکن اُنکا ارادہ اتنا قوی ہوا کہ ٹلے نہ ٹلا آخر اُنھون نے صاف صاف کہدیا کہ اگر خوشی سے اجازت نہ دوگے تو مین زبردستی چلی جاؤن گی“ مجھے بھی ضد تھی اور مین نے بہت صفائی سے کہا کہ تم زبردستی چلی جاؤ مین خوشی سے اجازت نہین دیسکتا چنانچہ وہ چلی گئین اسکے بعد سے مجھ سے ملاقات نہین ہوئی یہانتک کہ ان کا انتقال ہوگیا یہ صحیح واقعات ہین جو مین نے بیان کیے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ میری شرارتون نے ان واقعات کا امکان پیدا کردیا۔ بیٹی! تمھاری مان جنت نشین ہوچکی ہین تم اُنکی جانب سے اپنے بوڑھے اور گنہگار باپ کا جرم بخشدو۔ آہ مین نے تمھین ناجائز لڑکی مشہور کرکے تمھاری توہین کی شرم گناہ آنکھ چار کرنے سے مانع ہے مین نے ایک وصیت نامہ لکھا ہے اُس مین۔ اپنے جرمون کا اقبال کرتے ہوئے تمھین دونون ریاستون کا صحیح وارث تسلیم کیا ہے۔ مین اراکین کلب کے سامنے اقرار کرتا ہون کہ اس وقت سے ریاست ترک کی اب تم اور تمھارے شوہر ان دونون ریاستون کے مالک ہین مین اسی پہاڑی سلسلے مین رہ کر اپنے

گناہون کی تلافی کرون گا۔

مہاراجہ کی آنکھون سے باران جاری تھا۔ وہ ہاتھ باندھے ہوئے راجکماری کے سامنے کھڑا تھا اور راجکماری اسکے قدمون پر جھکی ہوئی ڈر اشک نثار کر رہی تھی۔ حالات کے اثر نے حاضرین کو بھی نمناک کر دیا تھا اور شاید یہ پہلا وقت تھا کہ جنت الہند کے اندر مجلس گریہ منعقد ہوئی تھی۔

آخر بڑے اصرار سے پریمی دیوی نے لفظ معافی زبان پر جاری کیا اور ساتھ ہی باپ کے قدمون سے لپٹ کر عذرخواہ ہوئی اور کہا کہ میرا یہ پاپ بخش دیجئے بیٹی ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ حق حاصل نہین کہ باپ کو خطاکار مجرم کی طرح دست بستہ دیکھون اور انکی نسبت لفظ معافی استعمال کرون۔

مہاراجہ نے سعید بیٹی کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور طول عمر و اقبال مندی کی دعائین دیتا ہوا رخصت ہو لیا۔

کلب کے قیام کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ اسلئیے تمام ممبر یکے بعد دیگرے رخصت ہو گئے۔ مہاراجہ گلاب سنگہ نے صحرانشینی اختیار کر لی اور راجہ بلب گڈھ نے بھی کنور رام شیر سنگہ کو اپنا وارث تسلیم کرتے ہوئے ریاست کی باگ سونپ دی جگدیش سنگہ اور پالنی دیوی نے کلب کی سکونت اختیار کی اور مس زائدہ یا مسز قدوائی کے سوا سب سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔

جگدیش سنگہ اور پالنی کو اب پورا لطف حاصل تھا۔

مجرمین کا چالان بمبئی کی عدالت مین پیش ہوا جہان سے انھین حسب قانون سزاے موت کا حکم سنایا گیا کاؤنٹ مرزا۔ فریدون مرزا مسٹر جعفری مس قریشیہ اور ساتھ ساتھ میری بڑی شہرت ہوئی۔ حقیقت مین میری زندگی کا یہ واقعہ صفحۂ عالم پر یادگار رہے۔ رخصت

تمام شد